خطباتِ محدّثِ کبیر
مکمل
حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری
ترتیب و تخریج
مفتی شمشاد احمد مصباحی
ناشر
دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی مئو (یو۔پی)

ممتاز الفقہاء عمدۃ المتکلمین رئیس المناظرین محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری شیخ الحدیث وصدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی سات گرانقدر تقریروں کا حسین گلدستہ

حصہ اول

مرتب

مولانا شمشاد احمد مصباحی

استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو، یوپی

ناشر: دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی ضلع مئو یوپی

فون: 22046 (05474)

Scanned with CamScanner

نام کتاب .... خطبات محدث کبیر

مرتب .... مولانا شمشاد احمد صاحب مصباحی

کمپوزنگ .... امجدی کمپیوٹر سینٹر

باراول ۱۱۰۰

ناشر .... دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی

قیمت .... Rs. 120=00

مطبع: بھارت آفسیٹ دہلی۔۶

ملنے کے پتے

(۱) ــــــــــ دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی ضلع مئو

(۲) ــــــــــ قادری کتاب گھر ۱/۳۵ اسلامیہ مارکیٹ بریلی شریف

(۳) ــــــــــ امجدی کتب خانہ ۳۲۵ ٹیامحل جامع مسجد دہلی۔۶

(۴) ــــــــــ امتیاز بک ڈپو نزد مدرسہ شمس العلوم، گھوسی مئو

(۵) ــــــــــ فاروقیہ بک ڈپو ٹیامحل ۴۲۲ جامع مسجد دہلی۔۶

(۶) ــــــــــ یزدانی بک ڈپو نزد مدرسہ شمس العلوم، گھوسی مئو

فہرست

خطبات محدث کبیر (حصہ اول)

نمبر شمار	موضوع	صفحہ
۱	عرض مرتب	۴ تا ۶
۲	آثار و تبرکات کی شرعی حیثیت	۷ تا ۳۰
۳	اختیارات مصطفےٰ ﷺ اور احادیث نبویہ	۳۱ تا ۷۱
۴	انسانوں کی تخلیق کا بنیادی مقصد اور ان کے باہمی حقوق	۷۳ تا ۱۰۶
۵	معراج شریف ایک معجزہ	۱۰۷ تا ۱۳۲
۶	امام اعظم ابو حنیفہ کی عبقری شخصیت اور رد بد مذہباں	۱۳۳ تا ۱۷۸
۷	اختیارات مصطفےٰ ﷺ اور رد بد مذہباں	۱۷۹ تا ۲۱۰
۸	اثبات مسئلہ شفاعت و علم غیب اور منکرین کا تعاقب	۲۱۱ تا ۲۴۱
۹	حضور محدث کبیر حیات و خدمات	۲۴۲ تا ۲۵۶

عرض مرتب

اسلام کی تبلیغ اور دین کی اشاعت کا ایک مؤثر ذریعہ وعظ و نصیحت اور تقریر و خطابت بھی ہے قوم کے وہ افراد جو کتابیں خریدنے اور پڑھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے وہ خاص طور پر اس موقعہ سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور چند گھنٹوں میں دین کے بہت سے مسائل و احکام، مذہب کے عقائد و نظریات اور اپنے اسلاف کے واقعات و کرامات سے باخبر اور آگاہ ہو سکتے ہیں۔ اسی مقصد کے تحت ہمارے علماء و مشائخ دور دراز بلاد و امصار کا سفر کر کے مسلمانوں کو دین اور مذہب سے روشناس کراتے رہتے ہیں اور مسلمانوں کی غالب اکثریت آج بھی تقریر ہی سے زیادہ فائدہ اٹھاتی ہے مجھے تحریر کی اہمیت سے انکار نہیں بلاشبہ تقریر کے مقابلہ میں تحریر کی افادیت دیرپا ہے مگر جاہل اور کم پڑھے لکھے لوگ اس سے بھرپور فائدہ نہیں اٹھا سکتے اسی لئے عہد قدیم ہی سے علمی مجالس اور جلسوں کے انعقاد کی روایت چلی آرہی ہے اور اس ترقی یافتہ دور میں بھی عوام تک اپنی بات پہنچانے کے لئے جلسوں کانفرنسوں اور عوامی اجتماعات کا سہارا لیا جارہا ہے، حضور محدث کبیر مد ظلہ العالی انہیں چند علماء و مشائخ میں سے ایک ہیں جو آج دنیا کے مختلف ممالک کا دین متین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے دورہ فرما رہے ہیں، آپ اپنی گوناگوں خصوصیات و کمالات کی وجہ سے یورپ و ایشیاء افریقہ و امریکہ تک خوب اچھی طرح جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ آپ میدان تدریس کے شہسوار بھی ہیں، اقلیم خطابت کے تاجدار بھی ہیں فقہ و حدیث میں یکتائے روزگار بھی ہیں جماعت اہلسنت کے ایک حاضر جواب بھاری بھرکم مناظر اور متکلم بھی ہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے محافظ و پاسبان بھی ہیں آپ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ صرف اور صرف قرآن و احادیث اور اقوال ائمہ کی روشنی میں مسلک اہل سنت کا ایسا جامع اثبات و اظہار فرماتے ہیں کہ باطل اور گمراہ فرقوں کے لئے کہیں سے کچھ بولنے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی، ہماری جماعت میں اپنے بزرگوں کی تقریریں جمع کر کے کتابی شکل میں شائع کرنے کا رواج کوئی نیا نہیں بہت سے علماء و مشائخ کی تقریریں آج کتابی شکل میں منظر عام پر آچکی ہیں، حضور محدث کبیر مد ظلہ العالی کی تقریروں کو عوام، طلبہ اور نوجوان علماء کے لئے حد درجہ مفید اور کارآمد سمجھ کر دو سال قبل حضرت مولانا علاء المصطفےٰ صاحب قادری اور حضرت مولانا جمال مصطفےٰ صاحب قادری نے جمع کرنے کا فیصلہ کیا تھا اس سلسلے میں دور دراز مقامات سے رابطہ کر کے کافی تگ و دو کے بعد کچھ کیسٹیں حاصل کرنے میں انہیں کامیابی ہوئی اور پھر حافظ محمد سمیع اللہ صاحب امجدی نے جامعہ کے کچھ طلبہ سے کیسٹوں میں مقید تقریروں کو احاطۂ تحریر میں لانے کا کام شروع کروادیا اس راہ میں کافی دشواریاں پیش آئیں چونکہ کیسٹیں پرانی ہونے کی وجہ سے خوب صاف نہیں تھیں اس لئے طلبہ سے بیشتر مقامات پر حدیث کے الفاظ و عبارات کے نقل کرنے میں بہت سی غلطیاں واقع ہوگئیں۔

بہر حال! حافظ محمد سمیع اللہ صاحب امجدی کی انتھک کوششوں سے چودہ تقریریں صفحۂ قرطاس پر منتقل ہوگئیں اور پھر حضرت مولانا علاء المصطفےٰ قادری مدیر جامعہ امجدیہ نے مجھے حکم دیا کہ آپ ان تقریروں کو خوب بغور

پڑھ لیں اور طلبہ سے نقل میں جو غلطیاں واقع ہو گئی ہیں ان کو درست کر دیں اور ساتھ ہی ساتھ ہر آیت اور ہر حدیث کو اصل ماخذ سے ملا کر حوالوں سے مزین کر دیں میں نے اس کام کو شروع کر دیا اور پوری ذمہ داری اور جانفشانی کے ساتھ ہر آیت اور ہر حدیث کو اصل کتاب سے ملایا گو کہ اس راہ میں کافی دشواریاں پیش آئیں مگر شبانہ روز کی کوششوں سے بہت جلد سات تقریروں کو حوالوں سے مزین کر دیا۔ حضور محدث کبیر مد ظلہ العالی کی تقریر کو ترتیب دینا اس لحاظ سے بڑا مشکل کام تھا کہ آپ کی ہر تقریر میں مختلف فیہ مسائل پر قرآن واحادیث ائمہ کے ارشادات اور بزرگوں کے معمولات کے حوالے سے پوری پوری بحث موجود ہے جس میں آپ نے اپنی وسعت مطالعہ کی بنیاد پر دلائل وبراہین کے انبار لگا دیئے ہیں اور پھر ان دلائل سے مسائل کے استنباط واستخراج میں آپ کی جو فقیہانہ شان دیکھنے میں آرہی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے بہر حال! حضرت محدث کبیر مد ظلہ العالی کی رہنمائی میں میں نے سات تقریروں کو حوالہ جات سے آراستہ کر کے ترتیب دے دیا ہے جو بنام "خطبات محدث کبیر" اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ حصہ اول ہے اور حصہ دوم بھی زیر ترتیب ہے جو بہت جلد انشاء اللہ منظر عام پر آرہا ہے اخیر میں قارئین سے گذارش ہے کہ اس تقریر میں اگر کوئی غلطی نظر آئے تو براہ کرم مجھے مطلع فرمانے کی زحمت کریں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے اور اس غلطی کو ناقل کی غلطی اور میری غفلت تصور کیا جائے حضور محدث کبیر کا دامن اس سے پاک ہے۔

فقط والسلام

شمشاد احمد مصباحی

خادم جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

یکم جولائی ۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَرَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ کَانُوْا بِالصِّدْقِ وَالصَّفَا۔

"مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ" (۱)

جس نے اللہ کے شعائر کی تعظیم کی بے شک اس کا تعظیم کرنا دل کا تقویٰ اور دل کا ایمان ہے یہ بات تو ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ اللہ کی تعظیم یقیناً ایمان کی روح ہے۔ مگر کیا اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم بھی دل کا ایمان اور دل کا تقویٰ ہے؟ اسے طے کرنے سے پہلے یہ سمجھنا ہوگا کہ شعائر ہیں کیا؟ وہ بھی اللہ ہی ہیں یا اللہ کے سوا کچھ اور۔ جو ہر طرح سے اللہ سے غیریت رکھتے ہیں یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ وہ اللہ کا غیر ہیں۔ مگر میں تو یہ کہتا ہوں کہ ہرگز وہ ایسے غیر اللہ نہیں جیسا تم سمجھ رہے ہو اگر ایسے غیر اللہ ہوتے تو اللہ کی بارگاہ میں ایسے غیروں کی گزر ہی کہاں، یوں تو سب کے سب جنہیں آپ غیر سمجھتے ہیں وہ غیر نہیں بلکہ ان میں کتنے اہل اللہ ہیں۔ تو اب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم کو اور آپ کو غور کرنا ہے کہ جن شعائر کی تعظیم کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا وہ شعائر ہیں کیا چیز۔ اور دوسرے یہ کہ اس کی تعظیم کس کس طریقے سے کی جاتی ہے اور کیوں کی جاتی ہے؟۔

اس لئے میں آج تھوڑی دیر تک اس سلسلے میں آپ کا وقت لینا چاہتا ہوں اور یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے جس چیز کو ایک خاص نسبت حاصل ہو جاتی ہے وہ اللہ کا شعائر کہلاتی ہے اللہ سے جتنا گہرا تعلق ہوگا اس کے شعائر ہونے کی قوت اسی قدر بڑھے گی اور جتنا کمزور تعلق ہوگا اسی قدر اس کے شعائر ہونے میں کمزوری واقع ہوگی............اب آیئے میں

(۱) پارہ ۱۷ رکوع ۱۱ سورہ حج

اس سلسلے میں آپ کو یہ بتا دوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کے معاملے کو ہی تعظیم شعائر سے تعبیر کیا ہے اگر یہ بات سمجھ میں نہ آئی ہو تو کچھ دیر آپ میری گفتگو سنیں! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ کے محبوبوں سے تعلق رکھنے والی چیزوں سے برکتوں کا اٹھانا اور ان سے فیض حاصل کرنا اپنی ضرورتوں میں ان سے مدد مانگنا، یا ان کو وسیلہ بنانا ہی ان کی تعظیم ہے یہ سب میرے دعوے ہیں جو بظاہر آپ کو بڑے عجیب معلوم ہوتے ہونگے اس لئے میں اپنے دعوے کے ساتھ دلیلوں کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں ....بغور سماعت کریں کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے علاوہ کسی کی تعظیم پسند نہ ہوتی تو دنیا سے ہر ایک کی تعظیم کو ختم کر دیتا۔ سوچئے کہ ایک مسلمان جس نے زندگی میں نہ معلوم کتنے گناہ کئے پھر بھی اس کے پاس محبوبیت کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ہے جو گنہگار مسلمان اپنے ایمان کے رشتے کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا محبوب نہ سہی مگر وہ محبوب تو ہے۔ اس کے پاس دولت ایمان تو ہے اس لئے رب قدیر نے فرمایا "لِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَ لِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ" (۱) کہ عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسولوں کے لئے ہے اور اس کی عطا سے مسلمانوں کے لئے ہے۔ یہ عزت مسلمانوں کو کیوں ملی؟ اور یہ تعظیم کا راستہ ان کے لئے کیوں مہیا کیا گیا؟ صرف اس لئے کہ ان کے پاس دولت ایمان ہے جس کا فائدہ یہ ملا کہ اللہ نے فرمایا " لِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ[۲]............اور پھر جب کسی مسلمان اس دنیا سے کوچ کر جاتا ہے اس کے اوپر موت طاری ہو جاتی ہے تو آپ کتنی عزت کے ساتھ اس کو کاندھا دیتے ہیں اور اس کا جنازہ اپنے سر کے قریب اٹھا کر چلتے ہیں اور

(۱) پارہ ۲۸ رکوع ۱۳ ؎۲ ایضاً

پھر کتنی عزت واحترام کے ساتھ اس کو سپرد خاک کرتے ہیں اور جس جگہ اس بندے کو آپ نے سپرد خاک کیا ہے اب وہ جگہ کیسی ہے؟ مجھے بتاؤ کہ اس مسلمان کی قبر نئی ہو کہ پرانی اس پر چلنا جائز ہے؟ اس پر بیٹھنا جائز ہے؟ اس پر لیٹنا جائز ہے؟ اس پر دکان بنانا جائز ہے؟ اس پر مکان بنانا جائز ہے؟ ہرگز نہیں یہ سب جائز کیا ہو نگے اس پر مدرسہ بنانا بھی جائز نہیں مسجد بنانا بھی جائز نہیں؟ تو سوچو کہ اسے اگرچہ محبوبیت کا اونچا مقام نہیں ملا۔ ایک گنہگار محبوب ہے بہت حقیر سا محبوب ہے مگر اللہ نے ایسی عزت دلائی کہ ہر مسلمان کے لئے ناجائز کر دیا کہ اب اس کو قدم سے روندے اور کوئی ایسا کام کرے جو اس کی تعظیم کے اوپر اثر انداز ہو، کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ وہ غوث وقت تھا یا کوئی قطب عالم تھا؟ یا بادشاہ زمانہ تھا؟ نہیں! بلکہ صرف اور صرف اس کے پاس ایک معمولی محبوبیت کی خوبی تھی جس کی وجہ سے اس کی شان یہ ہو گئی ہے۔

اگر اللہ تعالی کو اپنے محبوبوں کی یادگاریں قائم رکھنا مقصود نہ ہوتا تو اس مسلمان کی قبر نہ بنائی جاتی مسلمانوں کو درختوں پر لٹکا دیا جاتا اور چڑیاں کھا کھا کر اسے ختم کر دیتیں، یا دریا میں بہا دیا جاتا، یا آگ کی نذر کر کے اس کی راکھ اڑا دی جاتی کہ کوئی یادگار قائم نہ رہے............... مگر اللہ نے یادگار قائم رکھنے کے لئے اور عزت کا سامان فراہم کرنے کے لئے قبر میں دفن کرایا اس کے بعد وہ لاشہ نہ معلوم کس حالت میں ہے مگر جنازہ جس زمین میں دفن کیا گیا ہے اس زمین کی بھی عزت بڑھ گئی، اب اس زمین کے ساتھ آدمی بڑے ہی عزت واحترام کے ساتھ پیش آتا ہے اس لئے میرے آقا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "کُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَا فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا

تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ" (۱) پہلے میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ قبروں کی زیارت مت کرو مگر اب زیارت کرو، ارے! پہلے قبروں کی زیارت کرتے ہی کیوں؟ ان میں زیادہ تر کافر و مشرک تھے ان کی قبروں کی زیارت کرتے اس لئے میں نے منع کیا تھا مگر اب مسلمانوں کی قبریں قطار در قطار ہونے لگیں ہیں اب تم ان کی زیارت کرو اور اپنی آخرت کو یاد کرو اس لئے کہ میرے آقا نے اب قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی ہے اب وہ لوگ جنہیں نہ حدیث سمجھنے کا شعور اور نہ ہی انہیں حدیث میں ناسخ و منسوخ کا علم، انہوں نے کہدیا کہ حضور نے فرمایا "لَعَنَ اللّٰهُ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ" (۲) کہ قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اللہ کی لعنت ہے ان لوگوں نے یہ حدیث تو سنا دی اور وہ حدیث یاد نہ رہی کہ میرے آقا نے فرمایا کہ میں نے منع کیا تھا مگر اب زیارت کرو۔ منع کیوں کیا تھا؟ لعنت کیوں بھیجی گئی تھی؟ اس لئے کہ ان میں کافروں کی قبریں زیادہ تھیں اور کافروں کی قبروں کی زیارت کافر کرے گا مومن نہیں کرے گا اس لئے میں نے منع کیا تھا۔ اب جب کہ ایمان والوں کی شہدا کی، محبوبوں کی، صحابہ کی، صحابیات کی قبریں تیار ہو گئی ہیں تو اب اس کے بعد ان اہل اسلام کی زیارت کا اذن عام ہے بہر حال میں ایک بات آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یادگاریں قائم کرنے اور بزرگوں سے نسبت رکھنے والی چیزوں کو شعائر بنانے کے سلسلے میں کچھ شواہد اور مضبوط دلیلیں پیش کر دوں تو آپ اٹھائیے بخاری شریف کتاب الانبیاء میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی یہ روایت موجود ہے کہ سردار انبیاء سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے گھر حضرت ہاجرہ کے بطن

---

(۱) مشکوۃ باب زیارۃ القبور ص ۱۵۴، مسلم جلد اول "فصل فی اللہ باب الی زیارۃ القبور" ص ۳۱۴
(۲) مشکوۃ ص ۱۵۴ اور ترمذی جلد اول ص ۲۰۳

سے اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ مکرمہ حضرت ہاجرہ اور فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام جو ابھی چند ہی ایام کے تھے دونوں کو ساتھ لیا اور ملک شام سے نکل پڑے چلتے رہے، چلتے رہے جنگلات طے کیے، پہاڑیاں طے کیں، دریاؤں کو عبور کیا سنگلاخ وادی سے آگے بڑھتے رہے ریگستانوں کو عبور کرتے رہے یہانتک کہ وہاں پہونچ گئے، جہاں آج مکہ آباد ہے اور جس جگہ خانۂ کعبہ ہے اسی کے سامنے ایک ببول کا درخت تھا وہاں تشریف لائے حضرت ہاجرہ اور اسماعیل دونوں کو وہاں رکھا ایک پوٹلی کھجور اور ایک مشک پانی رکھی دور دور تک وہاں نہ درختوں کا پتہ تھا اور نہ گھاس کا نشان نہ پانی کا پتہ نہ کنوئیں کا پتہ نہ آدمی کا پتہ نہ کسی آدم زاد کا پتہ نہ کسی کیڑے مکوڑے کا پتہ صرف اور صرف تین افراد ایک حضرت ابراہیم دوسرے حضرت ہاجرہ اور تیسرے ایک ننھے منے بچے حضرت اسماعیل علیہم السلام تھے دونوں کو وہاں رکھا اور ایک منٹ کے لئے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں رکے نہیں فوراً الٹے قدم واپس آنے لگے حضرت ہاجرہ ان کے پیچھے ہو لیں کہتی ہیں "یَا اِبْرَاهِیْمُ اَیْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُکُنَا بِیْ هٰذَا الْوَادِیْ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْهِ اَنِیْسٌ وَّلَا شَیْئٌ" (۱) اے ابراہیم ہم کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں نہ یہاں کوئی مونس و غمخوار ہے نہ کہیں دور دور تک پانی کا نام و نشان ہے ہم لوگ یہاں کیا کریں گے؟ کیسے رہیں گے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہیں دیا جواب کیا دیتے مڑ کر انہوں نے دیکھا تک نہیں، حضرت ہاجرہ نے پھر کہا اے ابراہیم! کس کے بل بوتے پر چھوڑ کر جا رہے ہو؟ انہوں نے پھر کوئی جواب نہ دیا پھر حضرت ہاجرہ نے کہا اے ابراہیم! یہاں نہ سایہ ہے نہ سائبان نہ یہاں کوئی مونس ہے نہ کوئی غمخوار یہ

(۱) بخاری جلد اول ص ۴۷۳

گرم گرم ہوا کے جھونکے آرہے ہیں ہر طرف اونچی اونچی پہاڑیاں ہیں اب ایسے عالم میں کس کے بل بوتے پر چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دنیا کی کوئی دوسری عورت ہوتی تو گریبان پکڑ کے لٹک جاتی دامن کھینچ لیتی اور بولتی کہاں جاتے ہو؟ جانا ہے تو ساتھ لے کر چلو ورنہ یہیں ہمارے ساتھ رہو۔ تم کو رہنا پڑے گا، مگر وہ اللہ کی نیک بندی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ مکرمہ تھیں ان کی شان ہی الگ ہے جب دیکھا کہ کئی مرتبہ سوال کیا اور اس کا کوئی جواب نہ ملا تو سمجھ لیا کہ یقیناً اس کے اندر کوئی نکتہ اور راز ہے اس لئے اب انہوں نے اپنا سوال بدل دیا اور عرض کیا "آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا" (۱) کہ اے ابراہیم کیا اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم دونوں کو یہاں چھوڑ آؤ اب حضرت ابراہیم کے قدم رک گئے مڑ کر فرماتے ہیں "نَعَمْ" ایک لفظ میں جواب دیدیا "ہاں" اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

دنیا کی کوئی اور عورت ہوتی تو اس وقت آپے سے باہر ہو جاتی کہ غلط کہتے ہو، اللہ کوئی ظالم و جلاد نہیں ہے کہ ایسا حکم دے گا مگر اللہ کی صاحب توکل بندی کی شان دیکھو جیسے ہی حضرت ابراہیم کا یہ جملہ سنا کہ "ہاں" یہ اللہ کا حکم ہے تو جو قدم آگے بڑھے تھے جم گئے صبر و توکل سے لبریز ہو کر کہتی ہیں "اِذَنْ لَا یُضَیِّعُنَا" جب اللہ ہی کا حکم ہے تو اے ابراہیم کوئی پرواہ نہیں ہے ہمارا پروردگار ہمیں برباد نہیں ہونے دیگا ابراہیم علیہ السلام چلے جا رہے ہیں اور مڑ کر بھی نہیں دیکھ رہے ہیں اور حضرت ہاجرہ اسی ببول کے درخت کے نیچے جو کعبہ کی ٹوٹی پھوٹی دیوار کے آگے تھا الٹے قدم واپس آکر بیٹھ گئیں۔ ابراہیم علیہ السلام جب بہت دور پہونچ گئے جہاں سے ان کے بیوی بچے نظر نہ آتے تھے تو پہاڑ کی اوٹ میں پہونچ گئے اور کعبے کی سمت رخ کر کے کھڑے ہو گئے

(۱) بخاری جلد اول ص ۴۷۳

عرض کرنے لگے "رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ" (۱) اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد نالے میں بسائی، جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس! اے میرے رب! اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کر دے۔ اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں یہ دعا کی اور ملک شام کو چلے آئے۔ اب میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت ہاجرہ اسی کھجور کی پوٹلی سے اپنی غذا فراہم کرتی رہیں اور تھوڑا تھوڑا پانی پی پی کر زندگی گذارتی رہیں زہر یلی ہوا اٹھ رہی تھی وہ پانی کتنا کام دیتا بہت جلد ختم ہو گیا حضرت ہاجرہ کے سینے میں جو دودھ تھا وہ بھی خشک ہو گیا، یہاں تک کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پینے کے لئے دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ رہا.......... میرے آقا فرماتے ہیں کہ شدت پیاس سے اسماعیل اس طرح بے چین ہو کر اپنے ہاتھ پاؤں زمین پر پٹکنے لگے کہ ہاجرہ اس کی تاب نہ لا سکیں اور ان کے لئے وہ منظر بڑا ہی سوہان روح ہوا انہیں سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کیا جائے پانی کہاں سے لائیں اور پانی کی تلاش میں بے چین و بیقرار ہو گئیں۔ ان کے قریب جو پہاڑی تھی اس کا نام "صفا" ہے میرے آقا فرماتے ہیں کہ اس کے اوپر چڑھ گئیں اور درخت کے نیچے اپنے بیٹے کو بھی دیکھ رہی ہیں اور پنجے کے بل اچک اچک کر دور دور تک پانی تلاش کر رہی ہیں کہ کہیں پانی نظر آجائے یا پانی بتانے والا کوئی آدمی نظر آجائے مگر کسی کا اتا پتا نہ ملا وہ مایوس ہو کر وہاں سے واپس لوٹ آئیں پھر خیال آیا کہ سامنے وہ مروہ کی پہاڑی ہے اس پر چلا جائے مگر جب نشیب میں گئیں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام جو درخت کے نیچے لیٹے ہوئے تھے نظر سے اوجھل ہو گئے حضرت

(۱) پارہ ۱۳ رکوع ۱۸ سورہ ابراہیم

ہاجرہ نے مروہ کی طرف دوڑ لگائی تاکہ جلدی سے پہاڑی کی طرف پہونچ جائیں اور وہاں سے بیٹا بھی نظر آئے اور پانی کی تلاش بھی جاری رہے اس لئے دوڑ کر وہاں پہونچ گئیں مگر وہاں بھی مایوسی ہوئی اچک اچک کر دیکھا نہ کہیں پانی نظر آیا نہ کوئی پانی بتانے والا آدمی آخر ناامید ہو کر الٹے قدم واپس لوٹ آئیں درخت کے نیچے دیکھا تو اسمٰعیل پیاس سے تڑپ رہے ہیں اور ان کی ہچکی اس طرح سے بندھ گئی کہ جیسے اب روح نکلنے والی ہے حضرت ہاجرہ بالکل بے چین اور پریشان ہو گئیں پھر صفا پر لوٹ کر گئیں اور صفا سے مروہ پر اور مروہ سے صفا پر.......... یہاں سے وہاں بے چینی میں چکر لگا رہی ہیں دوڑ لگائے جا رہی ہیں کہ اتنے میں انہیں کچھ سرسراہٹ محسوس ہوئی کہ ایک فرشتہ آیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اپنا پاؤں زمین پر مار رہے ہیں تو اب انہیں مروہ سے چمک نظر آئی دوڑی ہوئی وہاں سے آئیں کیا دیکھتی ہیں کہ پاؤں کے نیچے سے چشمہ ابل رہا ہے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اے لوگو! حج کرنے والا عمرہ کرنے والا صفا اور مروہ کی دوڑ کیوں لگاتا ہے ہم بتائیں تم کو؟ فرماتے ہیں اس لئے کہ ہاجرہ نے وہاں تلاش آب میں دوڑ لگائی تھی اب تم لوگ مجھے بتاؤ کہ ہاجرہ نے صفا اور مروہ پہ جو دوڑ لگائی تھیں کیا حج کی نیت سے لگائی تھیں؟ احرام باندھ کر لگائی تھیں؟ عمرہ کے لئے لگائی تھیں؟ عبادت کے طور پر لگائی تھیں؟ نہیں بلکہ وہ پانی کی تلاش میں دوڑ لگائی تھیں اب اس دوڑ لگانے کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پسند کیا کہ اس کو اپنی عبادت کا ایک جزو اہم بنا دیا اب کوئی حج کرنے والا حج کرے، عمرہ کرنے والا عمرہ کرے تو اس کا حج و عمرہ اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوگا جب تک کہ حضرت ہاجرہ کی یہ ادا نہ پوری کرے۔ قرآن فرماتا ہے۔ "إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا" (۱) صفا اور مروہ شعائر

(۱) پارہ ۲ رکوع ۳ سورہ بقرہ

اللہ میں سے ہیں تو جو شخص بیت اللہ شریف کا حج کرے یا عمرہ کرے تو صفا اور مروہ کا طواف کرے۔

مجھے بتائیے! کہ صفا اور مروہ شعائر اللہ میں سے کیسے ہوگئے؟ کب اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی کوئی وحی، کوئی کتاب اتاری تھی؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیا عطا کیا تھا بس یہی نہ کہ اپنی ایک محبوب بندی کے قدم سے ان کو پامال کرادیا اور ان کے قدموں سے انہیں نسبت ہوگئی تو اب وہی صفا اور مروہ اللہ کے شعائر ہیں اور وہ شعائر ہیں کہ اللہ نے ہاجرہ کی یادگار اور ان کی اس نسبت کا تعلق ایسا مضبوط و مستحکم کردیا ہے کہ ہاجرہ نے خواہ کسی کام کے لئے دوڑ لگائی ہو مگر اب وہ پہاڑی عبادت کا جز ہے، مجھے بتاؤ کہ محبوبوں سے نسبت رکھنے والی چیزیں خدا کی عبادت کا جز بن جائیں اور شعائر اللہ کہلائیں بات بس اتنی سی ہے کہ اللہ چاہتا ہے کہ محبوبوں کی یادگاریں قائم رہیں اور لوگ انہیں تعظیم کے ساتھ قائم رکھیں۔

زمین سے ابلتے ہوئے پانی کی طرف جب حضرت ہاجرہ دوڑتی ہوئی آئیں تو انہوں نے ادھر ادھر سے ریت کھینچ کر چشمہ کے گرد باندھ بنادیا۔ میرے آقا فرماتے ہیں "لَوْ تَرَكَتْهُ لَكَانَ خَيْرُالْبَعِيْدِ" اللہ کی رحمت ہاجرہ پر ہو کہ چھوڑ دیتیں تو زمزم کا پانی ابل ابل کر اتنا پھیل جاتا کہ دور دور تک پھیل جاتا، حضرت ہاجرہ نے جب روک دیا تو اب پابند ہوگیا ہے .... پانی بھی نکلا تو دیکھو قدم اسماعیل سے نسبت ہوگئی لہٰذا آب زمزم قدم اسماعیل کی یادگار ہے تو اب اس یادگار کی عظمت دیکھو کہ دنیا کا ہر پانی پیو تو بیٹھ کر پیو مگر جب زمزم شریف پیو تو کھڑے ہو کر پیو! .... آپ

کہیں کے جناب وضو کا پانی بھی تو کھڑے ہو کر پیتے ہیں مگر پوچھ لیجئے مفتیوں سے تلاش کر لیجئے فقہ کی کتابوں میں وضو کا بچا ہوا پانی اگر تبرکاً ایک دو گھونٹ پینا ہے تو کھڑے ہو کر پئے اور پیاس بجھانے کے لئے پینا ہے تو بیٹھ کر پئے .... مگر وہ زمزم ہے کہ اگر آدمی پیٹ بھرنے کے لئے پئے تو کھڑے ہو کر پئے تبرکاً پئے تو کھڑے ہو کر .... اور یہ یادگار ہزاروں سال سے چلی آرہی ہے ذرا اس قدم کی یادگار اور اس کی برکت تو دیکھئے کہ جس زمین پر دور دور تک پانی کا نام و نشان تک نہیں پتھریلی زمین کہ جس پر پھاوڑا لے کر بورنگ کے تمام اسلحے پرزے فٹ نہ کر سکے .... ایک ننھے سے بچے نبی ابن نبی رسول ابن رسول کی شان یہ ہے کہ قدم لگ گیا تو پانی ابل رہا ہے اور دنیا کا ہر پانی ابلتا ہے تو اپنے خزانے کے اعتبار سے اور یہ پانی ایسا ہے کہ ہر وقت موٹے موٹے پائپ کے ساتھ ۲۴ر گھنٹے چلتا رہتا ہے مگر یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ اس میں خشکی آئی ہے۔ کبھی وہ پانی کم ہوا کیوں؟ سنئے مجھے ایک حدیث یاد آگئی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمزم کا پانی جنت سے حجر اسود تک آتا ہے اور حجر اسود سے چاہ زمزم میں، جب وہ جنت کا پانی ہے تو پھر مجھے بتاؤ کہ وہ پانی ختم کیسے ہو؟ اور جنت کا پانی دنیا میں تلاش کرتے رہو کہیں نہ ملے گا مگر نبی کا قدم جہاں لگ جائے تو وہاں جنت کا پانی ابل پڑے اللہ کے نبی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مبارک قدم سرزمین مکہ میں خانہ کعبہ کے قریب زمین سے مس ہوا جنتی پانی نکل پڑا آج تک زمزم کے نام سے موسوم ہے اور پوری دنیا کو شاد کام کر رہا ہے یہاں یہ پتہ چلا کہ جنت نبیوں کے قدموں سے وابستہ ہے (صلوات اللہ علیہم اجمعین) پھر یہ نکتہ بھی ملاحظہ کرتے چلیں کہ دنیا کا ہر پانی کچھ دنوں میں سڑ جاتا ہے اس

میں بہت سے متحرک بالارادہ قسم کے مسافر تیرتے نظر آتے ہیں اوپر نیچے دائیں بائیں جالا پڑ جاتا ہے عجیب بدبو پیدا ہو جاتی ہے مگر زمزم وہ پانی ہے کہ اسے خواہ کسی بوتل یا کسی چیز میں رکھو کسی بھی طرح پیک کر کے رکھو نہ کبھی کیڑا پڑے نہ بدبو آئے نہ زہر پیدا ہو ؟ کیوں ؟ اس لئے کہ وہ دنیاوی پانی نہیں جنتی پانی ہے یہی وجہ ہے کہ صرف پیاس بجھانے کا سامان نہیں بلکہ بھوک ختم کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔ اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانے میں الہ آباد کے عظیم الشان عاشق رسول حضرت مہاجر مکی علیہ الرحمہ شیخ الدلائل، جن کی کتاب الاکلیل علی حاشیۃ مدارک التنزیل ہے وہ یہاں سے ہجرت کر گئے دس سال مکہ معظمہ میں رہے ان دس سالوں میں سات سال اس طرح گذرا کہ انہوں نے نہ دودھ پیا، نہ کھجور کھائی، نہ روٹی کھائی نہ کوئی دانہ وغلہ صرف آب زمزم پیتے رہے، سات سالوں تک سوائے آب زمزم کے کوئی غذا نہیں استعمال کی......... اب ہمیں بتایئے کہ کیا اس سے پتہ نہیں چلا کہ زمزم پانی بھی ہے اور کھانا بھی، اور کیوں نہ ایسا پانی نکلے کہ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کو صرف پانی کی ضرورت نہیں تھی بلکہ غذا کی بھی ضرورت تھی، اس لئے اللہ تعالی نے وہ پانی نکالا جس میں دودھ کی غذائیت بھی ہے اور پانی کی مائیت بھی تو اب نبی کے قدم کی برکت دیکھو کہ آدمی اگر بھوکا ہے تو زمزم پی لے، پیاسا ہے تو زمزم پی لے، بیمار ہے تو زمزم پی لے، کم علم ہے تو زمزم پی لے، کم عقل ہے تو زمزم پی لے، دشمنوں سے مغلوب ہو تو زمزم پی لے، بولو! دنیا کے کسی پانی کے اندر اتنی صلاحیت ہے اللہ تعالی نے ایسے پانی کو کیوں باقی رکھا اس لئے کہ یہ ایک نبی کے قدم کا تبرک ہے اسے باقی رکھنا ہے اس کا فیض عام کرنا ہے اس کی تعظیم کرانی ہے۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اب کچھ دنوں تک حضرت ہاجرہ اپنے بیٹے اسمٰعیل کو لے کر وہاں تھیں کہ اتنے میں قبیلہ بنی جرہم کا وہاں سے گذر ہوا ہے فضا میں ایک اڑتی ہوئی چڑیا نظر آئی قبیلہ کے سردار نے کہا جاؤ۔ ادھر فضا میں چڑیا کیوں اڑ رہی ہے ؟ معلوم ہوتا ہے کہ قریب میں کہیں پانی ہے وہ آئے اور دیکھا کہ ایک عورت اپنے ننھے بچے کے ساتھ ایک کنوئیں کے پاس سکونت پذیر ہے وہ سردار آئے اور عرض کیا کہ اے ہاجرہ تمہارے پاس پانی کا بہترین خزانہ ہے اگر اجازت دے دو تو ہم لوگ بھی اپنا جھونپڑا یہیں پر لگائیں اور ہم لوگ بھی یہیں رہ جائیں۔

حضرت ہاجرہ نے فرمایا کہ بہت اچھا ہوگا اگر تم لوگ رہ جاؤ ہم صرف ماں بیٹے ہیں، بڑا اداس ماحول رہتا ہے تمہارا پورا خاندان ہے عورتیں ہیں، بچے ہیں تم لوگ رہو گے تو ہمارے لئے بھی دل بستگی کا سامان فراہم ہو جائے گا مگر شرط یہ ہے کہ تم پانی تو استعمال کرنا مگر اس پہ اپنا حق مت جتانا یعنی یہ مت کہنا کہ کنوئیں میں میرا بھی حصہ ہے۔ (۱)

کنواں میرا رہے گا میری طرف سے سب کو پانی پینے کی اجازت رہے گی ان لوگوں نے کہا شرط منظور ہے................ آج کل کے لوگ ہوتے تو کہتے کہ جا جا جس کی لاٹھی اس کی بھینس، ایک عورت ہو کر اپنا حکم جتاتی ہے چلو اب تم کو پانی بھی نہیں پینے دیں گے مگر وہ زمانہ تھا امن و انصاف کا اور جگہ بھی تھی امن وامان کی اور گھر بھی تھا خدا کا، وہاں پہ کسی ظالم کو بھی ظلم کی ہمت نہ ہوتی .... اس لئے وہ لوگ بھی آکر وہاں آباد ہوگئے۔ حضرت ہاجرہ کا کچھ دنوں بعد انتقال ہو گیا حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑی تیزی کے ساتھ بڑھتے تھے.......... میرے آقا صلی اللہ علیہ

(۱) بخاری جلد اول ص ۴۷۵

وسلم فرماتے ہیں کہ جتنے لوگ وہاں آباد تھے سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ صحت مند اگر کوئی نظر آتا تھا تو وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے بنو جرہم کے لوگوں نے اپنی ایک لڑکی کی شادی کر دی .... کچھ دنوں بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں خیال آیا کہ چلو ذرا بیٹے کی خبر گیری کر لیں .... تشریف لائے تو دیکھا کہ اسماعیل علیہ السلام کے گھر میں ایک عورت ہے اور وہ خود گھر میں موجود نہیں ہیں فرمایا کہاں ہیں اسماعیل ؟ عورت نے جواب دیا کہ وہ گھر میں نہیں ہیں کام سے باہر گئے ہوئے ہیں شکار وغیرہ کرنے گئے ہیں کہا، اچھا ٹھیک ہے تم لوگوں کی زندگی کیسی گذر رہی ہے ؟ کھاتے پیتے کیا ہو ؟ عورت نے کہا بڑی خراب زندگی ہے بہت پریشان کن حالات ہیں اور شکار کا گوشت کھا کھا کر طبیعت بگڑ گئی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اچھا ٹھیک ہے اسماعیل آجائیں تو ان سے سلام کہہ دینا اور کہہ دینا کہ دروازے کی چوکھٹ بدل دیں ابراہیم علیہ السلام یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس گھر آئے تو سارا گھر خوشبو سے معطر تھا آپ گردن اٹھا کر مڑ مڑ کر خوشبو کا لطف لیتے رہے، فرمایا اے بیوی میری غیر موجودگی میں کون آیا تھا؟ کہا ایک لمبے سے بوڑھے آدمی آئے تھے کہا کہ انہوں نے کچھ کہا بھی ؟ عورت نے کہا ہاں! .... پوچھ رہے تھے کہ زندگی کیسی گذر رہی ہے ؟ کھانے پینے کا کیا حال ہے ؟ میں نے کہا کہ بڑا خراب حال ہے، بڑی خراب زندگی ہے کھانے پینے کو شکار کے گوشت کے سوا کچھ نہیں ملتا تو انہوں نے پھر کیا کہا؟ کہا کہ آپ کو سلام کہہ کر چلے گئے اور یہ کہہ گئے ہیں کہ دروازے کی چوکھٹ بدل دیں، حضرت اسماعیل نے

کہا "اِلْحَقِیْ بِاَھْلِکِ"(۱) جا اپنے باپ کے گھر رہ میں نے تجھے طلاق دیا مجھے یہ حکم ملا ہے کہ تجھے اپنے گھر نہ رہنے دوں۔ بنو جرہم کے لوگوں نے ایک دوسری لڑکی سے شادی کرادی، ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دوبارہ خیال آیا کہ چلیں بیٹے کی خبر گیری کریں ابراہیم علیہ السلام چلے جب پہونچے تو دیکھا کہ یہاں اسماعیل کے گھر ایک نئی عورت ہے اسماعیل نہیں ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پوچھتے ہیں تو کون ہے ؟ تو اس عورت نے جواب دیا اسماعیل کی بیوی، اسماعیل کہاں ہیں ؟ عورت نے جواب دیا شکار کے لئے گئے ہیں فرمایا تم لوگوں کی زندگی کیسی گذر رہی ہے ؟ تو کہا بڑی شاندار زندگی قابل رشک زندگی، قسمت والوں کو کبھی ایسی زندگی ملتی ہے ، فرمایا کیا کھاتے ہو ؟ کہا ارے یہ کیا پوچھتے ہیں کیا کھاتے ہو ؟ لوگ ترستے ہیں اور ہم لوگ روز شکار کا گوشت کھاتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی زندگی میں خوب برکت دے میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں اے مکہ والو! سن لو مکے میں کچھ پیدا نہیں ہوتا مگر مکے میں کونسی روزی ہے جو نہیں ملتی، اس کے بعد فرمایا "ھٰذَا دُعَاءُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ" یہ تمہارے باپ ابراہیم کے دعا کی برکت ہے جانتے ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کیوں کی ؟ صرف اس لئے کہ اسماعیل کی بیوی نے کھانے پینے کی تعریف کردی، تو خوش ہو کر انہوں نے دعا کردی ایسی دعا کی کہ اب قیامت تک مکہ والوں کے لئے روزی تنگ نہیں ہو سکتی اب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی کی فیروز بختی اور اطاعت شعاری کا جذبہ دیکھئے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی آگے بڑھیں پانی پیش کیا اور گوشت کا ٹکڑا لاکر دیا اور نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا کہ حضور! کیا

(۱) بخاری جلد اول ص ۴۷۳

بناؤں گھر میں اتنا ہی ہے مگر آپ اس کو کھالیں تو طبیعت خوش ہو جائے گی، تب آپ نے تناول فرمایا پھر فرمایا میں واپس جارہا ہوں جب اسماعیل آئیں تو انہیں سلام کہدینا اور کہدینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کی حفاظت کریں وہ اتنا کہکر چلے گئے مگر جب اسماعیل علیہ السلام واپس لوٹے تو پورا گھر خوشبو سے معطر تھا آپ خوشبو سے لطف اندوز ہونے لگے فرمایا اے میری بیوی کون بزرگ میری عدم موجودگی میں آئے تھے کہ ہمارا گھر خوشبو سے معطر ہے؟ فرماتی ہیں ایک بوڑھے قدآور بڑے ہی حسین وجمیل بزرگ آئے تھے فرمایا تو کیا ہوا؟ کہتی ہیں وہ آپ کے متعلق پوچھ رہے تھے میں نے کہا کہ وہ شکار کرنے گئے ہیں انہوں نے پوچھا کیسی زندگی گذر رہی ہے؟ میں نے ایسے ایسے بتایا تو انہوں نے دعا دی اور میں نے کھانے کے لئے ایک گوشت کا ٹکڑا دیا انہوں نے تناول فرمایا اور یہ کہہ کر گئے ہیں کہ اسماعیل کو سلام کہنا اور میری طرف سے یہ وصیت کردینا کہ چوکھٹ کی حفاظت کریں، حضرت اسماعیل فرماتے ہیں تم جانتی ہو وہ کون تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں تو انہیں نہیں جانتی ہوں فرمایا وہ میرے والد بزرگوار ابراہیم تھے وہ مجھے حکم دے کر گئے ہیں کہ تو نیک اور اچھی عورت ہے کہ میں تجھے گھر سے نکلنے نہ دوں اور میں تیری حفاظت کروں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک لمبے دورے کے بعد دوبارہ آئے..............

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسماعیل زمزم کے کنوئیں کے پاس بیٹھے اپنے تیر کی نوک ٹھیک کر رہے تھے اتنے میں ابراہیم علیہ السلام پہونچے باپ اور بیٹے دونوں گلے مل گئے فرمایا کہ اے میرے فرزند ارجمند اللہ تعالیٰ نے مجھے کچھ کرنے کا حکم دیا ہے عرض کی اے والد بزرگوار! اللہ کا حکم ضرور پورا کیجئے تو فرمایا بیٹا! میرے اس کام میں مدد کرو، فرمایا میں

ضرور مدد کرونگا تو فرماتے ہیں کہ کعبہ کی دیواریں گر گئیں ہیں۔ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس کی جوڑائی کرو اس میں تم کو میری مدد کرنی ہے اب میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں اسماعیل پتھر کی اینٹ کاٹ کاٹ کر لاتے اور حضرت ابراہیم اس کی جوڑائی کرتے باپ بیٹا دونوں کعبہ بناتے چلے جارہے ہیں ایک اینٹیں لے کر آرہا ہے دوسرا جوڑائی کر رہا ہے دیواریں اتنی اونچی ہو گئیں کہ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے جوڑائی کرنا مشکل ہو گیا، تو اسماعیل علیہ السلام ایک ٹکڑا پتھر کا لائے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو پیر کے نیچے رکھ لیا اب جوڑائی کرتے جارہے ہیں جیسے جیسے دیوار اونچی ہوتی جارہی ہے ویسے ویسے پتھر بھی اونچا ہوتا جارہا ہے اور پتھر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نشان قدم اپنے سینے میں لے لیا، اس پتھر پر حضرت ابراہیم کے قدم کے نشان پڑ گئے (۱) سبحان اللہ اب اس کی شان کیا ہے؟ کعبہ تو مکمل ہو گیا دونوں دعا کرتے ہیں "رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ" (۲) اے اللہ کعبہ کی تعمیر ہم کر رہے ہیں تو قبول فرمالے تو بہت سننے والا اور خوب جاننے والا ہے دعا کر رہے ہیں "رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ" (۳) اے اللہ! کعبہ تو ہم بنا لئے ہیں کعبہ کو آباد رکھنے والا ایک برگزیدہ رسول یہاں بھیج دے۔ میرے آقا کے لئے اس وقت دعا ہو رہی ہے کہ اے اللہ ایک عظیم الشان رسول بھیج دے جو تیری کتاب کی تلاوت کرے لوگوں کے دلوں کو نور ایمان سے آراستہ کرے اور دین سکھائے پھر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اب جانتے ہو کہ وہ پتھر کیا ہے؟ وہ پتھر مقام ابراہیم ہے مقام ابراہیم کے بارے میں قرآن فرماتا ہے "فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ" کعبے کے سامنے اللہ کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں یعنی مقام ابراہیم،

---

(۱) بخاری جلد اول کتاب الانبیاء ص ۴۷۳ ر ۴۷۵ ر ۴۷۶ (۲) پارہ ا رکوع ۱۵ سورہ بقرہ (۳) پارہ ا رکوع ۱۵ سورہ بقرہ

ایک مقام ابراہیم کے لئے" اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ" نہیں بلکہ آیات بینات فرما رہا ہے، ایک مقام ابراہیم ہے مگر اللہ تعالیٰ اسے دلیل نہیں بلکہ کھلی ہوئی دلیلیں فرما رہا ہے۔ کیا مطلب؟ ایک مقام ابراہیم اپنے اندر نہ معلوم کتنی دلیلوں کو سمیٹے ہوئے ہے اب دیکھو کہ یہ پتھر اسماعیل علیہ السلام کے قدم سے پامال ہوا ہے ابراہیم علیہ السلام جس پر کھڑے ہوئے تو کتنی عزت سے اللہ رب العزت قرآن میں فرماتا ہے "وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى" (۱) اے کعبہ کے طواف کرنے والو! اگر تمہیں اپنا طواف قبول کرانا ہے تو مقام ابراہیم کو اپنی نماز کا قبلہ بنالو، کعبے کا تم نے طواف کیا تو کعبہ بنانے والے ابراہیم کے نشان قدم کو قبلہ کیوں نہیں بنایا؟ پہلے تم اسے قبلہ بنالو تمہارا کیا ہوا طواف قبول ہوگا، اب ذرا دیکھو کہ اللہ نے کس طرح محبوبوں کی نشانیوں کی عزت کروائی کتنی تعظیم کرائی کتنے ہزار سال گذر گئے، چار ہزار سے زیادہ زمانہ بیت گیا، دنیا کہاں سے کہاں گئی؟ کتنے بادشاہوں کے قلعے زیر زمین ہوگئے، مگر مقام ابراہیم آج بھی ویسے ہی محفوظ ہے کیوں؟ اس لئے کہ میرے پروردگار نے اسے محفوظ کر رکھا ہے لہذا جب تک کعبہ رہے گا کعبہ بنانے والے ابراہیم کا نشان قدم بھی رہے گا۔

ایک سوال کا جواب دیتے جائیں کہ کیا اللہ کے گھر میں نعمت الٰہی نہیں؟ کعبہ میں کون سی نعمت نہیں؟ کیا آخرت کی نعمت نہیں کہ دنیا کی نعمت نہیں؟ جلدی کی نعمت نہیں کہ دیر کی نعمت نہیں؟ ارے خدا دے رہا ہے جو مانگو گے پاؤ گے۔ ہے کہ نہیں؟ اب مجھے بتاؤ کہ اللہ کی بارگاہ میں غیر اللہ کی کیا ضرورت تھی؟ ایک طرف اسی کعبے کے سامنے بیت اللہ کے سامنے ایک نشان قدم ابراہیم موجود تو دوسری طرف اسمٰعیل کا بیئر زمزم

(۱) پارہ ۱ رکوع ۱۵ سورہ بقرہ

موجود، اسی بیت اللہ کے سامنے نشان قدم ہاجرہ موجود، صفا و مروہ موجود، بیت اللہ کے سامنے غیر اللہ کی ضرورت کیا ہے جو اللہ نے ان غیر اللہ کی نشانیوں کو سجا کے رکھا ہے؟ اپنے گھر کے دروازے پر ان نشانیوں کی کیا ضرورت ہے؟ تو سنو! میرا پروردگار یہ بتا دینا چاہتا ہے کہ تم اللہ کے در کی چوکھٹ نہیں پاسکتے جب تک کہ میرے محبوبوں کے نشان ہائے قدم نہ پالو، جس کو یہاں کی برکت نہیں ملی ہے وہ ان محبوبوں کے نشان ہائے قدم کے صدقے اتارے، تو کیا اس سے سمجھ میں نہ آیا کہ محبوبوں کی یادگاریں قائم کرنا ان کی تعظیم کرنا ان سے ضرور تیں پوری کرنا یہ سب اللہ کو منظور ہے یہی مطلوب بھی ہے اسی کو میں کہہ رہا تھا کہ "وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ" (۱) اسی طرح آپ دیکھتے چلے جائیں تو بزرگوں کی یادگاروں کے لئے کتنی حدیثیں ملیں گی قرآن میں دلیلیں ملیں گی مجھے بتاؤ کیا قرآن میں نہیں ہے کہ جب حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے فراق میں روتے روتے آنکھیں کھو بیٹھے جب یوسف علیہ السلام کے بھائی یوسف علیہ السلام کی بارگاہ میں مدد لینے کے لئے پہونچے قحط سالی اور خشک سالی کی وجہ سے پریشان ہو کر دوسری مرتبہ یوسف علیہ السلام کی بارگاہ میں گئے تو بھائیوں نے انہیں پہچان لیا اور خوف سے کانپنے لگے کہ اف جس کو ہم نے کنوئیں میں ڈبو دیا تھا وہ بادشاہ وقت بن گیا کہیں ہماری گردن نہ اڑا دے مگر یوسف علیہ السلام نے فرمایا "لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ" (۲) تم پر کوئی آفت نہ ہوگی اللہ تم سب کو معاف فرمائے پھر فرمایا میرے والد بزرگوار کیسے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ آپ کی جدائی میں رو رو کر آنکھوں سے معذور ہو گئے ہیں "وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ" (۳) فرماتے

(۱) پارہ ۱۷ رکوع ۱۱ سورہ حج (۲) پارہ ۱۳ رکوع ۳ سورہ یوسف
(۳) پارہ ۱۳ رکوع ۳ سورہ یوسف

ہیں یوسف علیہ السلام "اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا" (۱) میرا یہ کرتا لے کر جاؤ "کرتا" نبی تو نہیں تھا مگر نبی کا کرتا ضرور تھا وہ کرتا کوئی ایسی چیز تو نہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ نے عرش الٰہی پر خاص طور سے اس کی تربیت فرمائی ہو .... وہ کرتا حضرت یوسف علیہ السلام کے جسم اطہر پر کبھی آیا تھا............ انہوں نے فرمایا میرا یہ کرتا لے کر جاؤ اور والد بزرگوار کے چہرے پر رکھدو تو ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور آنکھ کی معذوری ختم ہو جائے گی............ تو اب قرآن عظیم فرماتا ہے ادھر وہ کرتا لے کر چلے ادھر سیدنا یعقوب علیہ السلام اپنے چند بیٹوں سے فرماتے ہیں "اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنِ" (۲) کہ مجھے مصر کی طرف سے یوسف کی خوشبو آرہی ہے تم لوگ مجھ پر سٹھیانے کا الزام مت رکھنا کہ بس یوں ہی جوش وجنون میں بک رہا ہوں یہ مت سمجھنا میں بالکل صحیح بات کہہ رہا ہوں تھوڑی دیر بعد وہ کرتا والا آیا قرآن فرماتا ہے "فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا" (۳) تو جب خوشخبری سنانے والا یعقوب علیہ السلام کے پاس پہونچ گیا اور کرتا جھولے سے نکالا اور حضرت یعقوب کے چہرے پر رکھا۔ "فَارْتَدَّ بَصِيْرًا" تو ان کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اب مجھے بتایئے کہ اللہ نے یہ واقعہ قرآن میں ذکر فرمایا تو ضرورت کیا تھی اس واقعہ کو قرآن میں ذکر کرنے کی؟ ہم بریلویوں کو یہ دلیل دینی تھی اور یہ بتانا تھا کہ اللہ کے محبوبوں سے کپڑے کو بھی نسبت ہو جاتی ہے تو وہ کیمیائے سعادت بن جاتا ہے۔

اب دوسرا نکتہ سنو! کہ ایک نبی کے کرتے سے آنکھیں جگمگا اٹھیں

(۱) پارہ ۱۳ رکوع ۳ سورۂ یوسف
(۲) پارہ ۱۳ رکوع ۵ سورۂ یوسف
(۳) پارہ ۱۳ رکوع ۵ سورۂ یوسف

آنکھ کی گئی ہوئی روشنی واپس آگئی۔ کہاں ہیں انبیاء سے برابری کا دعویٰ کرنے والے اپنا اپنا کرتا لے کر آئیں اور جن کی روشنی ختم ہو گئی ہے ان کی آنکھوں پہ ڈال کر ان کی روشنی واپس کریں۔ مجھے یہ بیان کرنا ہے کہ جب ایک نبی کا کرتا اپنی نسبت کی بنیاد پر دوسرے نبی کو فیض پہونچا سکتا ہے تو کیا امتی کو فیض نہیں پہونچائے گا؟! یوسف علیہ السلام بھی اللہ کے نبی اور یعقوب علیہ السلام بھی اللہ کے نبی ایک نبی کا کام ایک نبی کے کرتے سے بن رہا ہے تو بولو کہ امتی کا کام نبی سے کیوں نہ بنے گا؟! نبی کو ایک نبی سے جب ضرورت ہے تو کتنا بد نصیب ہو گا وہ امتی جس کو نبی سے ضرورت نہ رہے............ غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم بریلویوں کو کتنی مضبوط دلیل عطا فرمائی.......... اب آؤ اور سنو! قرآن شریف پارہ ۲ سورۂ بقرہ کا آخری رکوع پڑھئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیت دنوں بعد ایک نبی بنی اسرائیل میں آئے حضرت شمویل علیہ السلام انہوں نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ تم لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرو ان لوگوں نے کہا کہ جہاد کرنے سے پہلے ہم لوگوں پر ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے انہوں نے فرمایا "اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا" (۱) اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر طالوت کو بادشاہ بنادیا چونکہ بنی اسرائیل ہمیشہ تیز رہے اس لئے کہنے لگے طالوت تو ایک غریب آدمی ہے آپ نے اسے بادشاہ بنادیا ہم مالداروں کو کیوں نہیں بنایا؟............ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے علم و عقل اور جسمانی وجاہت کے اعتبار سے اسے تم سب سے بہتر بنایا طالوت تم میں سب سے بڑا عالم سب سے بڑا مدبر، سب سے زیادہ جسمانی وجاہت اور خوبصورتی رکھتا ہے، ایک بادشاہ اگر بالکل بچوچ قسم کا

(۱) پارہ ۲ رکوع ۱۶ سورۂ بقرہ

ہو تو کیا رعب قائم ہوگا یہ تو حضرت شمویل نے فرمایا کہ وہ کم گو، وجیہ، خوبصورت، علم و تدبر، ہر اعتبار سے تم لوگوں میں یکتا ہیں اس لئے یہ بادشاہ ہیں اللہ تعالیٰ نے انھیں بادشاہ بنایا ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو دلیل دیجئے کیوں؟ کتنے تیز ہے تھے بنی اسرائیل کہ ایک نبی فرما رہے ہیں کہ اللہ نے انھیں بادشاہ بنایا ہے مگر ان کو نبی کا کہنا دلیل سمجھ میں نہیں آیا، الگ سے دلیل چاہئے تو فرماتے ہیں حضرت شمویل علیہ السلام "اِنَّ اٰیَۃَ مُلْکِہٖۤ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْہِ سَکِیْنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ بَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسٰی وَ اٰلُ ھٰرُوْنَ تَحْمِلُہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ" (۱) سن لو ان کے بادشاہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تمہارے مجمع کے بیچ میں تم لوگوں کے بیچ وبیچ ایک لکڑی کا صندوق لاکر رکھدیا جائے گا ایک صندوق آگیا اوپر سے اس صندوق کے اندر اللہ کی رحمتوں کا خزانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے تبرکات ہونگے اور اس صندوق کو فرشتے سر پر اٹھا کر لائیں گے۔ (تحملہ الملائکۃ)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو رسول پاک کے چچا زاد بھائی اور آپ کے صحابی ہیں رسول پاک نے ان کو سینے سے لگا کر یہ دعا دی "اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ وَتَاوِیْلَ الْقُرْاٰنِ" (۲) اے اللہ انھیں قرآن اور اس کا بھید سکھادے قرآن کے اتنے بڑے عالم قرآن کے اتنے بڑے جانکار صحابہ کے بیچ میں حضرت عبداللہ ابن عباس راس المفسرین کہلاتے ہیں یعنی سارے قرآن کا علم رکھنے والوں کے سردار وہ فرماتے ہیں کہ تابوت سکینہ آیا تو اس کے اندر رحمتوں کا خزانہ آگیا اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات بھی اس

(۱) پارہ ۲ رکوع ۱۵ سورۂ بقرہ
(۲) بخاری جلد اول باب مناقب ابن عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ص ۵۳۱

میں موجود تھے اس کے اندر موسیٰ علیہ السلام کے نعلین تھے حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ شریف تھا توریت یعنی کلام اللہ کی تختی اب میں سوچ رہا ہوں یا اللہ تیرا کلام اور نبی کے نعلین کیسے رکھے گئے ہونگے سوچا تو میرے دل نے فیصلہ کیا کہ اس طرح رکھا گیا ہوگا کہ پہلے حضرت موسیٰ کے نعلین رکھے گئے ہوں گے اس کے اوپر ہارون علیہ السلام کا عمامہ اس کے اوپر کلام اللہ کی تختی اس طرح رکھا گیا ہوگا تو ادب ہوگا مگر سنو فرشتے اس کو سر پر لاکر رکھ رہے ہیں تو توریت ان کے سر پر ہے، نعلین ان کے سر پر ہے ہارون علیہ السلام کا عمامہ ان کے سر پر ہے اور اللہ فرمارہا ہے کہ یہ تابوت رحمتوں کا خزانہ ہے۔

حضرت شمویل علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر جھرمٹ لگائے ہوئے بہت سے آدمیوں کی تعداد میں بیٹھے ہوئے ہیں اتنے میں فرشتے تابوت لے کر آئے کھولا گیا تو تبرکات نکل آئے سب کو یقین ہوگیا کہ طالوت ہمارے بادشاہ ہیں، فرماتے ہیں حضرت شمویل علیہ السلام کہ اے طالوت! جالوت نے بڑی سرکشی کی سب سے پہلے جہاد کرنے جاؤ فوج تیار کرو جالوت پر حملہ کرو، حضرت شمویل نے فرمایا میں بھی چلونگا ہمارے ساتھ یہ تابوت بھی چلے گا حضرت شمویل کے حکم سے حضرت طالوت نے فوج تیار کی بہت سے فوجی چل پڑے تو پھر انھوں نے فرمایا کہ راستے میں ایک نہر پڑے گی اللہ تعالیٰ اس نہر کے ذریعہ تم کو آزمائے گا، لو چل رہی ہوگی تم لوگوں کو پیاس لگی ہوگی نہر دیکھ کر کہیں تم لوگ بہت پانی نہ پینا جو پیئے گا وہ باغی رہے گا "اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَۃًۢ بِیَدِہٖ" (۱) مگر وہ آدمی جو ایک لپ پی لے تو اتنی اجازت ہے، اتنا پانی پی سکتے ہو اس سے زیادہ جائز نہیں............اس

(۱) پارہ ۲ رکوع ۱۶

زمانے میں بھی کچھ لوگ ایسا عقیدہ رکھتے تھے کہ نبی کو دیوار کے پیچھے کی کیا خبر ان لوگوں نے کہا چلو یار نبی نے کہا ہے ہم لوگ پی لیں گے کوئی ایک بالٹی پی گیا کوئی آدھی بالٹی جس نے بھی ایک چلو سے زیادہ پیا وہ وہیں لیٹ گیا۔ میدان جہاد کی طرف چلنے کو کہا گیا تو بولے کہ اب تو چلنے کی سکت ہی نہیں ہے مگر ان میں کچھ وہ بھی تھے جو خوف خدا اور ایمان کامل رکھتے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ نبی ہمیں دیکھ رہے ہیں ان کا حکم ہے کہ ایک لپ سے زیادہ نہ پئیں تو اس سے زیادہ نہیں پئیں گے تو وہ فرماتے ہیں کہ اتنے ہی سے ان کی پیاس ختم ہو گئی اور بدن میں ایسی چستی آ گئی کہ وہ لوگ نہر کے پار نکل گئے اور یہ لوگ نہر کے اس پار ہی لیے ہو گئے۔

بخاری شریف میں یہ حدیث ہے حضرت براء ابن عازب فرماتے ہیں کہ "كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّ اَصْحَابَ بَدْرٍ ثَلٰثُمِائَةٍ وَبِضْعَةَ عَشَرَ بِعِدَّةِ اَصْحَابِ طَالُوْتَ الَّذِيْنَ جَاوَزُوْا مَعَهُ النَّهْرَ" (۱) کہتے ہیں کہ نہر کے اس پار طالوت کے ساتھ تین سو تیرہ آدمی گئے، یعنی اصحاب بدر کی تعداد کے برابر، فرماتے ہیں کہ جب دونوں طرف کی فوج آمنے سامنے ہوئی تو دیکھا گیا کہ طالوت کے ساتھ تین سو تیرہ سپاہیوں کے پاس ہتھیار تک نہیں، اور ادھر جالوت ہزاروں کی فوج میں تیر و تلوار کے ساتھ ہے خود جالوت تاڑ کی طرح لمبا لوہے میں ڈوبا ہوا ہے، زمین پر چلتا تو زمین دل دل دہلتی، اس کے سامنے ایک دبلا پتلا سپاہی پہونچا اور کہا جالوت اللہ کے باغی خدا سے ڈر، جالوت نے قہقہہ لگا کر کہا جاؤ جاؤ تیرے جیسوں کو میں پاؤں سے مسل دوں تو کباب بن جائے تو مجھ سے کیا ٹکر لے گا تو انہوں نے کہا اتنا غرور؟

---

(۱) بخاری جلد ۲ ص ۵۶۳

آ میں حملہ کرتا ہوں "بچ" دبلے پتلے سپاہی نے ایک پتھر زمین سے اٹھایا اور اپنی رسی لے کر اس کے اندر گرہ لگا کر پھنسا دیا۔ اور نشانہ لگا کر ٹھیک پیشانی پر مارا جب مارا تو پتھر پیشانی میں گھس گیا اور بھیجا پھاڑ کر گدی کی طرف سے نکل گیا۔ قرآن فرماتا ہے "وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ" وہ دبلا پتلا سپاہی جانتے ہیں کون تھا؟ وہ حضرت داود علیہ السلام تھے جب آپ نے مارا تو جالوت درخت کی طرح زمین پر آ کر فی النار ہو گیا پھر اللہ کے حکم سے ان چند سپاہیوں نے جالوت کی پوری فوج کو تباہ و برباد کر دیا حضرت طالوت نے جب یہ دیکھا کہ دشمن کی فوج ہزاروں ہزار کی تعداد میں ہے تو گھبرا گئے کہ کیسے مقابلہ ہوگا؟ حضرت شمویل علیہ السلام سے کہتے ہیں کہ اے اللہ کے نبی اتنی بڑی فوج سے میرے بھوکے پیاسے سپاہی کیسے مقابلہ کریں گے؟ فرماتے ہیں کہ اے طالوت! گھبراؤ نہیں مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ اور یہ اعلان کر دو کہ جو کوئی جالوت کو مارے گا اس کو آدھی حکومت ملے گی اور سن لو تم حملہ کرو اور یہ تابوت سکینہ مصیبت کے وقت کام آئے گا یہی سامان ہے اس کو وسیلہ بنا کر دعا کرتا ہوں اس کے بعد حضرت شمویل علیہ السلام نے حملہ کرایا، اور تابوت کو بھی آگے بڑھا دیا اور اللہ تعالی سے عرض کی کہ اے اللہ اس تابوت میں جو تبرکات ہیں ان کے صدقے میں تو حق کا پرچم بلند فرما دے ادھر دعا ہو رہی ہے ادھر داود علیہ السلام کا پتھر جالوت کی پیشانی سے ٹکرایا جالوت زمین پر ڈھیر ہو گیا، اور حق کی فتح ہو گئی دو لو سمجھ میں آ گیا کہ تبرکات میں برکتیں کتنی ہوتی ہیں؟ اور اس کو قرآن نے فرمایا "سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ" یہ تو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات کا حال تھا اس زمانے میں یہ تبرکات ہم کہاں پائیں۔ مگر سنو نبی کے تبرکات نہ سہی نبی کے چاہنے

والوں کے تبرکات بھی اگر مل جائیں تو ان سے بھی بگڑا کام بن سکتا ہے۔

یاد کرو وہ زمانہ جب کہ محمود غزنوی سومناتھ مندر فتح کرنے آئے تھے چار مہینے تک محاصرہ کیا مگر کوئی کامیابی نہیں ملی، سارے کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا، لشکر کے افسروں نے عرض کی کہ اے بادشاہ سلامت اب واپس چلئے آئندہ پوری تیاری کر کے آئیں گے فرمایا کہ اگر تم لوگ تیاری کرو گے تو کیا یہ لوگ نہیں تیاری کریں گے؟ جتنی تم لوگ تیاری کر کے آؤ گے اس سے زیادہ یہ لوگ تیاری کریں گے تو افسروں نے کہا سرکار ہم کیا کریں کھانے پینے کا سامان نہیں ہے جب پیٹ بھوکا رہے گا تو کام کیسے چلیگا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ٹھیک کہتے ہو مگر ایک دن اور انتظار کر لو کہا ایک دن نہیں آپ کے حکم کے مطابق ہم لوگ دو چار دن تک انتظار کریں گے مگر واپس چلنا پڑے گا، کہا کوئی حرج نہیں۔ پھر اپنے تمام کمانڈروں اور سپہ سالاروں کو حکم دیا کہ فوجیں تیار کی جائیں کل قلعہ پر حملہ کیا جائے گا اور جب میں اشارہ کروں تو حملہ کیا جائے دوسرے دن فوج تیار کی گئی محمود نے مصلی زمین پر بچھا دیا سامنے اپنے پیر روشن ضمیر حضرت سیدنا شیخ ابو الحسن خرقانی علیہ الرحمہ کا کرتا رکھدیا اور ادھر اشارہ کر دیا کہ فوج چڑھائی کرے اور خود سجدے میں گر پڑے اے پروردگار عالم، اے رب العالمین آج ہمارے پاس تابوت سکینہ نہیں ہے اے اللہ، آج ہمارے پاس وہ تابوت سکینہ نہیں ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کا نعلین مبارک اور ہارون علیہ السلام کا عمامہ تھا مگر اے پروردگار آج میرے پاس تیرے ایک محبوب بندے کا ایک کرتا ہے اے اللہ تو ہمارے گناہوں کو نہ دیکھ ہم پاپی ہماری فوج پاپی ہم حق کی فتح کی بھیک مانگتے ہیں۔

اے میرے پروردگار میرے شیخ کے کرتے کے صدقے میں پرچم

حق بلند فرما، ادھر دعا ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ ادھر قلعہ کا پھاٹک ٹوٹ گیا، اور مسلمانوں کی فتح ہو گئی۔ چونکہ ہر زمانے میں انبیاء کرام کے تبرکات سے دعاء مانگی جاتی تھی تو ہم تو انبیاء کرام کے غلام ہیں۔

" عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل " تو ان کے تبرکات ان کی برکتیں ان کے جلوے ہی تو لے کر مانگتے ہیں اس لئے سن لو، برکتیں ملیں گی.......... اس طرح کے واقعات قرآن میں اور ہیں مگر میں ان کو ابھی موقوف کرتا ہوں اور میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرے آقا نے اس طرح کے حالات وواقعات سے ہمیں کس طرح روشن راہیں دکھائیں، اور صحابہ کرام کا یہ معمول بھی تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات سے فیض اٹھاتے، بخاری شریف میں کیا آپ نے یہ حدیث نہیں پڑھی ہے؟ حضرت اسماء بنت ابی بکر کے پاس سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کا ایک کرتا تھا جب کوئی آدمی بیمار پڑتا تو انکے گھر آتا اور اس مبارک پیراہن کو دھو کر پی لیتا۔ اور اسے اسی وقت شفا مل جاتی۔ (۱)

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اٹھا لیجائے تھوڑی خاک ان کے آستانے سے

حضرت ام عمارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک تھے، ایک شیشی میں رکھتی تھیں جب کوئی بیمار ان کے پاس آتا تو تھوڑا پانی اس میں ڈال دیتیں اور آہستگی کے ساتھ پانی

(۱) مسلم جلد دوم ص ۱۹۰ نیز بخاری شریف، مسلم شریف اور مشکوۃ کتاب اللباس میں حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کے بارے میں بھی اسی قسم کی متعدد روایتیں موجود ہیں۔ مرتب

نکال لیتی تھیں تاکہ موئے مبارک شریف اندر ہی رہ جائے اور وہ پانی مریض
کو پلا دیتی تھیں، اب وہ چاہے بخار کا مریض ہو کہ پیٹ کا مریض ہو، ہڈی کے
درد کا مریض ہو چاہے کسی کا مریض اس مریض کو موئے مبارک کا فیضان
پہونچتا اور وہ شفایاب ہو جاتا۔ حدیث کے الفاظ ہیں "كَانَتْ لِأُمِّ عَمَارَةَ شَعَرَاتٌ مِنْ
شَعْرِهِ ﷺ كَانَتْ تَغْسِلُهَا وَتَشْرَبُ غُسَالَتَهَا الْمَرْضَى فَيَحْصُلُ لَهُمُ الشِّفَاءُ" (۱)
اب مجھے بتاؤ کہ اسماء بنت ابی بکر یا ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو
بدعت کا یہ راستہ کس نے بتایا تھا؟ کیا یہ شرک و بدعت نہیں ہے؟ یہ تعلیم
تو خود آقا نے دی تھی، لائیے بخاری شریف کی جگہ یہ حدیث شریف مذکور
ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مکہ اور
مدینہ کے درمیان مقام جعرانہ میں سرکار دو عالم ﷺ کے ہمراہ رکے
ہوئے تھے سرکار کے ساتھ حضرت بلال بھی تھے اچانک ایک اعرابی آیا اور
کہنے لگا "أَلَا تُنْجِزُ لِي مَا وَعَدْتَنِي فَقَالَ لَهُ أَبْشِرْ" (۲) کیا آپ اپنا وعدہ پورا نہ
کریں گے؟ تو حضور نے فرمایا اب میرے پاس مال آئے گا تو دونگا بشارت
قبول کر اس نے کہا "قَدْ أَكْثَرْتَ عَلَيَّ مِنْ أَبْشِرْ" (۳) بہت بشارت ہو چکی اب
مجھے مال دیجئے۔ بڑا جنگلی قسم کا آدمی تھا، حضور کا چہرہ سرخ ہو گیا، حضرت
ابو موسیٰ اشعری اور حضرت بلال موجود تھے ان کی طرف متوجہ ہو کر
حضور فرماتے ہیں "رَدَّ الْبُشْرَى فَاقْبَلَا أَنْتُمَا" (۴) تم دونوں بشارت قبول
کر لو یہ نہیں قبول کر رہا ہے تو ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہم لوگوں نے قبول کیا، حضور نے فرمایا جاؤ پانی لے کر آؤ حضرت ابو موسیٰ
اشعری کہتے ہیں کہ بلال ایک کٹورے میں پانی لائے رسول پاک صلی اللہ علیہ
وسلم نے کٹورے میں دست مبارک ڈال دیا اور اپنے ہاتھ دھوئے پھر پانی نکالا

(۱) زرقانی (۲) بخاری جلد ثانی ص ۶۲۰، مسلم جلد ثانی ص ۳۰۳ (۳) ایضا (۴) ایضا

منھ میں ڈالا اور اسی کٹورے کے اندر کلی کر دی .... پھر پانی لیا آنکھ
اور چہرے میں مل کر اسی کٹورے میں ڈال دیا کٹورے میں میرے آقا صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہاتھ کا دھوون، مقدس چہرے کا دھوون، دہن مبارک کا دھوون،
ہے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس برتن میں اپنے اعضائے پاک
دھونے کے بعد فرماتے ہیں "اِشْرَبَا مِنْهُ وَأَفْرِغَا عَلَى وُجُوهِكُمَا وَنُحُورِكُمَا" (۱)
کہ اے بلال اور اے ابو موسیٰ اشعری اس پانی کو پی لو اور کچھ چہرے پر اور کچھ سینے
پر مل لو، حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خیمے میں تشریف فرما
تھیں وہیں سے یہ منظر دیکھ رہی تھیں وہیں سے پکار کر کہتی ہیں "فَنَادَتْ
أُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَرَاءِ السِّتْرِ أَنْ أَفْضِلَا لِأُمِّكُمَا" (۲) دیکھو بلال اور دیکھو ابو موسیٰ
اشعری تبرک اکیلے چٹ مت کر جانا اپنی ماں ام سلمہ کے لئے بھی بچا کر رکھنا۔

دنیا کی عورتیں چاہے کتنے ہی بڑے پیر کی بیوی ہوں مگر یہ عورتیں
اس پیر کو اپنا شوہر ہونے کے ناطے اس کی بزرگی نہیں مانتیں چاہے وہ مولانا کی
بیوی ہو، چاہے مفتی کی ہو، چاہے کوئی ہو، مگر نبی کے ازواج کو تو دیکھو کہتی ہیں
دیکھو تبرک اکیلے مت پی جانا تم لوگ اپنی ماں کے لئے بھی بچا کے رکھنا، آپ
ازواج مطہرات کا اندازہ لگایئے کہ وہ میرے آقا کی کتنی برکتیں دیکھتی تھیں کہ
جس کی وجہ سے آقا کی عقیدت میں یہ کہنے پر مجبور ہو جاتیں کہ میرے آقا کے
چہرۂ مبارک کا پانی ان کے ہاتھوں کا پانی کلی کا پانی انہیں کیوں نہ پلایا گیا؟
ابو موسیٰ اشعری کو کیوں پلایا؟ حضرت بلال کو کیوں پلایا؟ یہ بتانے کے لئے۔

فلک پہ نہ بدر اچھا ہے نہ ہلال اچھا ہے
چشم بینا ہو تو دونوں سے بلال اچھا ہے

(۱) بخاری جلد ثانی ص ۶۲۰ (۲) ایضا

یہی وجہ ہے کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ واقعہ آپ بخاری شریف میں کئی جگہ پڑھیں گے کہ میرے آقا جب وضو کرتے تھے تو صحابہ آپ کے دھون کے لئے آپس میں ٹوٹ پڑتے تھے اور آپ کے دھون کو چہرے پر مل لیتے تھے اپنے سینے پر مل لیتے تھے، اور جب حضور کا مبارک کھنکھار اور ناک مبارک کی رطوبت باہر ہوتی تھی تو صحابہ اس کو اس طرح ٹوٹ کر حاصل کرتے تھے کہ "کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وُضُوْئِہٖ" (۱) اس کے لئے قریب تھا کہ آپس میں تلواریں چلادیں اور وہ جس کو مل جاتا وہ اپنے سینے اور چہرے پر مل لیتا، اور جس کو نہ ملتا اپنے ساتھی ہی کا ہاتھ لے کر مل لیتا کہ چلو وہ رطوبت تو نہ ملی مگر اس رطوبت سے نسبت رکھنے والا ہاتھ تو مل گیا وہی چھو لو اور وہی مل لو............اب بولئے اگر کوئی وضو کرنے والا وضو کرے گا تو وضو کا پانی پیچھے گرے گا یا سامنے، میرے آقا کے سامنے یہ لوٹ کھسوٹ چل رہی ہے ایک مرتبہ بھی میرے آقا نے یہ نہ کہا کہ گندے ہو گئے گھناؤنے ہو گئے ہو بلکہ میرے آقا اس پر خوش ہوتے، یہ بتانے کے لئے کہ سنو!............دنیا والوں کا یہ تھوک گندگی اور بیماری پھیلاتا ہے مگر میرا لعاب دھن بیماروں کو شفا عطا فرماتا ہے پھر اٹھائیے بخاری شریف کتاب المغازی باب الغزوۃ الحدیبیۃ حضرت براء ابن عازب اور جابر بن عبداللہ رضی المولیٰ عنہما کی یہ حدیث پڑھیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ میں تشریف لائے تو اس غزوہ میں تقریباً ۱۴۰۰ ار سو یا ۱۵۰۰ سو لوگ تھے باختلاف روایت وہ لوگ حضور کے ساتھ وہاں اترے جہاں ایک کنواں تھا جس کا نام حدیبیہ تھا اس کنوئیں میں پانی بہت کم تھا صحابہ نے تھوڑی ہی دیر

(۱) بخاری جلد اول ص ۳۱

میں سب پانی ختم کر دیا، اور وضو کرنے اور دیگر ضروریات کے لئے ایک قطرہ بھی پانی نہ رہا اب لوگ پریشان "العطش، العطش" ہائے پیاس ہائے پیاس حلقوم کانٹا ہو رہا ہے، اب تو دم نکل جائے گا دوڑے دوڑے صحابہ کرام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ کنواں سوکھ گیا اب کچھ نہ بچا، پانی نہیں ہے پیاس کی شدت سے ہر طرف کہرام مچا ہے لوگوں کے حلق میں کانٹے پڑ رہے ہیں حضور نے فرمایا لیکن ابھی تو کچھ پانی ہوگا، تھوڑا سا پانی لے کر آؤ، صحابہ کرام نے تلاش کیا ایک صحابی کے پاس تھوڑا سا پانی نکلا وہ پانی رسول پاک کے پاس ایک پیالے میں لایا گیا، میرے آقا نے اپنا دست کرم دھویا اور پانی لے کر دہن مبارک میں گردش دی پھر اسی میں کلی فرمادی اور فرمایا کہ لے جاؤ اور کنوئیں میں ڈالدو صحابہ کرام وہ پانی لے کر آئے اور کنوئیں میں ڈالدیا تھوڑے انتظار کے بعد وہ پانی کنوئیں سے ابلا اور اتنا ابلا کہ کنواں پانی سے لبالب ہو گیا (۱) میرے آقا بتا رہے ہیں کہ محبوبوں سے نسبت رکھنے والی چیزوں میں برکت کیسے ابلتی ہے اس کا فیضان کرم بادل کی طرح برستا ہے ایسی نظیریں اگر میں پیش کروں تو بے شمار نظیریں ملیں گی مگر اتنے ہی سے آپ لوگوں کا سمجھ لینا کافی ہے۔

اب آئیے سنئے رسول پاک علیہ السلام کے تبرکات بڑی خوش نصیبی سے ہمیں ملتے ہیں کبھی کبھی موئے مبارک کی زیارت کا موقع مل جاتا ہے موئے مبارک کی زیارت بڑی خوش قسمتی ہے بخاری شریف کتاب الوضوء میں حضرت امام محمد ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ہے "قُلْتُ لِعُبَیْدَۃَ عِنْدَنَا مِنْ شَعْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَصَبْنَاہُ مِنْ

(۱) بخاری جلد ثانی کتاب المغازی ص ۵۹۸، مشکوٰۃ باب المعجزات ص ۵۳۲

یقبل انس" (۱) حضرت محمد ابن سیرین فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبیدہ سے کہا کہ میرے پاس رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند موئے مبارک ہیں جو حضرت انس کے ذریعہ مجھے ملے یہ کون کہہ رہے ہیں؟ حضرت امام محمد ابن سیرین جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید اور خلیفہ ہیں امام محمد ابن سیرین کو نہ معلوم کتنے صحابہ کرام سے ملاقات کا موقع ملا، اور پھر وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سے کہا، کون عبیدہ؟ جو حضور کے زمانے میں حضور کے وفات سے دو سال قبل ایمان لائے فرماتے ہیں "لَأَنْ تَكُوْنَ عِنْدِيْ شَعْرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا" (۲) سن لو! اگر اس موئے مبارک میں سے ایک ٹکڑا بھی مل جائے تو خدا کی قسم ساری دنیا کی دولتیں اس پر قربان کر دوں آخر وہ لوگ بریلی والا مسئلہ کہاں سے لے کر آ گئے اس زمانے میں جو خیر القرون تھا اس زمانے میں لوگ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں کہ موئے مبارک مل جائے تو سب قربان کر دوں۔ کیوں؟ اس لئے کہ دنیا کی دولت فانی ہے اور موئے مبارک کی برکت باقی ہے دنیا کی دولت شاید دنیا میں فائدہ دے ورنہ ممکن ہے عذاب آخرت کا باعث بن جائے مگر موئے مبارک دنیا کی سعادت کا ضامن اور آخرت کی سعادت کا ضامن ہے اس لئے وہ اتنی آرزو رکھتے تھے "مَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ" (۳) یہ تو میرے آقا کی باتیں ہیں خدا کی قسم میں نے بزرگوں کے حالات میں بہت سی ایسی باتیں پائی ہیں ہمارے مشائخ مارہرہ مطہرہ میں ایک بزرگ سے کسی زمانے میں ایک جملہ نکل گیا اب اس کی برکتیں دیکھئے! کہ وہ بطور عمل جاری ہو گیا کسی آدمی کو کتے نے کاٹ لیا تھا وہ

(۱) بخاری جلد اول کتاب الوضوء ص ۲۹ (۲) ایضا (۳) پارہ ۱۷ رکوع ۱۱ سورۃ الحج

آدمی ان کے پاس آیا کہ حضور کچھ کر دیجئے انہوں نے مذاق مذاق میں ایک جملہ کہہ دیا (بندر ناچ ریچھ نچاوے کتے کا کاٹا زہر نہ آوے دہائی اخی جمشید جی کی) اب اسی روز سے یہ عمل چلا آ رہا ہے کہ جس آدمی کو کتے نے کاٹ لیا۔ تو چاک کی مٹی کے نانولے، لاکر اس جگہ پھیریں اور تین مرتبہ یہ کہہ دیں، بندر ناچے ریچھ نچاوے کتے کا کاٹا زہر نہ آوے دہائی اخی جمشید جی کی، پھر اس غولے کو توڑ کر دیکھیں جس رنگ کا کتا کاٹا ہوگا اس رنگ کا بال نکل آئے گا اور مریض ٹھیک ہو جائے گا کتنے مریضوں پر میں نے اس کا تجربہ کیا ہے میں نے کہا سبحان اللہ میرے بزرگوں سے کوئی بات بطور مذاق بھی نکل جائے تو تبرک بن جائے اور اس تبرک کا فیضان کہاں سے کہاں تک جاری ہو گیا۔ مجھے یاد آیا کہ ایک مرتبہ حضرت شرف الدین یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ جو بہار شریف میں آرام فرما ہیں وہ کہیں دیہات میں تشریف لے جا رہے تھے رات کا وقت ہو گیا تو انہوں نے ایک دیہاتی سے کہا مجھے اپنے گھر میں تھوڑی سی جگہ دیدو میں رات میں رکونگا تو اس دیہاتی نے کہا وہ میری عورت ۳ ر دن سے دردزہ سے پریشان ہے موت اور زیست کی کشمکش میں ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ مر جائے گی اب اس حالت میں آپ کو مہمان بناؤں جب تک میرا کام نہیں ہو جاتا تب تک میں کسی کو مہمان نہیں بناؤنگا............ تو حضرت یحیٰ منیری نے کہا جا تیرا کام بن گیا، سرپہ چھپنی کر پہ گھڑا نکل پڑی یا نکل پڑا، تو وہ آدمی گھر میں جا کر دیکھتا ہے کہ بچہ پیدا ہوا ہے اب جناب والا انہوں نے اس طرح کہا کہ مذاق معلوم ہوتا ہے مگر اس روز سے آج تک یہ معمول ہو گیا کہ جب کسی عورت کے پیٹ میں دردزہ ہو اور بچے کی پیدائش معتذر ہو جائے تو ایسے موقع پر ایک مٹی کے پیالہ پر لکھدو (سرپہ چھپنی) اور سرپہ

رکھدو بچہ کی پیدائش ہو جائے گی اور پھر فوراً اتار دو ورنہ آنتیں بھی باہر ہو جائیں گی یہ کیفیت ہے۔

اب ذرا سوچو! کہ بزرگوں کے تبرکات کی کیا شان ہے؟ جو رسول کا غلام بن جاتا ہے عالم اس کا غلام بن جاتا ہے۔ دنیا اس کی مٹھی میں آجاتی ہے۔

"وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ" (۱)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

☆☆☆☆

(۱) پارہ ۱۷ رکوع ۱۱

۲

اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ اور احادیثِ نبویہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الَّذِیْ اَبْدَعَ الْاَفْلَاکَ وَالْاَرَضِیْنَ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَھُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ الَّذِیْ اَرْسَلَہٗ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ الَّذِیْ اَفَاضَ عَلَیْنَا اَنْوَارَ الْهِدَایَۃِ وَالْحَقِّ وَالْیَقِیْنِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَعَلَیْنَا مَعَهُمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

اَمَّابَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَغْنٰهُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ۔ (۱)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَاَکْمَلُ التَّسْلِیْمِ۔

ایک بار نہایت عقیدت واحترام کیساتھ رسول اکرم نور مجسم ہادیٔ سبل رحمت کل سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ رحمت پناہ میں درود پاک کا نذرانہ محبت پیش کریں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ صَلٰوۃً وَّسَلَامًا عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ۔

رفیقان گرامی اور عزیزان ملت اسلامیہ! آج مجھے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اختیارات وتصرفات پر گفتگو کرنے کا موقع دیا گیا ہے

(۱) پارہ ۱۰ رکوع ۱۶ سورہ توبہ

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اختیارات وتصرفات، ایک ایسا موضوع ہے جسکے اوپر عہد رسالت سے لیکر عصر حاضر تک امت اسلامیہ کا اتفاق رہا ہے لیکن آج کچھ لوگوں نے اپنے ذہن وفکر سے جب یہ عقیدہ وضع کرلیا کہ ایک نبی عام انسان کے جیسا ہوتا ہے۔ تو انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عام انسانوں جیسے اختیارات اور انھیں جیسی قوت وتصرفات کا اعلان کردیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن عظیم میں اور احادیث نبویہ میں اور اسلاف کے عقائد وفکر میں دلائل کا ایک سیل رواں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے خلیفہ اعظم ہیں اور اسکے نائب مطلق ہیں اور یہ خلافت ونیابت اسی وقت اپنے حق کو پہونچ سکتی ہے جب کہ رب قدیر جل جلالہ کے صفات کا بھرپور جلوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نمایاں ہو تو یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ عقیدہ صرف بریلی کی پیداوار ہے۔ بلکہ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ اس عقیدے کی تعلیم ہمیں قرآن نے دی۔ اور اس عقیدے کی تلقین رسول اکرم ﷺ نے ہمکو کی۔ اور اس عقیدے پر قیام واستحکام کا جو ایک سلسلہ لامتناہی ہمارے سامنے نظر آتا ہے۔ وہ صحابہ کرام اور ہمارے اسلاف سے اب تک چلا آرہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آج احادیث نبویہ کی روشنی میں اس سلسلے میں تھوڑی سی گفتگو کروں۔ لیکن اس گفتگو سے پہلے میرا خیال یہ ہے کہ ذہنوں کو قریب کرنے کیلئے آپکے تھوڑے سے حالات کا جائزہ لینے کیلئے ایک تمہید پیش کردوں تو بات بہت جلد ذہن میں اتر جائے گی پہلے ایک بار درود پاک پڑھیں تاکہ ہماری اور آپ کی گفتگو آگے بڑھ سکے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ....

عزیزان ملت! ہم میں سے کون ایسا نہیں ہے کہ جسکو اللہ تبارک وتعالی نے جسمانی طور پر قوتیں اور توانائیاں عطا نہ کیں ؟ اور ان قوتوں کا اظہار بظاہر خود ہماری ذات سے نہ ہوتا ہو؟ مثلاً اللہ تبارک وتعالی نے ہمارے ہاتھوں میں ایک قوت رکھی ہے جس سے ہم کسی گرتے ہوئے کا سہارا بھی بن جاتے ہیں۔ اور اس قوت سے ہم کسی کا گلا بھی دبا دیتے ہیں۔ اس قوت سے ہم دستگیری بھی کرتے ہیں۔ اور اس قوت سے ظلم کے پہاڑ بھی توڑتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تبارک وتعالی نے ہماری زبان میں ایک قوت رکھی ہے جس سے امر بالمعروف نہی عن المنکر کا کام لیتے ہیں۔ اور اسی سے ہم لوگوں کو گالیاں بھی دے سکتے ہیں۔ اور دعائیں بھی دے سکتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالی نے ہمارے جسم کے باہر بھی کچھ طاقت رکھی ہے ان طاقتوں کا ایک بہت ہی عظیم سلسلہ رواں دواں ہے آپ اگر غور فرمائیں تو کیا ہمارے گرد دولتوں کا انبار نہیں ہوتا؟ اور وہ دولتیں ہماری قوت بنا کرتی ہیں۔ ہماری عزت اور شوکت بنا کرتی ہیں۔ مثلاً ہماری جیب میں اگر پیسے ہیں تو ایک غریب ایک مسکین اور ایک یتیم کی مدد بھی اس سے کر سکتے ہیں۔ اور جیب میں پیسے ہیں تو ہم اس سے جوا بھی کھیل سکتے ہیں۔ سینما بازی بھی کر سکتے ہیں سود کے کاروبار میں بھی اسکو لگا سکتے ہیں۔ جیب میں پیسے ہیں تو مظلوموں کی دستگیری بھی کر سکتے ہیں۔ تو یہ پیسے اور یہ دھن دولت بھی انسان کی ایک قوت ہیں یہ ساری قوتیں رکھتے ہوئے بھی آپ مجھے یہ بتائیں کہ کیا دین کے بارے میں کچھ اختیار رکھتے ہیں ؟ آپ اپنی قوتوں سے دنیا کے معاملے میں بہت سارا کام انجام دے سکتے ہیں۔ اپنی قوتوں کی وجہ سے آپ لوگوں کی دستگیری بھی کر سکتے ہیں۔ کسی کے گھر میں آگ بھی لگا سکتے ہیں۔

کسی کے جلتے ہوئے خرمن کی آگ بجھا سکتے ہیں۔ مگر آپ مجھ کو یہ بتا سکتے ہیں کہ اپنی کسی قوت سے دین کے اندر بھی کوئی تصرف کر سکتے ہیں ؟ کسی حلال کو حرام قرار دیدیں۔ کسی مستحب کو فرض قرار دیدیں۔ کسی فرض کو جائز کے درجے میں رکھدیں۔ یہ آپکے اختیار سے باہر ہے۔ دنیا کا بڑا سے بڑا طاقتور انسان بھی دنیاوی معاملات میں کتنی ہی طاقت کیوں نہ رکھتا ہو۔ مگر دین کے معاملے میں بے بس اور مجبور نظر آتا ہے مگر ہم کو یہ کہ لینے دیا جائے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیاوی اختیارات کیا ہوں گے۔ وہ تو بعد میں دیکھوں گا دین میں وہ اختیارات ہیں کہ قرآن فرماتا ہے۔ "مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا"۔ (۱)

رسول جو دیدیں وہ لے لو رسول جس چیز سے روک دیں باز آجاؤ،

نبی کے وہ اختیارات ہیں کہ اللہ نے اسطرح سے نہ فرمایا کہ رسول کے روکنے اور رسول کے حکم دینے کا کوئی اعتبار نہیں ہے اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ جب میری طرف سے میرا حوالہ دے کر میرا حکم دیں تو مانا جائیگا۔ بلکہ ڈائرکٹ اسطرح کی بات کی گئی کہ رسول جو دیدیں وہ لے لو اور جس سے روک دیں اس سے باز آجاؤ۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کو دین کے معاملے میں اپنا خلیفہ مطلق بنایا اپنا نائب اعظم بنادیا۔ اب رسول جس چیز کو چاہیں حلال کریں اور جس چیز کو چاہیں حرام کریں۔ یہی وجہ ہے کہ بخاری شریف و مسلم شریف اور حدیث کی دوسری کتابوں میں صراحت ملتی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر دین میں اختیارات کا

---

(۱) پارہ ۲۸ رکوع ۳ سورۂ حشر

اعلان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے مکے کو حرم بنایا ہے۔ "لَا یُعْضَدُ شَوْکُہَا وَ لَا یُنَفَّرُ صَیْدُہَا وَ لَا یُلْتَقَطُ لُقَطَتُہَا اِلَّا مَنْ عَرَّفَہَا وَ لَا یُخْتَلٰی خَلَاہَا فَقَالَ الْعَبَّاسُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَاِنَّہٗ لِقَیْنِہِمْ وَلِبُیُوْتِہِمْ فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ" (۱) اللہ نے مکہ کو حرم بنایا ہے کہ یہاں کا کوئی کانٹا بھی نہ توڑا جائے یہاں کے درخت نہ کاٹے جائیں اور یہاں کی گھاس نہ اکھیڑی جائے تو حضرت سیدنا عباس بن عبد المطلب یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے چچا کھڑے ہو گئے عرض کرتے ہیں۔ "یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ. اِلَّا الْاِذْخِرَ فَاِنَّہٗ لِبُیُوْتِنَا وَلِقُبُوْرِنَا وَلِصَاغَتِنَا" یا رسول اللہ اذخر گھاس کاٹنے کی اجازت دیدی جائے۔ اسلئے کہ وہ ہمارے گھروں کے چھپر بنانے کے کام آتی ہے قبروں میں جب مردوں کو لٹایا جاتا ہے تو تختے پر اس کو لگایا جاتا ہے۔ اور جب کوئی سونے کا کاروبار کرنے والا سنار اپنا سونا پگھلاتا ہے تو اس میں استعمال کرتا ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اسکی اجازت دیدی جائے۔ میرے آقا نے فرمایا "اِلَّا الْاِذْخِرَ اِلَّا الْاِذْخِرَ" ہاں اجازت ہے اذخر گھاس کی اذخر گھاس کاٹنے کی اجازت ہے۔

غور فرمایئے کہ ایک طرف تو میرے آقا نے یہ فرمایا تھا کہ کوئی کانٹا یہاں کا نہ توڑا جائے، کوئی درخت نہ کاٹا جائے، کوئی گھاس نہ اکھیڑی جائے، گویا ہر خودرو درخت گھاس کٹیلا وغیرہ کاٹنا حرام فرمادیا مگر دوسری طرف جب حضرت عباس نے حضور صلی اللہ علیہ و سلم سے اذخر گھاس کاٹنے کو حلال کرنے کی درخواست کی تو میرے آقا نے یہ نہ کہا کہ یہاں پہ میرا اختیار سلب ہو گیا۔ میرا کوئی اختیار کام نہیں کرتا اللہ کا یہی حکم ہے۔ اسی نے مکے کو حرم بنایا ہے۔ وہ اگر جائز کرے گا تو جائز ہوگا۔ ورنہ نہیں بلکہ میرے آقا نے فرمایا

(۱) بخاری جلد اول ص ۲۱٦، مسلم جلد اول ص ۴۳۸، ۴۳۹ (۲) ابو داؤد ص ۷٦ باب تحریم مکہ

جاؤ اذخر گھاس کاٹنے کی اجازت ہے۔ اس سے یہ سمجھ میں آگیا کہ میرے آقا رسول اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ و سلم کو اللہ نے حلال اور حرام کے بارے میں یہ اختیار دیدیا ہے۔ کہ جس چیز کو چاہیں حلال کریں اور جس چیز کو چاہیں حرام فرمادیں۔ پڑھئے درود پاک اللھم صلی علی سیدنا ....

پھر آپ آگے بڑھیں ایک موقع پہ میرے آقا رسول اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ و سلم نے حج کی فرضیت کا اعلان کیا۔ مشکوٰۃ شریف کتاب المناسک، مسلم شریف کتاب الحج اور نسائی شریف کی حدیث آپ ملاحظہ فرمائیں۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ و سلم نے اعلان فرمایا "یَا اَیُّہَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْکُمُ الْحَجَّ" اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر حج فرض کر دیا ہے۔ جو حج کی استطاعت رکھتا ہے اسکے اوپر حج فرض ہے یہ اعلان ہوا تو رسول اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ و سلم کے ایک صحابی حضرت اقرع ابن حابس تمیمی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ "اَفِیْ کُلِّ عَامٍ" (۱) یا رسول اللہ کیا حج ہر سال کرنا پڑے گا؟ جیسے ہر سال ہمیں زکوٰۃ دینی پڑتی ہے ہر سال ہمیں قربانی کرنی ہوتی ہے کیا یا رسول اللہ اسی طرح سے حج بھی ہر سال کرنا پڑے گا؟ میرے آقا صلی اللہ علیہ و سلم ارشاد فرماتے ہیں۔ "لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ فِیْ کُلِّ سَنَۃٍ وَمَا اسْتَطَعْتُمْ" (۲) اگر میں کہہ دیتا کہ ہاں تو ہر سال کیلئے فرض ہو جاتا۔ اور تم طاقت نہیں رکھ پاتے کہ ہر سال اس حج کو ادا کر سکو اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ میرے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم ایک طرف تو یہ

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۱ فصل ثانی کتاب المناسک، مسلم شریف جلد اول ص ۴۳۲
(۲) مسلم شریف جلد اول ص ۴۳۲ کتاب الحج

اعلان فرمارہے ہیں کہ اے لوگو ! اللہ تعالی نے تمہارے اوپر حج کو فرض کیا ہے ،اور دوسری طرف یہ بھی فرمارہے ہیں کہ تم نے ہر سال کے حج کی فرضیت کا سوال کیا ہے تو اگر میں ہاں کہدوں تو ہر سال فرض ہو جائے گا، اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ اگرچہ حج کو اللہ نے فرض کیا ہے مگر اس کی فرضیت کس انداز کی ہو گی ہر سال کیلئے رہے گی یا زندگی میں ایک سال کیلئے رہے گی یہ اختیار پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو عطا کر دیا ہے۔ اسلئے میرے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میں کہدیتا ہاں تو ہر سال فرض ہو جاتا یہ نہیں فرمارہے ہیں کہ اللہ نے جیسا فرض کیا ہے ویسا ہی فرض رہے گا اس نے ایک سال کا فرض کیا ہے یا ہر سال کا فرض کیا ہے، اسلئے ویسا ہی رہے گا بلکہ اپنی بات کی طرف اشارہ کر کے یہ بتا رہے ہیں کہ اللہ نے دین کے اس مسئلہ میں محبوب صاحب اختیار بنایا ہے ،اسطرح آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اختیارات کو دیکھنا چاہیں تو ایک لمبی فہرست نظر آئے گی۔

میں یہاں اجمالاً چند باتوں کو ذکر کرنا چاہتا ہوں یہ دو حدیثیں میں نے آپ کے سامنے ذکر کیں انھیں ذکر کر کے یہ میں نے واضح کر دیا کہ ان حدیثوں میں میرے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے پوری امت کیلئے ایک آسانی اپنی طرف سے عطا فرمائی مگر میں آپکو یہ بھی بتاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اللہ نے اتنا ہی اختیار نہ دیا تھا کہ حکم میں جو چاہیں چھوٹ دیدیں یا اس میں فرضیت کا حکم لگا دیں تو یہ ساری امت کیلئے برابر ہوا کریگا بلکہ میرے سرکار کو یہ بھی اختیار ہے کہ ایک امتی کے لئے ایک حکم اور دوسرے کیلئے الگ حکم بھی رکھیں اس شان کی خصوصیت میرے پیارے نبی کو حاصل

ہے ،اور ایسا اس لئے ہے کہ اللہ تبارک تعالی نے میرے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دین میں مکمل با اختیار بنا کر بھیجا تھا چنانچہ حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ حدیث بخاری، مسلم اور صحاح ستہ کی دیگر کتابوں میں پائیے گا فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھ کر خطبہ دیا، خطبے میں فرمایا جن لوگوں نے ہمارے طریقے پر نماز پڑھ کر نماز کے بعد قربانی کی تو اسکی قربانی ٹھیک ہو گئی "فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ" (۱) اور فرمایا کہ جس شخص نے پہلے قربانی کر دی اور بعد میں نماز پڑھی "تِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ" (۲) وہ گوشت کھانے کی ایک بکری ہوئی قربانی نہ ہو سکی حضرت سیدنا ابو بردہ ابن نیار رضی اللہ تعالی عنہ فوراً کھڑے ہو گئے۔

عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ آج کھانے پینے کا دن ہے اللہ کی طرف سے ہم بندوں کی مہمان نوازی کا دن ہے اسلئے میں نے پہلے ہی اپنی قربانی کر دی اور میں نے اپنے بھوکے پڑوسیوں کو بھی گوشت کھلا دیا اور اپنے گھر میں بال بچوں کو بھی کھلا دیا اور خود بھی کھا کر کے نماز پڑھنے کیلئے آرہا ہوں۔ میرے سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "تِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ" (۳) اے ابو بردہ ابن نیار تمہاری قربانی نہ ہوئی وہ گوشت کھانے کی ایک بکری ہو گئی۔ وہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ اب تو میرے پاس قربانی کے لائق کوئی جانور نہیں ایک بکری کا بچہ چھ مہینے کا ہے موٹا اور فربہ ہے مگر یا رسول اللہ صرف چھ مہینے کا بچہ ہے اب میں کیا کروں ؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "فَضَحِّ بِهَا وَلَا تَجْزِئُ جَذَعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ" (۴) جاؤ تم اسکی قربانی کر دو

(۱) بخاری جلد ثانی کتاب الاضاحی ص ۸۳۲ (۲) مسلم جلد ثانی ص ۱۵۴ کتاب الاضاحی
(۳) نسائی جلد ثانی ص ۲۰۳ (۴) نسائی ثانی ص ۲۰۳، مسلم شریف جلد ثانی ص ۱۵۴

تمھاری قربانی تو اس سے ہو جائے گی اور کوئی دوسرا شخص اس عمر کے جانور کی قربانی کرے تو نہ ہوگی سبحان اللہ ....

ذرا دیکھو تو سہی میرے آقا جب نوازنے پر آتے ہیں تو اپنے ایک صحابی کو جو سب سے اونچے درجے کے صحابی نہیں مگر جب ان کو نوازنے پر آگئے تو یہ خصوصیت عطا کردی کہ چھ مہینے کے بکری کے بچے کو آپ قربانی کرنا چاہو تو کرلو مگر دوسرا کوئی کرے گا تو قربانی نہ ہوگی اس سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اللہ نے میرے آقا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کے معاملے میں وہ اختیار عطا کیا ہے کہ اگر چاہیں تو ایک حکم اپنے ایک امتی کیلئے خاص کردیں اور ساری امت کے لئے الگ طرح کا حکم رکھیں اسی لئے چھ مہینے کے بکری کے بچے کی اگر کوئی آدمی قربانی کرے تو اسکی قربانی نہ ہوگی امت کا کتنا ہی بڑا بزرگ کیوں نہ ہو مگر یہ خصوصیت میرے آقا نے ابو بردہ کو عطا فرمادی، ذرا سوچو دین کے معاملے میں جب ہمارے مصطفے کا یہ اختیار ہے تو دنیا کے معاملے میں کتنا بڑا اختیار ہوگا اسلئے ہم کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالی نے دین میں تصرف کرنے کے معاملے میں ساری دنیا کو مفلوج اور بے اختیار کرکے یہ بتادیا ہے کہ میرے پیارے محبوب کے اختیارات کو سمجھنا ہو تو دین کے معاملے میں ذرا غوطہ زنی کرکے دیکھو میرے پیارے حبیب کے اختیارات کھل کر سامنے آئیں گے پھر تم کو یہ بھی سمجھ میں آجائے گا کہ جس جگہ تمہارے اختیارات مفلوج اور بے بس نظر آتے ہیں جب وہاں ان کے اختیار کی یہ شان ہے تو جہاں تم با اختیار نظر آتے ہوگے وہاں پر میرے محبوب کے اختیارات کی کیا شان ہوگی اسکا تم کیا اندازہ کرسکتے ہو؟ پڑھئے درود پاک.................. اللھم صل علی سیدنا محمد..................

رفیقان گرامی! اللہ کی تعلیم کے اسی اشارے کی وجہ سے صحابۂ کرام کی زندگی کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی ہر مشکل، ہر ضرورت اور ہر مصیبت کے موقع پر بلکہ بیماریوں میں دشمنوں کے مقابلے میں دنیا کی حاجتوں آخرت کی ضرورتوں میں غرض کہ ہر موقع پر رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی فریادیں لیکر دوڑتے تھے اور ایک بار بھی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے یہ نہیں کہا کہ اے لوگو! یہ کیا کررہے ہو پہلے تم اپنی فریادیں لیکر بتوں کے پاس جاتے تھے اب بھی تم غیر اللہ کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلائے چلے آتے ہو میرے آقا نے کبھی بھی اپنے صحابہ کو اس طرح سے نہ کہا بلکہ میرے آقا ان کی ضرورتیں پوری کرکے ان کے اس عقیدے کو اور استحکام عطا کرتے تھے۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشئی رحمت کا قلمدان گیا

اسی لئے میرے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے صحابۂ کرام میں یہ اعلان کردیا تھا کہ "اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ" (۱)

میں اللہ کی نعمتوں کو بانٹا کرتا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ دین تو اللہ کی عطا ہے مگر اللہ کی عطائیں بغیر میرے ہاتھ کے کسی کو نہیں مل سکتی ہیں۔ اسی لئے تو میرے آقا نے یہ فرمایا کہ میں ہی بانٹتا ہوں "انما انا قاسم" میں ہی بانٹتا ہوں اور اسی سے ہم نے یہ سمجھا۔

(۱) بخاری جلد اول ص ۱۶ و مسلم شریف و مشکوۃ شریف

آسماں خواں زمین خواں زمانہ مہماں

صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

اسی لئے صحابۂ کرام رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی ضرورتیں لیکر آرہے ہیں۔ یہ لیجئے "بخاری شریف جلد اول کتاب العلم" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے اور اسی میں دوسری جگہ باب المعجزات میں امام بخاری نے بھی اس حدیث کو تخریج کیا۔ جو اسطرح ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں بہت زیادہ سنا کرتا تھا مگر اس کے باوجود میں حدیثوں کو بھول جایا کرتا تھا۔ ایک بار بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپکی حدیثیں بہت سنا کرتا ہوں۔ مگر سب بھول جایا کرتا ہوں۔ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ تم خمیرہ گاؤزبان استعمال کرو۔ اور خمیرہ آبریشم استعمال کرو، یا کسی ڈاکٹر کی طرف رجوع کرو، کسی معالج کی طرف رجوع کرو بلکہ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوں ارشاد فرماتے ہیں "اُبْسُطْ رِدَائَكَ" (۱) اے ابوہریرہ اپنی چادر پھیلاؤ، حضرت ابوہریرہ نے اپنی چادر پھیلا دی چادر پھیلانے کا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیوں حکم دیا؟ اسی لئے تو حکم دیا کہ ابوہریرہ آج میں جو دوں گا وہ اتنا ہوگا کہ تمہاری مٹھیوں میں نہ سما سکے گا تمہارے دامن میں نہ آسکے گا تمہاری جھولی میں نہ آسکے گا۔ اسلئے اپنی پوری چادر پھیلادو۔ حضرت ابوہریرہ نے چادر پھیلادی۔ اور میرے آقا صلی

(۱) بخاری جلد اول کتاب المناقب باب سوال المشرکین ان النبی ص ۵۱۳۔۵۱۵

بخاری جلد اول کتاب العلم ص ۲۲

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دونوں خالی ہاتھوں کو ملا کر چادر میں انڈیل دیا اور فرمایا "ضُمَّهُ إِلَىٰ صَدْرِكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ" (۱) ابوہریرہ اپنی چادر سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالو۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں میں نے چادر کو اپنے سینے سے لگالیا اور اسکے بعد میرے سینے کے اندر وہ انقلاب برپا ہوا ہے کہ "فَمَا نَسِيتُ بَعْدُ شَيْئًا سَمِعْتُهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" (۲) اس روز سے لے کر آج تک رسول پاک سے سنی ہوئی کوئی حدیث بھی نہ بھولا۔ میں یہ ترجمہ نہیں کرتا ہوں کہ میں رسول اللہ کی ایک حدیث نہ بھولا یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں یہ فرمایا "فَمَا نَسِيتُ بَعْدُ شَيْئًا" اس روز سے میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہوئی چیز میں سے کچھ نہیں بھولا ایک زبر یا ایک زیر بھی نہیں بھولا۔

ایک لفظ نہیں بھولا، انداز بیان تک نہیں بھولا، نشیب و فراز تک نہیں بھولا، یہ شان ہے سرکار کی کہ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خزانۂ علم بھی دے رہے ہیں اور قوت حافظہ بھی عطا کررہے ہیں عنایات وعطیات کا انداز بتا رہا ہے کہ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ نے کیسا با اختیار بنا دیا ہے اور یہ بھی تو دیکھیں کہ عطا کا انداز کیا ہے؟ میرے آقا کے ہاتھوں میں کچھ نہیں ہے اور ابوہریرہ کی چادر میں بھی کچھ نظر نہیں آتا مگر عطائیں وہ ہیں کہ سبحان اللہ اب ابوہریرہ یہ نہیں کہتے یا رسول اللہ نہ آپکے ہاتھ میں کچھ نظر آیا اور نہ میری چادر میں کچھ نظر آیا تو میں کس لئے اس کو سینے سے لگاؤں؟ کیوں نہیں کہتے یہ؟ اس وجہ سے کہ ابوہریرہ جان رہے ہیں کہ

(۱) بخاری جلد اول کتاب المناقب ص ۵۱۳۔۵۱۵ (۲) ایضا

رسول اللہ کی عطاؤں کیلئے نظر آنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ بلکہ رسول جہاں پر ظاہری چیزوں کو تقسیم فرماتے ہیں وہیں باطنی چیزوں کو بھی تقسیم فرماتے ہیں۔ آج لوگوں میں جھگڑا ہے کہ رسول غیب جانتے تھے کہ نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جاننے کی بات بعد میں کر لینا یہاں یہ دیکھو کہ رسول غیب بانٹتے ہیں کہ نہیں اس طرح غیب تقسیم فرما رہے ہیں کہ ابو ہریرہ بھی لے رہے ہیں اسی لئے ہم کہا کرتے ہیں۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ دست کرم والی عطائیں ہیں اور اسطرح کی دست کرم کی عطاؤں کا وہ سیل رواں آپکو نظر آئے گا کہ ایمان میں تازگی اور عقیدے میں بالیدگی پیدا ہو جائیگی آیئے حدیثوں کا ذرا گہری نظر سے مطالعہ کیجئے تو سمجھ میں آجائیگا اور عطاؤں کا انداز بھی الگ الگ نظر آئیگا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے جسکو ابو داؤد، ابن ماجہ اور ترمذی وغیرہ نے تخریج کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ کو یمن کا قاضی اور جسٹس بنا دیا اور فرمایا کہ علی تم یمن جاؤ اور وہاں پر لوگوں کے اختلافات اور مقدمات کے فیصلے کرو۔

حضرت علی کہتے ہیں یا رسول اللہ میں ایک نوجوان آدمی ہوں "وَإِنِّي لَا أَعْلَمُ كَثِيرًا مِنَ الْقَضَاءِ" (۱) میں قضاء وحجت کے نشیب و فراز کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا ہوں۔ یا رسول اللہ جب مجھے زیادہ نہیں معلوم ہے مہارت نہیں ہے تو مجھے یہ عہدہ کیوں عطا کیا جا رہا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ

(۱) ابن ماجہ ابواب الاحکام ص ۱۶۸ ابوداؤد کتاب القضاء ص ۵۰۳

یا رسول اللہ یہ عہدہ ایسا عہدہ ہے کہ جس کیلئے تجربہ کار آدمی کا انتخاب کیا جائے۔ میرے آقا نے یہاں پر یہ نہیں کہا کہ اے علی اتم یہ صلاحیت نہیں رکھتے ہو لہٰذا تم کو عہدہ نہ دیکر دوسرے کو دیدیتا ہوں بلکہ میرے آقا نے ان کے سینے پر ایک گھونسا لگایا۔ اور فرمایا "اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَلْبَهُ" (۱) اے اللہ ان کی رہبری فرما حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "فَمَا شَكَكْتُ بَعْدُ فِي قَضَاءٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ" (۲) اس روز سے آج تک مجھ کو کبھی کسی معاملے میں کوئی شک نہ ہوا۔ اور مشکل سے مشکل مسئلہ در پیش ہوا مگر میں نے اسکو آسانی کے ساتھ حل کر دیا۔ بات کیا ہے کہ میرے آقا نے علی کے سینے پر جو گھونسا مارا تو سینے کے اندر علم کا سمندر موج مارنے لگا عطاؤں کا یہ انداز۔ اللہ اکبر! اس لئے ہم کہا کرتے ہیں:

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

یہاں ہم آپکو ایک نکتے کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہم بھی اپنے طلبہ کو سبق یاد نہ ہونے کے موقع پر کبھی ایک آدھ تھپڑ اور ایک آدھ گھونسا لگا دیتے ہیں مگر اس کا نتیجہ یہ نظر آتا ہے کہ جو یاد ہو وہ بھی غائب ہو جایا کرتا ہے۔ مگر بارگاہ مصطفےٰ کی شان عجیب و غریب نظر آرہی ہے کہ علی کو جو بات معلوم نہ تھی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھونسے میں ان کو اسکا علم عطا کر دیا جو ان کو معلوم تھا وہ تازہ ہو گیا اور جو نہیں معلوم تھا وہ بھی معلوم ہو گیا جیسا کہ حضرت علی خود کہتے ہیں کہ "فَمَا شَكَكْتُ بَعْدُ فِي قَضَاءٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ" کہ اس کے بعد سے لیکر آج تک

(۱) ابوداؤد کتاب القضاء ص ۵۰۳ (۲) ابن ماجہ ابواب الاحکام ص ۱۶۸ کتاب القضاء

مشکل سے مشکل مقدمے میں مجھکو کوئی شبہ اور کوئی بھی وسوسہ نہ ہو سکا۔

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست کرم کے توسط سے علم قضاء کا وہ خزینہ بے پایاں عطا فرمایا کہ حضرت علی کے بارے میں سارے صحابہ کو اپنی جگہ پر اعتماد تھا۔ کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو منصب قضاء میں ایک امتیازی شان عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ سیدنا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب مشکل سے مشکل مقدمہ آجاتا اور حضرت علی نہ ہوتے تو اس وقت وہ اللہ کی پناہ مانگتے " كَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ يَتَعَوَّذُ بِاللهِ مِن مُّعْضِلَةٍ لَيْسَ فِيْهَا أَبُوْ حَسَنٍ " (۱) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بھی یہ احساس تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست کرم کے توسط سے ان کو خزینہ علم اور قضاء میں وہ مہارت عطا فرمادی ہے کی حضرت علی سارے صحابہ میں امتیازی شان رکھتے ہیں۔ ذرا سوچئے............ کہ یہ امیر المومنین عمر فاروق ہیں جن کا دبدبہ علمی اور جن کی شوکت تدبیر کا آج تک بنکہ چل رہا ہے اپنے تو اپنے جو غیر ہیں وہ بھی ان کی علمی وسعت فکری قوت کے معترف ہیں۔ اور حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول پاک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس عطائے مخصوص کا یہاں پر اعلان کر رہے ہیں۔ حضرت علی کے بارے میں منصب قضاء کی خصوصیت کا اعتراف کرتے ہیں۔ پڑھئے درود پاک

---

(۱) تاریخ الخلفاء ص ۱۷۱

اللّٰھم صلّی علیٰ سیدنا ....

علم کی عطائیں تو اس طرح میرے آقا کی بارگاہ سے بہت سارے صحابہ کرام کو ملی ہیں۔ میں یہاں پر جستہ جستہ چند حدیثوں کے ذریعے سے آپکو تھوڑے سے وقت میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ میں ہر قسم کی عطاؤں کو تقسیم فرمایا کرتے تھے چنانچہ میں آپ کو ایک ایسا واقعہ بخاری شریف کتاب المغازی سے نقل کر کے بتا رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے موقع پر سارے صحابہ کرام میں اعلان فرمادیا تھا کہ اے صحابہ! تم خندق کو تیار کرو مدینے کے گرد خندق تیار ہونے لگی سارے صحابہ اس میں لگ گئے۔ اور حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ خندق کے بیچ میں ایک لمبی چوڑی بڑی ہی سخت چٹان پڑ گئی صحابہ اسکو توڑتے توڑتے تھک گئے اور جب ہر طرح سے عاجز آگئے تو بارگاہ رسالت میں آکر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ایک ایسی زبردست چٹان بیچ خندق میں پڑ گئی ہے کہ اگر ہم اس کو نہ توڑیں تو پھر دشمن اسی چٹان کو پل بنا کر مدینے میں داخل ہو جائیگا اور اس کے توڑنے کا ہمیں کوئی راستہ نہیں نظر آتا۔ غور کیجئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں فرماتے ہیں کہ میں تمہارے ہی جیسا بشر ہوں جب تم توڑنے سے عاجز آگئے تو میں کیا توڑوں گا۔ بلکہ میرے آقا کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہونے کے بعد فرماتے ہیں چلو دکھاؤ وہ چٹان کہاں ہے؟ میرے آقا خندق میں تشریف لائے اور وہ چٹان دیکھی حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چٹان کے قریب تشریف لائے تیشہ اپنے دست کرم میں لیا اور ایک مرتبہ

مارا اس کے بعد حضرت جابر کے الفاظ میں سماعت کریں فرماتے ہیں
"فَأَخَذَ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيبًا أَهْيَلَ أَوْ أَهْيَمَ
فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ائْذَنْ لِي إِلَى الْبَيْتِ فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم شَيْئًا مَا فِي ذَلِكَ صَبْرٌ"(۱)
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹان کے اوپر ایک تیشہ مارا تو پوری
چٹان بالو کی طرح اڑ گئی ریت بن گئی تو اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بازوؤں میں وہ قوت تھی کہ جہاں پہ سارے
صحابہ کی قوتیں جواب دے جائیں وہاں پر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی
پوری توانائیوں کے ساتھ سامنے آجاتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ ہماری قوت
وہاں سے شروع ہوتی ہیں جہاں پر ساری قوتیں ختم ہو جایا کرتی ہیں۔ اسلئے
میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے مارنے کا ایک اعجاز اس اعتبار سے بھی قابل
غور ہے کہ ہم بھی جب کسی پتھر یا کسی اینٹ کو توڑا کرتے ہیں تو جس جگہ
ہتھوڑا پڑتا ہے وہاں تو ریزے بن جایا کرتے ہیں۔ مگر اس کے ارد گرد ریزے
اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے نظر نہیں آتے ہیں۔ لیکن میرے آقا کا تیشہ چٹان
پر ایک جگہ پڑا ہے اور پوری چٹان ریت بن گئی ہے۔ اس بات سے یہ ثابت
ہوتا ہے کہ میرے آقا کی ضرب جگہ کے اعتبار سے کام نہیں کرتی ہے بلکہ
جہاں تک کہ نیت فرماتے ہیں وہاں تک کام کرتی ہے انکے ارادوں کے اعتبار
سے کام ہوتا ہے یہ قوت جس کو ملتی ہے وہ صاحب اختیار ہو جایا کرتا ہے اللہ
کی طرف سے اس کی یہ شان ہوا کرتی ہیکہ سارا کام ارادے کے اعتبار سے
ہوتا چلا جاتا ہے خیر آگے بڑھے اور باتیں سنئے حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول
اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تیشہ بلند کیا تو جو چادر اوڑھے ہوئے

(۱) بخاری جلد ثانی کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق ص ۵۸۸

تھے وہ چادر بھی ہاتھوں کے ساتھ اوپر اٹھ گئی۔ یعنی ہاتھ اٹھتے ہی چادر بھی
اٹھ گئی جس سے شکم مبارک کھل گیا حضرت جابر دیکھتے ہیں کہ رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوک کی وجہ سے شکم اطہر پر پتھر باندھ رکھا ہے اور
حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ منظر دیکھا "فَلَمْ أَصْبِرْ
عَلَى نَفْسِي "(۱) مجھے اپنے دل پر قابو نہ رہا یہ دو جہاں کے مالک ہمارے آقا و
رسول ہمارے سردار اور وہ بھوکے رہیں اور ہم لوگ بھر پیٹ کھانا کھا کر آئیں
کہتے ہیں کہ میں بے قرار ہو گیا اور گھر دوڑا گیا اور جا کر اپنی بیوی سے کہا "هَلْ
عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ" گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہے؟ ان کی بیوی نے کہا
کہ کوئی چیز تو نہیں ہے ہاں گھر کے اندر صرف ایک سیر جو ہے اور بکری کا چھ
مہینے کا بچہ ہے۔ اور اس کے علاوہ کوئی کھانا ایسا نہیں ہے کہ جس سے دعوت کا
اہتمام کیا جاسکے انہوں نے کہا کہ " رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَا فِي
ذَالِكَ صَبْرٌ"(۲) خدا کی قسم آج میں نے رسول پاک کی بھوک کا وہ عالم
دیکھا ہے کہ مجھے اپنے دل کے اوپر قابو نہیں ہے۔ رسول اللہ نے بھوک
کی وجہ سے اپنے شکم مبارک پہ پتھر باندھ رکھا ہے میں چاہتا ہوں کہ آج
رسول پاک کی ضیافت کر دی جائے۔ آج رسول پاک کو گھر کھانے پر مدعو کیا
جائے ان کی بیوی نے کہا کہ اب یہی تو کھانے کا کل سامان ہے جس سے
اہتمام ہو سکتا ہے۔ حضرت جابر نے کہا میں بکری کے بچے کو ذبح کرتا ہوں اور
تم چکی سے آٹا تیار کرو وہ آٹا تیار کرنے لگیں اور خود حضرت جابر نے بکری کے
بچے کو ذبح کیا ذبح کر کے بوٹیاں تیار کیں پھر بیوی کے سامنے گوشت کی بوٹیاں
لا کر رکھ دیں۔ اور کہا جلد تر کھانا تیار کرو۔ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) بخاری جلد ثانی کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق ص ۵۸۸ (۲) ایضا

کو میدان جنگ سے بلا کر لاتا ہوں۔

جب حضرت جابر ادھر جانے لگے تو انکی بیوی نے کہا کہ ذرا ٹھہرو! وہاں پر مجمع لگا ہے سارے صحابہ کا مہاجرین و انصار کا تم زور سے دعوت دوگے تو بہت سارے لوگ آجائیں گے۔ اور رسول پاک بھی بہت سارے لوگوں کو لے لیں گے۔ اسلئے ذرا سنبھل کر دعوت دینا "فَقَالَتْ لَا تَفْضَحْوْا بِیْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ وَبِمَنْ مَّعَهٗ" (۱) میری فضیحت نہ ہو جائے میری رسوائی نہ ہو جائے کہ جب کھانے کا اہتمام نہ تھا تو دعوت کا اتنا بڑا انتظام کیوں کیا گیا اسلئے انہوں نے کہا ذرا سنبھل کر کے دعوت دینا جابر گئے ایک طرف تو بیوی کا حکم تھا دوسری طرف واقعۃ کھانا بھی کم تھا اس لئے وہ چپکے سے جاکر رسول پاک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! میں نے تھوڑا سا کھانے کا انتظام کیا ہے۔ آپ تشریف لائیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو اعلان کر دیا "فَقَالَ یَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا فَحَیَّ هَلًا بِکُمْ" (۲) اے خندق کے صحابہ چلو چلو جابر کے گھر دعوت ہے۔ سبحان اللہ اب جابر کا حال عجیب و غریب ہو گیا۔ سوچنے لگے کہ ایک طرف تو بیوی ناراض ہوگی اور دوسری طرف واقعی کھانا بھی کم ہے اب کیا ہوگا وہ اپنے اندر گھبراہٹ محسوس کرنے لگے۔ اور گھبراہٹ میرے آقا کی نظر سے پوشیدہ نہ رہ سکی سبحان اللہ.......... وہ نبی جو فرماتے ہیں "اِنِّیْ اَرَاکُمْ وَرَاءَ ظَهْرِیْ کَمَا اَرَاکُمْ اَمَامِیْ" (۳) میں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی تم کو اسی طرح

(۱) بخاری جلد ثانی کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق ص ۵۸۹ (۲) بخاری جلد ثانی ص ۵۸۹
(۳) بخاری جلد اول ص ۱۰۲

دیکھتا ہوں جیسے سامنے دیکھتا ہوں وہ پیارے نبی جو فرماتے ہیں "اَمَا لَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَ خُشُوْعُکُمْ" (۱) سنو سنو! تمہارے رکوع کا حال میرے اوپر چھپا نہیں ہے اور رکوع تو رکوع ہے دل کا خشوع بھی چھپا نہیں ہے جو نبی دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ راز کو دیکھ رہے ہیں۔ کیا وہ جابر کے دل کی گھبراہٹ کو نہیں محسوس کرتے ہونگے یقیناً وہ دیکھ رہے ہیں۔ اسلئے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں.............. اے جابر! دوڑ کر گھر جاؤ جب تک میں تمہارے گھر نہ پہونچوں اسوقت تک چولہے پر روٹی نہ ڈالی جائے اور اس وقت تک گوشت کی ہانڈی چولہے سے نہ اتاری جائے۔ تو جب حضرت جابر دوڑے ہوئے گھر گئے رسول پاک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام تو ابھی اپنی جیب میں رکھے ہوئے ہیں اور بیوی سے کہتے ہیں ارے بیوی غضب ہو گیا "لَقَدْ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ بِالْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ" (۲) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سارے مہاجرین سارے انصار کو لیکر تشریف لا رہے ہیں اب کیا ہوگا ان کی بیوی گرج اٹھیں کہتی ہیں تم نے باآواز بلند دعوت دی تھی؟ تم نے زور سے دعوت دی تھی؟ کہنے لگے ہرگز نہیں میں نے تو بہت آہستہ سے دعوت دی تھی میں نے خفیہ طور پر دعوت دی تھی اور یہ کہہ دیا تھا یا رسول اللہ کھانا بھی تھوڑا سا ہے اور آپ چاہیں تو خود چلیں "وَ مَعَكَ رَجُلٌ اَوْ رَجُلَانِ" (۳) اور آپ کے ساتھ ایک دو آدمی چل سکتے ہیں زیادہ طفیلیوں کی گنجائش نہیں ہے یہ بھی

(۱) مسلم جلد اول ص ۱۸۰ (۲) بخاری جلد ثانی کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق ص ۵۸۹
(۳) ایضاً

میں نے صراحت کر دی تھی تو ان کی بیوی کہتی ہیں جب یہ تم نے کہہ دیا تو
پھر اتنے آدمی کیسے آرہے ہیں ؟ انھوں نے کہا کہ میں کیا کروں جب میں نے
رسول پاک سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک سے دو شخصوں تک کی گنجائش
ہے تو رسول پاک نے اعلان کر دیا اے خندق کے صحابہ چلو چلو جابر کے گھر
دعوت ہے۔ جابر کی بیوی کہتی ہیں کہ جب مالک دارین نے اعلان کیا ہے تب
کیا گھبرانے کی بات ہے تم نے رسول اللہ کو دعوت دی ان کو تم کھلاؤ ا رسول
اللہ نے اپنے صحابہ کو دعوت دی ہے وہ اپنے صحابہ کو کھلائیں گے تم اور ہم
کیوں گھبرائیں رسول پاک سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کے
بارے میں ذرا ایک مدینے کی عورت کا عقیدہ دیکھو ایک صحابی کی عورت کا
عقیدہ دیکھو کہ ان کی نظر میں رسول کس طرح صاحب اختیار ہیں اور ایک
دہلی کے وہابی مرد کا عقیدہ ذرا سنو وہ کہتا ہے جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز
کا اختیار نہیں معاذ اللہ ذرا سوچو تو ایک صحابی کا وہ عقیدہ اور ایک وہابی کا یہ عقیدہ
میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ یہ برا وہ اچھا مگر یہ کہے بغیر میں نہ رہونگا کہ اپنے
اپنے مقدر اور نصیب کی بات ہے کہ کوئی صحابی کے عقیدے پر چلا تو کوئی
وہابی کے طریقے پر چلا۔

بہر حال میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہ ا اختیارات تو دیکھو کہ ایک طرف قوت بازو وہ ہے کہ سارے صحابہ مل کر
جس چٹان کو توڑ نہ سکے میرے آقا نے وہ چٹان توڑ دی ہے اور ایک طرف یہ
ہے اختیار کہ تھوڑا سا کھانا ہے اور سیر بھر جو ہے نہ جانے اس میں کتنی بھوسی
نکلی کتنا بھوسا نکلا اور اس سے روٹی بنی پھر اس کے بعد میرے آقا صلی اللہ

علیہ وسلم نے کتنے صحابہ کو دعوت بھی دیدی آؤ سب کھاؤ ؟ حضرت جابر کہتے
ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سارے صحابہ کو لیکر میرے گھر
پہونچے اور بیٹھے نہیں بلکہ میرے آقا نے فرمایا جابر دکھاؤ کہاں پر آٹا گوندھا ہوا
رکھا ہے۔ اور کہاں پر گوشت کی دیگچی ہے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم
کو گھر میں لایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آٹے کے قریب آکر اپنا
لعاب دہن نکالا آٹے پر لگا دیا فرمایا اے جابر یہ آٹا پھر گوندھ دیا جائے کیوں پھر
سے گوندھا جائے ؟ اسلئے کہ رسول پاک کے لعاب دہن کی برکت آٹے کے
ذرے ذرے میں پہونچ جائے اور پھر میرے آقا نے فرمایا کہ کہاں ہے
گوشت کی دیگچی ؟ وہاں تشریف لائے لعاب دہن نکالا گوشت کی ڈیگچی میں
ڈال دیا اور فرمایا جابر ان دونوں کو چھپا دو اور جب بھی ضرورت پڑے نکالا
جائے لیکن جھانک کے اندر نہ دیکھا جائے کہ کتنا رہ گیا اور کتنا خرچ ہوا یہ کچھ
بھی نہ دیکھا جائے ضرورت کے مطابق بغیر جھانکے ہوئے نکالا جائے حضرت
جابر کہتے ہیں ایسا ہی کیا گیا اور رسول پاک نے یہ بھی فرما دیا جابر روٹی بنانے
کیلئے محلے کی عورتوں کو بلا لو اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر چہ وہ آٹا تھوڑا ہی
ہے مگر لعاب دہن کی برکت اس حد تک پہونچ چکی ہے کہ وہ آٹا اگر صرف
جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی بغیر رسول پاک کے لعاب دہن کے ملے
ہوئے پکانا چاہتیں تو چند منٹ میں پکا کے فرصت پا جاتیں مگر اب رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعاب دہن اس میں مل گیا ہے تو ضرورت کے مطابق
اگر چہ میرے آقا نے یہ فرمایا کہ محلے کی عورتوں کو بلا لیا جائے مگر حقیقت یہ
ہے کہ اگر سارے مدینے کی عورتیں جٹ کر کے اس آٹے کو ختم کرنا
چاہتیں تو لعاب دہن کی برکت کبھی بھی ختم نہیں ہو سکتی تھی اور صحابہ ہیں کہ

قطار در قطار بیٹھے چلے جارہے ہیں اور گرما گرم روٹی اور تازہ تازہ بوٹی چلی آرہی ہے اور کھاتے چلے جارہے ہیں سارے صحابہ و مہاجرین وانصار کھا کر فارغ ہوگئے جابر فرماتے ہیں " حَتّٰی شَبِعُوْا وَبَقِیَ بَقِیَّۃٌ " ....

یہاں تک کہ سارے کے سارے صحابہ فارغ ہوچکے ہیں اور اسکے بعد محلے بھر میں ہم نے کھانا تقسیم کیا دوسرا دن آیا ہم سب لوگوں نے کھانا کھایا محلے میں کھانا تقسیم کیا گیا تیسرا دن آیا گیا پھر بھی کھانا ہے کہ ختم نہیں ہورہا ہے ہم لوگوں نے بھی کھایا اور محلے بھر میں تقسیم کیا اب یہاں پر ذرا سوچنے کا مقام ہے وہ یہ ہے کہ جو آٹا ہمارے یہاں ایک دن سے دوسرے دن کی سرحد میں داخل ہوجاتا ہے تو وہ استعمال کے قابل نہیں رہتا آٹا اسوقت تک کھٹا ہوجاتا ہے اور اسمیں خمیر اس طرح اٹھ جاتی ہے کہ اسکی بو اور اسکی لذت اس کو استعمال کے قابل نہیں رہنے دیتی اور اسی طرح جو کھانا باسی ہوجاتا ہے وہ کھانے کے قابل نہیں ہوتا مگر لعاب دہن کی برکت کیا پہونچ گئی ہے کہ جب کھاؤ تازہ بتازہ نو بہ نو اسکا ذائقہ ملتا ہے اس سے سمجھ میں آیا کہ میرے آقا کو اللہ نے وہ اختیار دیا ہے اور اسکے لعاب دہن میں وہ برکتیں ودیعت کر رکھی ہیں کہ اگر اس نیت سے میرے آقا کسی چیز میں شامل کردیں تو جہاں اس کی تازگی باقی رہے وہیں اصل شئی بعینہ قائم رہے کیا اس سے میرے آقا کا اختیار نمایاں نہیں ہورہا ہے ؟ یقیناً یہ بات کھل کر سامنے آرہی ہے کہ میرے آقا صاحب اختیار بھی ہیں صاحب اقتدار بھی ہیں

پھر اسکے بعد حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تین دن ہوگئے مگر ہم لوگوں کے کھانے کھلانے کا سلسلہ منقطع نہ ہوا تیسرے دن میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اب کتنا باقی رہ گیا ہے ؟ ذرا دیکھ تو لیا جائے

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے چینی بڑھ گئی اور انھوں نے کھول کر کے گوشت کی دیگچی دیکھی لبالب بھری ہوئی اور آٹے کا برتن کھول کر دیکھا تو جتنا تھا اتنا ہی اب تک موجود ہے کہتے ہیں حضرت جابر کہ رات آتے آتے سارا گوشت ختم ہوگیا اور سارا آٹا بھی ختم ہوگیا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ تین دن سے ہم لوگ کھارہے تھے اور کھلا رہے تھے ختم ہونے کا نام ونشان نہ تھا، مگر میں نے کل اسکو کھول کر دیکھ لیا تو رات آتے آتے سارا کھانا ختم ہوگیا۔

میرے آقا سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جابر! اگر تم نے اسکو کھول کر نہ دیکھا ہوتا " لَاَکَلْتُمْ مُدَّۃَ الدَّھْرِ " تو زندگی بھر تم اسکو کھاتے رہتے۔ سبحان اللہ! جابر نے رسول پاک کے پیٹ کے پتھر کو تو دیکھ کر یہ سوچا ہوگا کہ آج رسول پاک کی دعوت کرکے میں رسول اللہ کو آسودہ کروں گا۔ مگر رسول پاک نے جابر کو یہ سبق دیدیا۔ کہ اے جابر!

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

تم سمجھ رہے تھے کہ ہم رسول پاک کو کھلالیں گے مگر سنو تم نے ایک مرتبہ ہماری دعوت کی ہے اور ہم نے تمہارے لئے زندگی بھر کے کھانے کا انتظام فرمادیا ہے۔ اس سے میرے آقا سرور کائنات یہ اشارہ کررہے ہیں کہ جابر تم ہمارے پیٹ کا پتھر دیکھ رہے تھے مگر بازوؤں کی قوت نہیں دیکھی کہ تم سارے آسودہ حال صحابہ نے جب چٹان کو توڑنا چاہا تو عاجز آگئے

پھر جب ہم نے اسکو ایک ہی ضرب میں چکنا چور کردیا تب بھی تمہاری سمجھ میں نہ آیا کہ بھوکا نبی ہے مگر قوت کی یہ شان ہے اور جب آسودہ ہوگا تو کیا ہوگا مگر میں تمہیں حقیقت یہ بتانا چاہتا ہوں کہ رسول پاک چاہے آسودہ ہوں چاہے بھوکے ہوں طاقت کے اندر کمی نہیں آسکتی ہے۔ اسلئے کہ میرے آقا کی طاقت کا دارومدار کھانے پر نہیں ہے بلکہ کھانے کی عزت کا مدار میرے آقا کے تناول فرمانے پر ہے حضور اس لئے نہیں کھایا کرتے تھے کہ قوت فراہم ہو۔ اسی لئے میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "اِنَّمَا يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ" (۱) اے لوگو! تمہیں کھانے پینے سے قوت فراہم ہوتی ہے۔ مگر میرا پروردگار بغیر کھائے پیے مجھ کو وہ قوت عطا کردیتا ہے۔ جو لوگوں کو کھانے پینے سے ملا کرتی ہے۔ میرے آقا نہ کھائیں تو میرے آقا کی قوت پر کوئی اثر نہیں پڑا کرتا ہے۔ پیٹ پر پتھر تو میرے آقا نے اپنے صبر وقناعت کو ظاہر کرنے کیلئے باندھا تھا۔ اسی لئے تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

تو میرے رسول رحمۃ العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کائنات کو آسودہ فرمارہے ہیں آپ کو کوئی آسودہ نہیں کررہا ہے بلکہ میرے آقا نے اگر

(۱) بخاری جلد اول کتاب الصوم باب الوصال ص ۲۶۳
مسلم جلد اول کتاب الصیام ص ۳۵۲
ترمذی شریف جلد اول ص ۱۶۳۔ باب النہی عن الوصال

کسی کے گھر دعوت کھائی تو اسکو عزت عطا فرمانے کے لئے کھانے کو عزت عطا فرمانے کے لئے اسکے گھر کو عزت بخشنے کیلئے اور محض اسی لئے میرے آقا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کی دعوتوں کو قبول فرمایا کرتے تھے اسلئے نہیں کہ لوگوں کی دعوتوں کے وہ محتاج تھے دوسری طرف میرے آقا نے اپنا لعاب دہن انکے کھانے میں شامل کرکے اس بات کیطرف نشان دہی کردی کہ اے جابر سنو سنو! وہ رسول کسی کے کھانے کا کیا محتاج ہو سکتا ہے جو رسول تھوڑے کھانے میں اتنی برکتیں انڈیل سکتا ہے کہ فوج در فوج لوگ کھارہے ہیں مگر اس کے باوجود بھی وہ کم نہیں ہورہا ہے اور اس کا ذائقہ بھی نہیں بدل رہا ہے وقت گزرتا جارہا ہے۔ جابر! تم زندگی بھر اسکو کھاتے اگر تم نے اسکو کھول کے دیکھا نہ ہوتا اس سے میرے آقا یہ اشارہ کررہے ہیں کہ جابر! تم اپنی زندگی کے کسی بھی حصے میں کھاتے ہمیشہ تازہ ہی پاتے کبھی محسوس بھی نہ ہوتا کہ گوشت باسی ہے یا روٹی باسی ہے۔ اور یہ میرے آقا اشارہ فرمارہے ہیں کہ جابر ہماری عطاؤں کی یہ شان ہے کہ جب ہم اپنے خزنۂ غیب سے تقسیم کرنے پر آتے ہیں تو لوگوں کو نظر نہیں آتا ہے اور ہم دیتے چلے جاتے ہیں اسی لئے ہم نے تم کو تنبیہ کردی تھی کہ کھول کر نہ دیکھنا کیونکہ غیب اس لئے نہیں ہوتا ہے کہ اسکا معائنہ کیا جائے اور تم اس کے معائنے میں لگ گئے اس لئے غیب تم سے اوجھل ہوگیا، غیب تم سے غائب ہوگیا............ بہرحال! میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے آقا رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ اختیارات عطا فرمائے ہیں کہ تھوڑے کو بھی بہت زیادہ کردیا کرتے ہیں اسی لئے تو اعلیٰ

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کردیا

موج بحر سخاوت پہ لاکھوں سلام

آیئے اس موقع پر ایک اور حدیث آپ حضرات کو سناؤں بخاری شریف(۱) کتاب الرقاق باب عیش النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کئی روز ہو گئے مجھے کھانے کیلئے کوئی چیز نہ مل سکی میرا حال خراب ہونے لگا آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا اب میں یہ بھی تو نہیں کر سکتا تھا کہ کسی سے بھیک مانگوں اسلئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھیک مانگنے سے، ہم لوگوں کو منع کر دیا تھا آخر کار ایک حیلہ میری نظر میں آیا کہ چلو راستے کی نکڑ پر کھڑے ہو جائیں گے اور وہاں سے کوئی گذرتا ہوا جب میرے اداس چہرے پر نظر ڈالے گا میری مرجھائی شکل کو دیکھے گا تو مجھ سے حال پوچھے گا اور میں کہدوں گا کہ کئی روز سے کھانے کو نہیں ملا ہے وہ خود خود میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے جائیگا اور کھانے کو دے گا بھیک بھی مانگنی نہ پڑے گی اور اپنی ضرورت بھی پوری ہو جائیگی کہتے ہیں کہ میں چلا اور راستے کے نکڑ پر کھڑا ہو گیا سب سے پہلے جو صاحب میری نظر کے سامنے سے گزرے وہ حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے آگے بڑھ کر سلام کیا السلام علیکم ورحمۃ اللہ انھوں نے نظر جھکائے جھکائے وعلیکم السلام کہا میں نے آگے بڑھ کر کے پوچھا کہ حضور! یہ آیت کس طرح ہے؟ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ وہ آیت مجھے یاد تھی مگر میرا مقصد یہ تھا کہ شاید جواب دیتے وقت میرے اداس

(۱) بخاری جلد ثانی کتاب الرقاق باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ ص ۹۵۵

چہرے پر نظر ڈالیں اور میری پریشانی کو محسوس کریں اس طرح میرے کھانے کا انتظام بھی ہو جائے گا اور بھیک مانگنے سے بچ جاؤں گا مگر انھوں نے مراقبہ کے انداز میں نظر جھکائے رکھی۔

اور نگاہ نیچے کئے ہوئے آیت بتا کر آگے بڑھ گئے۔ مجھے دھکا لگا یا اللہ! میں جو مقصد لیکر یہاں راستہ پر حاضر ہوا تھا وہ مقصد بھی پورا نہیں ہوا اتنے میں دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر فاروق تشریف لا رہے ہیں میں نے آگے بڑھ کر کہا السلام علیکم انھوں نے بھی نظر جھکائے جھکائے وعلیکم السلام کہا میں نے سوچا کہ ان سے بھی وہ آیت کیوں نہ پوچھ لوں تا کہ وہ میرا چہرہ دیکھیں لیں جب ان سے وہ آیت پوچھی تو انھوں نے بھی نظر جھکائے جھکائے جواب دیا اور آگے بڑھ گئے اب تو مجھے اور زیادہ دھچکا لگا کہ میرا مقصد یہاں بھی پورا نہیں ہوا مگر اتنے میں دیکھتا کیا ہوں کہ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین انیس المشتاقین تشریف لا رہے ہیں رسول اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر میری باچھیں کھل گئیں میں نے عرض کی السلام علیکم یا رسول اللہ رسول پاک نظر اٹھا کر فرماتے ہیں وعلیکم السلام اے ابو ہریرہ یہ تمہارا چہرہ مرجھایا ہوا کیوں نظر آرہا ہے؟ سبحان اللہ جس ادا سے ابو ہریرہ نے مدعیٰ پیش کیا اسی ادا سے ہاتھ پکڑا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دولت کدہ پر تشریف لائے حضرت عائشہ ام المؤمنین کے گھر میں تشریف لے گئے فرماتے ہیں کہ اے عائشہ کھانے کا کوئی سامان ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا مہینے، دو مہینے سے تو چولہا نہیں جلا ہے کھانے کا سامان کیا ہو گا یا رسول اللہ ہاں ابھی ابھی ایک انصاری نے دودھ کا پیالہ بھیجا ہے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلو وہی بہت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس وہ دودھ کا پیالہ

لے کر آئے اور اس کو لئے ہوئے جوں ہی اندرون خانہ سے باہر آئے حضرت ابوہریرہ کی باچھیں کھل گئیں مگر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنے اصحاب صفہ ہیں بلوالو ان کی ضیافت ہو جائے انھوں نے کہا کہ میری طبیعت پریشان ہو گئی کہ کیا ہوگا؟ نہ جانے کتنے لوگ وہاں موجود ہوں اور کیسے ہمارا کام ہوگا کس طرح سے ہماری ضرورت پوری ہوگی؟ فرماتے ہیں مگر میں کیا کرتا رسول پاک نے حکم دیا تھا اس لئے سارے اصحاب صفہ کو بلا کر لے آیا اور جب بلا کر لایا تو میں سوچ رہا تھا کہ کہیں پلانے کی ذمہ داری مجھے نہ دیدیں کیونکہ حضور نے فرمایا ہے "سَاقِي الْقَوْمِ اٰخِرُهُمْ شُرْبًا"(١) جو ضیافت کا بوجھ اپنے کاندھے پر لے گا اس کا نمبر سب سے اخیر میں لگے گا اس لئے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں سے چھپتا تھا مگر رسول اللہ نے آواز دی ابوہریرہ آگے آؤ میں آگے آیا رسول اللہ نے فرمایا سب کو ایک لائن میں بٹھا دو پھر تم پلانا شروع کرو میں نے پلانا شروع کر دیا پھر یکے بعد دیگرے ستر صحابہ دودھ پی چکے اور پھر اس کے بعد جب میں دیکھتا ہوں کہ پیالہ ویسے ہی دودھ سے لبالب بھرا ہوا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ پیالہ بڑھاؤں کہ خود پیئوں، ایمان کہتا ہے کہ رسول پاک کو پیش کروں بھوک کہتی ہے پہلے خود پیو بھوک اور ایمان کی جنگ میں ایمان غالب آگیا میں نے رسول اللہ کو وہ پیالہ پیش کر دیا رسول پاک نے مسکرا کر پیالہ میری طرف بڑھا دیا "فقال اشرب فشربت"(٢) اے ابوہریرہ تم پہلے پیو میں نے پی لیا پھر رسول پاک کی طرف بڑھایا فرمایا اور پیو ابوہریرہ اس لئے کہ تم بہت دیر سے انتظار کر رہے ہو کئی روز کے بھوکے ہو رسول پاک

---

(١) ترمذی جلد ثانی ص ١١ (٢) بخاری جلد ثانی کتاب الرقاق ص ٩٥٥

صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر پھر پینا شروع کیا پھر بڑھایا پھر حضور نے فرمایا اور پیو پھر میں نے پیا اور بڑھایا پھر فرمایا اور پیو اب کہتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ میرے ہاتھ سے نہیں لیا میں نے کہا یا رسول اللہ اب تو اتنا پی لیا ہے کہ ایک قطرے کی گنجائش نہیں ہے اب اس کے بعد رسول پاک نے بھی نوش فرمایا اعلیٰ حضرت اس حدیث کا ترجمہ ایک شعر میں اس طرح کرتے ہیں۔

کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

آج بات کھل کر سامنے آگئی کہ صحیح حدیثوں میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کا وہ امنڈتا ہوا سمندر ہے کہ جس کو کوئی سمیٹنا چاہے تو سمیٹنا دو بھر ہو جائے۔

بہر حال میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات کا اختیار کلی دے کر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس لئے بھیجا تھا کہ اگر ہماری قدرت اور ہمارے اختیارات کو کوئی سمجھنا چاہتا ہے تو میرے محبوب کے اختیارات کو دیکھے۔ ان کے تصرفات کو دیکھے تو میری قدرت خود بخود سمجھ میں آجائے گی۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں ڈربے بہا دیے ہیں

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

جامعہ کی شاخیں

(۱) جامعہ رشیدیہ رضویہ ---- سید پورہ -------- کھرسرا ضلع بلیا یوپی

(۲) مدرسہ امجدیہ --------- ڈیم جمال پور ------ گھوسی مئو

(۳) کلیۃ الساجرہ ----------- زکنیا خرد ------ کسیاں کشی نگر

(۴) مدرسہ غریب نواز -------- زکنیا خرد ------ کسیاں کشی نگر

۳

انسانوں کی تخلیق کا بنیادی مقصد اور ان کے باہمی حقوق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى حَبِيْبِهٖ وَرَسُوْلِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰى وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ قَامُوْا بِالصِّدْقِ وَالصَّفٰى.

اَمَّا بَعْـــــدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اَيَحْسَبُ الْاِنْسَـــانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ثُمَّ كَانَ عَلَقَـــةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى".(۱)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَاَكْمَلُ التَّسْلِيْمِ.

عشق و محبت کی توانائیاں سمیٹ کر گنبد خضریٰ کی طرف متوجہ ہو کر ایک بار نہایت ادب و احترام اور عشق و محبت کے ساتھ بارگاہ سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں نذرانہ درود و سلام پیش کریں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ..............................

رفیقان گرامی! میں ایک طویل علالت کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور اس علالت کے زمانے میں بھی بیکار نہ رہا، اتفاق ایسا کہ ۲۲ر ستمبر کو میں ساؤتھ افریقہ کے جوہانس برگ ایئرپورٹ پہ اترا بہت سرد ہوائیں اور تیز جاڑے کا موسم میرے استقبال کے لئے تیار تھا اور میں اس کا شکار ہو گیا وہاں لوگوں نے انفلوئنزا سمجھ کر اسی کا علاج معالجہ جاری رکھا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا میں سمجھتا تھا کہ دن بھر دوا کھاتا ہوں رات بھر پروگرام

(۱) پ ۲۹، رکوع ۱۷، سورۂ قیامہ

کرتا ہوں اس وجہ سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے کئی ملکوں کے سفر کے بعد جب میں ادھر واپس آیا اور ڈاکٹروں کے مشورے سے بلڈ چیک کرایا تو رپورٹ یہ ملی کہ ٹائی فائڈ ہے اس کا علاج کیا فائدہ ہوا مگر پروگرام کی بندش اس ٹائی فائڈ کے بیچ بھی اپنی جگہ قائم رہی، میرے ساتھ ایک بہت بڑا پرولم یا اشکال یہ ہے کہ میں جو وعدہ کر لیتا ہوں گرتے پڑتے اسے پورا کرنے کی پوری کوشش کرتا ہوں اسی لئے مجھ سے وعدہ حاصل کرنے والے بھی بہت تنگ رہتے ہیں کہ بڑی خوشامد کراتے ہیں اور ایک چائے بھی نہیں پلاتے اور واقعتاً جو لوگ دعوت دینے آتے ہیں میں ان کی ضیافت محض اسی نیت سے نہیں کرتا کہ دعوت دینے کے لئے آنا چھوڑ دیں مگر اللہ کے بندوں کو پھر بھی میرے ساتھ وہی شغف ہے ....ایک طرف یہ بھی شکایت اور ایک طرف یہ بھی حکایت بہر حال میں لیٹ آیا مگر بے وقت نہیں آیا آتے ہی ایک چائے انڈیلی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اب عشق و محبت کی ذرا لو تیز کیجئے اور ایک بار پھر بارگاہ رسالت کی طرف متوجہ ہو کر نذرانہ درود و سلام بارگاہ سید الانام میں پیش کیجئے اللھم صلی علی محمد و علی..............................

رفیقان گرامی! اللہ تعالی نے انسانوں کو عام مخلوق پر ایک شرافت اور بزرگی عطا کی ہے جس کا انکار کوئی بھی نہیں کر سکتا، قرآن حکیم میں اعلان فرمادیا گیا "وَلَقَــدْ كَرَّمْنَـــا بَنِيْٓ اٰدَمَ"(۱) اور اس بات کا وجدانی طور پر ہر ایک کو اتنا یقین ہے کہ کافر بھی اس کے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا مگر کبھی آپ نے یہ غور بھی فرمایا کہ جس چیز کو بزرگی اور شرافت اور عزت عطا کی جاتی ہے وہ چیز آوارہ اور آزاد نہیں ہو سکتی اپنی پابندیوں ہی کی وجہ سے ایک شی

(۱) پ ۱۵ رکوع ۷

دوسری شی سے امتیاز رکھتی ہے آپ سوچیں کہ بیل اور بکرے جو راستے چاہیں چلیں، جس انداز میں چاہیں چلیں ان کے لئے کسی کورٹ، کچہری میں کیس فائل کرنے کا حق آپ کو نہیں ہے مگر اس کے مالک کے خلاف آپ تو استغاثہ کر ہی سکتے ہیں کہ اس نے اپنے بیل کو سانڈھ کیوں بنادیا جو لوگوں کو اذیت دیتا ہے قصور کیا اس بیل نے اور اس کی باز پرس ہوتی ہے بیل کے مالک سے اس وجہ سے کہ یہ ذمہ دار ہے وہ غیر ذمہ دار ہے یہ باعزت ہے وہ بے عزت ہے اگر انسان کو ایک گالی دیدی جائے تو گھونسے دیکھائے گا لاٹھی اٹھائے گا مگر بیل کی پیٹھ پر دس لاٹھیاں جمادیجئے پھر بھی مڑ کر آپ کے ساتھ جوابی کاروائی کو تیار نہ ہوگا، یہ فرق ہے ایک ذمہ دار اور ایک غیر ذمہ دار میں اسی بنا پر انسانوں میں ان لوگوں کو زیادہ اونچی حیثیت ملتی ہے جو اپنے آپ کو ریزرو رکھتے ہیں............ اور جو جتنا بڑا ذمہ دار ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ ریزرو ہوتا ہے کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ عام آدمی تو راستے پر چلتے پھرتے کھا تو لیتا ہے مگر ڈی، ایم صاحب کسی چائے خانے پر کھڑے نہیں ہوسکتے وہ ڈی، ایم صاحب کبھی کسی کپڑے کی دوکان پر جاکے کپڑا نہیں خریدتے بھلے ان کی بیگم صاحبہ جاکر پوری مارکیٹنگ کریں مگر ڈی، ایم صاحب اپنی کرسی کی حفاظت کرتے ہیں کیوں؟ جب ہماری ذمہ داری زیادہ ہے تو ہمیں ریزرو بھی زیادہ رہنا ہے، جب ہمارا مرتبہ زیادہ ہے تو ہمیں اپنے آپ کو زیادہ محفوظ رکھنا ہے آزادی سے ہم اپنے آپ کو الگ رکھیں اور بے راہ روی سے ہم کو دور رہنا ہے اسی لئے............

اللہ تبارک وتعالی نے انسانوں کو ذمہ داریوں کے ساتھ پیدا کیا اور ارشاد فرمایا "وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ "(۱) جن وانس کو میں

(۱) پارہ ۲۷، رکوع ۲

نے صرف اپنی اطاعت و عبادت ہی کے لئے پیدا کیا یہ انسان اللہ کی اطاعت اور عبادت کے لئے پیدا ہوا لہذا اس کی اطاعت کے دائرے سے باہر رہ کر یہ اپنے مقصد تخلیق سے دور ہو گیا اور جب مقصد تخلیق سے دور ہو گیا تو پھر اس کی انسانیت اس کے لئے وجہ عذاب بن گئی وہ دنیا میں اللہ کے یہاں باعزت نہیں اور آخرت میں بھی باعزت و بامراد نہیں، آپ کہیں گے کہ اگر دنیا میں ایسے لوگ باعزت نہیں ہیں تو اللہ تعالی نے کافروں کو دولت کیوں دی، کافروں کو حکومتیں کیوں عطا کیں کافروں کے ہاتھ میں پاور کیوں دیئے تو میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دنیا کی کوئی بھی دولت نہ عزت ہے نہ وجہ عزت، اللہ کے رسول سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ دنیا اگر اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی کوئی حیثیت رکھتی تو اللہ کافروں کو نہ عطا کرتا"............ دوسری جگہ پر میرے آقا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا اور اس کی ساری لذتوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آخرت کے مقابلے میں یہ دنیا اور اس کی ساری نعمتیں اور ساری لذتیں ایسی پوزیشن رکھتی ہیں جیسے کوئی آدمی بڑے سے بڑے سمندر کے اندر اپنی انگلی کا ایک پور داخل کر کے نکال لے تو جتنی تری سمندر سے انگلی کے پور پہ آئی ہے اس کے برابر بھی یہ دنیا آخرت کے مقابلے میں نہیں۔

آپ ذرا مجھے بتادیں کہ سمندر کے مقابلے میں انگلی پر لگی ہوئی یہ تری کیا ایک قطرہ پانی بھی سمندر سے کم کرپاتی ہے؟ اس کا وزن کم ہوا کہ حجم کم ہوا؟ اس کا اتار چڑھاؤ کم ہوا؟ کچھ بھی نہیں بس آخرت کے مقابلے میں اس دنیا کی کوئی حیثیت نہیں پھر قرآن حکیم میں اللہ تعالی نے اس بات کی نشاندہی فرمائی کہ ہم نے کافروں کو دنیا کی دولت دی مگر اے مسلمانو! تمہاری وجہ سے کم دی، کیوں؟ ارشاد فرمایا "لَوْلَا اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ

يُكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ - وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُوْنَ وَزُخْرُفًا ، وَإِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ" (۱) اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ کافروں کے مال و دولت کو دیکھ کر کافر ہو جائیں گے تو ہم کافروں کو اتنی دولت دیتے کہ ان کے گھر کی دیواریں اور گھر کی چھتیں چاندی کی ہواتے اور سیڑھیاں سونے کی ہواتے، مگر اتنی دولت دیکھ کر کتنے لوگوں کا پسینہ نکل جائے گا؟ کتنے لوگوں کا ایمان باہر ہو جائے گا؟ کتنے لوگ ڈاواں ڈول ہو جائیں گے اس وجہ سے اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے انھیں کم دیا ورنہ انھیں تو بہت دینا تھا کیوں؟ اس لئے کہ ان کو وہاں کچھ ملنا نہیں ہے جو ملنا ہے یہیں ملنا ہے اور تمہیں میں نے اُدھر کے لئے رکھا ہے وہاں تو تمہیں بہت ملنا ہے اس لئے ہم نے یہاں پر کم دیا ہے................ اب آیت اور حدیثوں کو سننے کے بعد وہ لوگ بھی اپنے ایمان کا جائزہ لیں جو دولت کی وجہ سے مذبذب ہو جاتے ہیں۔ اپنی تجارت کی وجہ سے اپنے اعتقاد اور اپنی سنیت میں پلپلے ہو جاتے ہیں ان کو اس سے سبق لینا چاہئے................ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ لوگوں نے ایمان کی قیمت کیوں نہیں سمجھی اگر نہیں سمجھے تھے تو ایمان لائے کیوں؟! ور اگر اس کی قیمت سمجھی ہے تو پھر ڈاواں ڈول کیوں ہوئے؟

اب آگے بڑھئے! میرے آقا سرور کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بھی بتادیا "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ" (۲)

اے لوگوں تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے ہر ایک نگراں اور نگہبان ہے۔ خود اپنا نگراں ہے اپنے اعمال کا نگراں ہے اور اپنے ایمان کا بھی نگہبان

(۱) پارہ ۲۵ ر کوع ۸ (۲) بخاری جلد اول ص ۱۲۲

ہے "كُلُّكُمْ رَاعٍ" تم میں ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کا حساب لیا جائے گا................ ہماری ذمہ داریاں اللہ نے ہماری قوت سے باہر نہ رکھیں اس لئے اللہ فرماتا ہے "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" (۱) اللہ تعالی نے تمہاری وسعت سے زیادہ تمہیں کوئی ذمہ داری نہیں دی، ذمہ داری تمہاری قوت کے اندر ہی رکھی گئی اسی لئے عقائد کی کتابوں میں ذکر کیا جاتا ہے کہ استطاعت شرط تکلیف ہے یعنی آدمی کی استطاعت ذمہ داری کے لئے شرط ہے فرض نماز کھڑے ہو کر پڑھنا فرض ورنہ ادا نہ ہوگی جب کہ کھڑے ہونے کی قدرت ہو لیکن ایک لنگڑے کو بھی آپ یہی حکم دیں گے کہ کھڑے ہو جاؤ نماز کے لئے "قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ" (۲) اللہ نے قیام کا حکم دیا تمہیں کھڑے ہونا پڑے گا لنگڑے ہو تو ہوا کرو مگر تمہیں کھڑا ہونا پڑے گا ہرگز نہیں یہ حکم دیا جائے گا یہاں تک کہ بیمار جو کہ لاٹھی کی بھی مدد سے کھڑا نہیں ہو سکتا؟ اور دیوار کے سہارے سے بھی کھڑا نہیں ہو سکتا اسے بیٹھ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہے اگر بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو اسے لیٹ کر نماز پڑھنے کا حکم ہے کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالی نے ہماری ذمہ داریاں ہماری وسعت کے اعتبار سے اور ہماری قوت کے اعتبار سے رکھی ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اپنے اندر قوت تو بہت ہے مگر قوت کے استعمال کرنے میں ہم کاہل بن جائیں تندرست تو ہیں مگر بیٹھ کر کے نماز پڑھنے کے لئے ہم مریض بن جائیں ہرگز اس کا مطلب یہ نہیں ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے "وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى" (۳) بات کھو یا نہ کھو کوئی چیز اس سے چھپ نہیں سکتی تمہارے دل کے حالات بھی جانتا ہے اور اس

(۱) پارہ ۳ ر کوع ۸ (۲) پارہ ۲ ر کوع ۱۳ (۳) مسلم جلد ثانی ص ۸، بخاری جلد اول ص ۱

سے بھی زیادہ چھپے ہوئے حالات کو جانتا ہے اللہ تعالی نے ذمہ داریاں ہم پر رکھی ہیں اس کے رسول نے ہم پر ذمہ داریاں رکھی ہیں ہماری وسعت کے مطابق.............اور فرمایا قرآن میں "یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ"(۱) اللہ تعالی تمہارے لئے آسانیاں چاہتا ہے تمہیں تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا تمہیں پریشانی میں ڈالنا نہیں چاہتا...............لیکن بندہ خود پریشان ہونے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے۔

اب آیئے آقائے کائنات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے مبلغین، اور اسلام کی ذمہ داریاں لوگوں تک پہونچانے والوں کو اور ذمہ داریوں کو نبھانے والوں کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں "بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا"(۲) لوگوں کو خوشخبریاں دو ایسی باتیں نہ کرو جس سے نفرت پیدا ہو دین سے برگشتہ ہو جائیں.......... خوشخبریاں دو اور آسانیاں پیدا کرو جن آسانیوں کی گنجائش ہے یہ نہیں کہ زبردستی آسانی پیدا کرو کہ زکوۃ میں ہمیں چالیسواں حصہ دینا تھا اب آج کل ہم نے سوچا کہ لاؤ کچھ زمانہ بدل گیا ہے اب ساٹھواں حصہ دو پھر سو سال کے بعد اسی حصوں میں سے ایک پھر سو میں سے ایک دیدینا.....................کہ ایک ہزار کی زکوۃ صرف پچیس روپے تھی پھر کچھ دنوں کے بعد وہ صرف دس ہی روپیہ ہو کر رہ جائے ایسا نہیں ہوگا ہرگز نہیں کیوں؟ چالیس میں سے ایک دینا بہت آسان ہے جو آدمی دس ہزار کا مالک ہے تو کیا وہ ڈھائی سو روپیہ زکوۃ کا نہیں نکال سکتا؟ اس کے لئے بہت آسان ہے ابھی اگر بیٹے کی فرمائش

(۱) پارہ ۲، رکوع ۶

(۲) پارہ ۲۱، رکوع ۹

ہو جائے تو ڈھائی سو کی جگہ بڑی آسانی سے آجائے گی مگر اللہ کا حق ادا نہ ہو پائے گا وہاں پر دین میں تنگی نظر آتی ہے اللہ نے دین کو بہت آسان رکھا ہے اب ان آسانیوں میں یہ ذمہ داریاں چھپی ہوئی ہیں..................

اب ذمہ داریوں کا آپ جائزہ لیں اور اس کے بعد آپ ہمیں بتائیں کہ کیا تنگی ہے اور کیا آسانی ہے اللہ تعالی نے ہماری قوتیں جتنے حصوں میں رکھی ہیں اسی اعتبار سے ہماری ذمہ داریاں بھی ہیں اور اتنے ہی حصوں میں ہیں ہمارے اندر اللہ نے قوت فکر رکھی جو اندر کی ایک قوت ہے اس قوت کے اعتبار سے بنیادی کام ہمارا ایمان ہے "الایمانُ ہو التَّصدیقُ بماجاءَ بہٖ مِنْ عندِ اللّٰہِ تعالیٰ وَالاقرارُ بہٖ اَیْ تَصدیقُ النَّبِیِّ بالقلبِ فی جمیعِ ماعُلِمَ بالضَّرورۃِ مجیئُہٗ بہٖ مِنْ عندِ اللّٰہِ تعالیٰ اِجْمالاً"(۱) یہ ہے بنیادی کام اور دوسرا کام اقرار کرنا اور عمل کرنا ہے پھر ایمان واسلام کی شاخیں بہت سی ہیں اللہ کے لئے لوگوں سے محبت کرنا اللہ کے لئے لوگوں سے دشمنی کرنا اور اللہ تعالی کے لئے آپ جو کام کریں اخلاص سے کریں اور جس کام میں بھی آپ کوئی ایسی راہ پائیں جس میں نفس کا دخل ہو گیا ہو تو اس کی فکر سے آپ اپنے آپ کو بچائیں اخلاص کے سارے کام اسی قوت فکر کے زمرہ میں آجاتے ہیں.................پھر اللہ نے ہمیں قوت گویائی دی تو اس میں سب سے پہلی ذمہ داری ایمان کا اقرار کرنا پھر اس کے بعد بہت سی فروعی ذمہ داریاں ہیں کہ اللہ کا ذکر کرو شکر ادا کرو اور اسی زبان سے امر بالمعروف کرو اسی سے نہی عن المنکر کرو، اسی سے لوگوں کے دل کو خوش کرو اور اسی کے ذریعہ سے آپ بہت سے نیک کام انجام دو یہ سب اس کی شاخیں ہیں...............اللہ نے ہمارے بدن میں

(۱) شرح عقائد ص ۱۱۸۔۱۱۹

قوت رکھی، بدن کی قوت کے اعتبار سے ہمارا بنیادی کام نماز ہے اب اسی کی شاخیں بہت ہیں کہ کسی کی آپ اپنے ہاتھ سے دستگیری کردو، گررہا تھا سہارا دے کر اس کو کھڑا کر دیا گرا ہوا تھا اس کو اٹھا کر منزل تک پہونچا دیا ایک نابینا تھا اسے دہلی کر اس کرادی وغیرہ وغیرہ راستے سے آپ نے کانٹے ہٹا دیئے یہ سب اس کی شاخیں ہیں.................. مال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوت دی ہے اس قوت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ ایک بنیادی عمل کے طور پر آپ پر واجب کیا ہے ایک قوت ہمارے اندر قوت دفاع ہے یعنی ٹکر لینے کی یہ ایک قوت ہے ہم چیزوں سے ٹکر لیتے ہیں مثلاً آپ نے مجھے آنکھ دکھائی تو میں نے کہا اچھا تم نے مجھے آنکھ دکھائی تو اس پر آپ نے کہا کہ ہاں آنکھ دکھاؤں گا جو کرنا ہو کر لو تو اب میں بھی تیار ہوں تم بھی تیار ہو اس طرح سے ٹکرانے کی ایک صورت پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح آپ کے اندر بہت سے جذبات پیدا ہوتے ہیں ان جذبات سے ٹکر لینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کیا، ان جذبات کو دبانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ پر روزہ فرض کیا.................. مال اور بدن کی ملی جلی طاقت بھی آپ کے ساتھ رکھی ہے کہیں پر آپ صرف بدن سے کام لیتے ہیں کہیں پر صرف مال سے کام لیتے ہیں اور کہیں دونوں ملا کے کام لیتے ہیں کارخانہ چلاؤ گے تو مال بھی لگانا پڑے گا اور محنت بھی کرنی پڑے گی دونوں کام ہوتا ہے اس اعتبار سے اللہ نے ایک بنیادی کام آپ پر وہ مقرر کیا جس میں دونوں قوتیں ہوں جسے کہتے ہیں "حج" حج میں مال بھی لگے گا، کرایہ خرچ کرو، زاد راہ لے کر جاؤ، اپنے احرام کی تیاری کر لو، سر مونڈانے کا پیسہ لگاؤ، قربانی کرنے کے لئے جانور کا انتظام کرو، اس میں مال بھی لگے گا اور محنت بھی صرف ہوگی ایسا نہیں ہے کہ طواف

تمہارا پیسہ جا کر کر آئے گا، وقوف عرفہ آپ کا نوٹ کر آئے گا، رمی جمار آپ کا چیک جا کر کرے گا، یہ سب کام آپ کی بدنی قوت انجام دیتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر حج کی ذمہ داریاں تقسیم کر دیں، اب ان ساری بنیادی باتوں کی شرحیں آپ اپنی خواب گاہ میں کر لیجئے گا میں اس لئے یہاں نہیں کھڑا ہوں کہ ایک ایک چیز کی شرح کروں.................. پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے ارد گرد ایک ماحول بنا کر رکھا ہے وہ قادر مطلق جس نے ہمیں وجود دیا، جس نے ہمیں بقائے وجود کے اسباب دیئے، جس نے ہمیں قوت عقل دی اور قوت بدن دی اور قوت مال کے ساتھ ساتھ ہمیں آل و اولاد سے نوازا اس کا کتنا بڑا کرم ہے انسانوں پر اس لئے سب سے بڑا حق اس کا ہے.................. مگر سنو! اس رب العالمین نے اپنی مخلوق کو گھاس پھونس کی طرح پیدا نہیں کیا بلکہ اپنی اس مخلوق کو رب تعالیٰ نے بولنے کے لئے زبان دی اس نے تمہیں طاقتور بنا کر کے پیدا کیا اکیلے کوئی ماحول نہیں بنتا، اکیلا بادشاہ حکومت نہیں چلا سکتا، اگر یہ ممکن ہوتا تو ہندوستان کے عوام انگریزوں کو یہاں سے بھگا نہیں پاتے انگریز یہاں پر اکیلے بیٹھ کر حکومت کرتے مگر صرف کچھ لوگ پورے ماحول سے جنگ کر کے کتنے دن جی سکتے ہیں اس لئے ضرورت پڑتی ہے کہ اپنے ماحول کو بھی سازگار رکھا جائے اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام انسان رکھا انسان کا معنی ہی یہ ہے کہ ایک دوسرے سے انس رکھے ایک دوسرے سے رابطہ رکھے ایک دوسرے سے تعلق رکھے اسی لئے انسان ہو اور ناس بھی اسی لئے ہو.................. تو اب کتنی قوتیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے گرد و پیش مقرر رکھی خود اپنے بارے میں بھی سوچو کہ اللہ نے تمہیں انسان بنایا تو تم اپنی انسانیت کو کیسے باقی رکھو گے

اس کی ذمہ داری کو کیسے نبھاؤ گے اسی لئے اللہ نے تین طرح کے حقوق آپ کے اوپر مقرر کر دیئے ہیں ایک حق اللہ دوسرا حق النفس اور تیسرا ہے حق العباد۔ .... یہ تین حقوق ہیں مگر یہ نہ سمجھا جائے کہ حق اللہ سب سے بڑا ہی ہے لہذا اس کو نہ چھوڑیں گے اور باقی سب چھوڑ ڈالیں تو کوئی حرج نہیں ہے تھوڑا سا نقصان ہوگا مگر ایسا نہیں ہے۔

مجھے یاد آئی ہے ایک حدیث اور وہ حدیث آپ نے بارہا سنی ہوگی کہ شب برأت میں اللہ تعالی بہت سے لوگوں کو عذاب جہنم سے نجات دیتا ہے بہتوں کی معافی ہو جاتی ہے، بہتوں کی مغفرت ہوتی ہے مگر دو آدمی جن کا آپس میں جھگڑا تھا اور صلح نہ کی تو جب ان کا معاملہ فرشتے پیش کرتے ہیں تو اللہ تعالی فرماتا ہے ان دونوں کا معاملہ ابھی رہنے دو ابھی ان کو چھوڑ دو اور انا موقعہ دو کہ آپس میں صلح کر کے آئیں تب ان کی معافی ہوگی، تب ان کی مغفرت ہوگی، تب ان کے درجات بلند ہونگے۔

اب ذرا دیکھو کتنی نمازیں پڑھیں، کتنے روزے رکھے، کتنی عبادتیں کیں مگر ان کی مغفرت اس بات پر موقوف ہو گئی کہ پہلے صلح کر لیں تب معافی ہوگی اپنا جھگڑا ختم کر کے آئیں تب ان کو نجات کا پروانہ ملے گا۔ آپ نے دیکھا کیا مرتبہ ہے حق العبد کا؟ کیا شان ہے صلح و مصالحت کی؟

میرے آقا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفات میں سب کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور حاجی کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ جیسے اس کی ماں نے آج ہی اس کو جنا ہے مگر حق العباد میں جو مشغول رہ گیا یعنی حق العباد سے دست بردار نہ ہوا تو اس کی معافی نہ ہوگی حج کرنے کا تو بڑا شوق ہوتا ہے اور آج کل زیادہ تر حاجی ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے وہ لوگ ٹور پر جا رہے

ہوں اور اسی لئے ٹور کے ذریعہ زیادہ حج ہوتا ہے .... مگر وہاں کی برکتیں سمیٹنے کے لئے کتنے لوگ جاتے ہیں اور شاپنگ کرنے کے لئے کتنے لوگ جاتے ہیں؟ اور کتنے لوگ وہاں پر اپنی مغفرت کرانے جاتے ہیں کتنے لوگ رسول پاک کو راضی کرنے جاتے ہیں اسی لئے تو رسول پاک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا "حَجٌّ مَبْرُوْرٌ" (١) حج مبرور یہ بہت بڑی نیکی ہے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بخاری شریف کی حدیث ہے کہ کسی نے پوچھا "اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ" (٢) تمام اعمال میں سب سے افضل کیا ہے؟ رسول نے فرمایا "اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ" اللہ و رسول پر ایمان لانا اس کے برابر کوئی عمل نہیں ہو سکتا پھر پوچھا گیا "ثُمَّ مَاذَا" ؟ پھر کیا ہے؟ فرمایا "جِهَادٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" اللہ کی راہ میں جہاد کرنا پھر پوچھا گیا اس کے بعد کیا ہے؟ فرمایا حج مبرور اب حج مبرور ہے کیا؟ تو اس کی تعریف میں لوگ بہت ادھر ادھر سوچتے رہے، لیکن علماء نے بہت غور و خوض کے بعد فرمایا کہ حج مبرور یہ ہے کہ آدمی جب حج کو جا رہا تھا تو جاتے وقت جیسا تھا آنے کے بعد اس سے اچھا ہو جائے یہ حج مبرور ہوا یہ حج مبرور کی علامت اور پہچان ہے کہ آدمی پہلے سے بہتر ہو جائے۔

اب میں کسی کو نہیں کہوں گا کہ یہ جیسے گئے تھے ویسے ہی آئے یا پھر جیسے گئے تھے اس سے برے آئے، یا جیسے گئے تھے اس سے اچھے آئے، میں کسی کی عیب جوئی نہیں کروں گا ہر آدمی اپنے گریبان میں خود منہ ڈال کر سوچے کہ میں بھی گیا تھا مگر جیسا گیا ویسے ہی آیا یا اس سے بڑا بن کے آیا کم از کم میں اپنے بارے میں یہی سمجھتا ہوں، بار بار مجھے اپنے بارے میں یہی خیال آتا ہے کہ گیا۔ اللہ کے دربار کو دیکھ لیا، رسول کے دربار کو دیکھ لیا۔ مگر وہاں سے لے کر کیا آیا وہ مجھ پر نہیں ظاہر

(١) بخاری جلد اول ص ٢٠٦، مسلم جلد اول ص ٦٢ (٢) بخاری جلد اول ص ٢٠٦، مسلم جلد اول ص ٦٢

ہوپاتا ہے نہ اوپر ظاہر ہوتا ہے نہ نیچے ظاہر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ وہاں کی نعمتوں سے مالامال فرمائے۔ اور اس کی برکتیں ہمارے اوپر ظاہر فرمائے۔

بہر حال اب آئیے! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کسی کا حق تینوں حقوق میں سے دبا کر کے اللہ کا حق ادا نہیں ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حق ادا کرنے والوں کو عزت دیتا ہے مگر اسی وقت جب کہ بندہ عام انسانوں کے حقوق کو بھی ادا کرتا رہے اسی لئے بخاری شریف کی ایک حدیث میں وارد ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی بیوی رسول پاک کی خدمت میں حاضر ہوئیں عرض کرتی ہیں یارسول اللہ یہ آپ کے صحابی عبداللہ بن عمرو ہیں ان کو مجھ سے کوئی مطلب ہی نہیں ہمیشہ دن میں روزہ رکھتے ہیں رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں مجھ سے کوئی تعلق ہی نہیں رکھتے رسول پاک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نوٹس کے ذریعے عبداللہ ابن عمرو بن عاص کو طلب کیا حاضر بارگاہ ہوئے ارشاد فرمایا اے عبداللہ تمہارے بارے میں مجھے یہ خبر پہونچی ہے کہ تم پوری رات نمازیں پڑھتے رہتے ہو اور دن بھر روزہ رکھتے ہو عرض کی ہاں یارسول اللہ میں جوان ہوں، طاقتور ہوں اسی لئے روزانہ روزہ رکھتا ہوں اور جب تک پورا قرآن نماز میں ختم نہیں کرلیتا اس وقت تک نماز بھی ختم نہیں کرتا ہوں پوری رات اسی میں ختم جاتی ہے رسول اللہ نے فرمایا ایسا نہ کر اگر تو ایسا کرے گا تو تیری آنکھیں کمزور ہوجائیں گی تیرا بدن دبلا ہوجائے گا سوکھ جائے گا "اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَ اِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَ اِنَّ لِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَ اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَاَعْطِ كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهٗ" (۱) تیرے اوپر تیرے نفس کا حق ہے، تیرے اوپر تیری آنکھ کا بھی حق ہے

(۱) بخاری جلد اول ص ۲۶۳۔۲۶۵

تیرے بدن کا بھی حق ہے تیرے اوپر تیرے رب کا بھی حق ہے اور تیرے اوپر تیری بیوی کا بھی حق ہے ہر حقدار کا حق ادا کر کسی کا حق مار کر اللہ کو دے گا کیا پائے گا؟ ہر حقدار کا حق ادا کرو۔ کیا رسول پاک نے آنکھ کا حق اور بدن کا حق بتا کر حق النفس کو متوجہ نہیں کیا؟ اور بیوی کا حق بتا کر حق العباد کو نہیں بتایا؟ اور اللہ کا بھی حق بتادیا، اور یہ بھی بتادیا گیا کہ رات بھر نماز پڑھنے سے اور ہر روز روزہ رکھنے سے تمہارے اندر کمزوری پیدا ہوگی اس سے اللہ خوش ہونے کے بجائے نفس کا حق مارنے اور بیوی کا حق مارنے کا غضب تمہارے اوپر اتار سکتا ہے اے عبداللہ کہ تم اتنا ہی قرآن پڑھو کہ ایک مہینے میں قرآن ختم ہوجائے اور ایک مہینے میں تین روزہ رکھو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ "اِنِّیْ لَاُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ" (۱) میں جوان ہوں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں فرمایا اچھا مہینے میں چار روزے رکھو اور ایک ہفتے میں قرآن ختم کرو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ میں بہت طاقتور جوان ہوں اس سے زیادہ کرسکتا ہوں فرمایا تم ایسا کرو کہ تین دن میں قرآن ختم کرو اور ایک دن روزہ رکھو دوسرے دن بغیر روزہ کے رہو سب سے بہتر قیام یعنی رات میں نماز پڑھنے کا طریقہ یہی ہے اور مسلسل روزہ رکھنے والوں کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایک دن روزہ اور ایک دن بے روزہ جو بہت روزہ رکھنا چاہتا ہے اس کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے تو اب عرض کرتے ہیں یارسول اللہ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں فرمایا کہ اب اس سے زیادہ کی کوئی اجازت نہیں۔ بخاری شریف میں یہ آیا ہے کہ جب عبداللہ ابن عمرو بوڑھے ہوگئے تو اس وقت ان کو تین دن میں قرآن ختم کرنا بوجھل معلوم ہونے لگا ایک دن روزہ اور ایک دن بے روزہ مشکل معلوم ہونے لگا تو کہنے لگے "یَا لَیْتَنِیْ قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" (۲) جوانی کے نشے میں تو

(۱) بخاری جلد اول ص ۲۶۵ (۲) ایضاً

کچھ نہ سمجھ سکا تھا مگر اے کاش۔ میں نے رسول پاک کی وہ نرمی قبول کرلی ہوتی جو آپ مجھے دے رہے تھے، تو اس عمر کیلئے بڑا اچھا ہوتا مگر میں نے نرمی چھوڑ کر کڑی لے لی ہے تو اب زندگی بھر نبھاتا ہی رہوں گا بوڑھے ہوگئے کمزور ہوگئے مگر نبی پاک کے سامنے جو بات کہہ دی تھی اس کو آخری سانس تک نبھاتے رہے۔

بہر حال اب آپ نے اس سے اندازہ کیا ہوگا کہ حقوق العباد کی کیا حیثیت ہے بخاری شریف کا ایک اور واقعہ یاد آیا حضرت سلمان فارسی نے جب اسلام قبول کیا اور آزاد ہوئے تو اس کے بعد رسول پاک نے حضرت ابو درداء انصاری سے ان کی مواخاۃ کردی تو وہ دونوں بھائی ہوگئے ابو درداء نے سلمان فارسی کا ہاتھ پکڑا اور کہا چلو میرے گھر رہو، گھر لے کر آئے "فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ لَهَا مَا شَأْنُكِ قَالَتْ أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا" (۱) ابو درداء رضی اللہ عنہ کی بیوی کو انہوں نے دیکھا کہ کپڑے بڑے ہی پراگندہ، بال بکھرے ہوئے عجیب و غریب ان کی حالت ہے اس زمانے میں ابھی پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے اس لئے کوئی یہ نہ سوچے کہ حضرت سلمان فارسی جیسے بزرگ ایک عورت کے سامنے کیسے داخل ہوئے؟ اس کو دیکھا کیسے؟ اس زمانے میں پردے کے احکام ابھی آئے نہیں تھے، پردے کے احکام ۶ ھ میں نازل ہوئے اور جو میں عرض کر رہا ہوں وہ ۱ ھ کی بات ہے حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ تم ایک شادی شدہ عورت ہو تم نے اپنا یہ کیا حال بنا رکھا ہے کپڑے تمہارے کتنے پھٹے اور گندے میلے کچیلے ہیں، بال بکھرے ہوئے ہیں شائستگی اپنے اندر پیدا کرو، شادی شدہ عورت کو اپنی صورت اور اپنے لباس

(۱) بخاری جلد اول ص ۲۶۳

ایسے رکھنے چاہئے جو شوہروں کے لئے باعث کشش ہو شوہروں کے لئے جاذب نظر ہو، یہ سلمان فارسی نے فرمایا۔ تو ان کی بیوی کہنے لگی کہ اے سلمان! میں آرائش کروں اور زینت اختیار کروں تو کس کے لئے؟ آپ کے بھائی صاحب کو تو مجھ سے کوئی تعلق ہی نہیں "قَالَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا" (۱) سلمان فارسی نے کہا کہ اچھا یہ بات ہے؟ سلمان فارسی ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں دین حق کی تلاش میں سیکڑوں سال پہلے سے نکلے تھے تقریباً پونے دو سو سال پہلے سے دین حق کی تلاش میں ایران سے وہ نکلے تھے مگر اب جا کر ایمان کی دولت ملی۔ حضرت سلمان فارسی نے رات کو سونے کے وقت حضرت ابو درداء سے فرمایا میرا بستر اور اپنا بستر ایک ساتھ لگاؤ دونوں کے بستر لگ گئے سلمان فارسی نے کہا کہ آپ بھی سوئیے اور میں بھی سوتا ہوں دونوں لیٹ گئے حضرت سلمان فارسی نے آنکھ بند کرلی تو ابو درداء نے یہ سوچا کہ یہ سوچکے ہیں چپکے سے بستر سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے حضرت سلمان فارسی نے آنکھ کھولی اور فرمایا کہاں چلے؟ ابو درداء نے کہا نماز پڑھنے، کہا کہ لیٹو ابھی وقت نہیں ہوا ہے دیکھا آپ نے کہ کیسی اخوت ان میں قائم ہوگئی انہیں کے گھر میں مہمان بن کے ان کے بھائی بن کے آئے ہیں مگر حکومت چلارہے ہیں حضرت سلمان فارسی نے کہا لیٹ جاؤ، ابو درداء لیٹ گئے پھر ابھی ایک پہر گذرا تو حضرت ابو درداء جو تاک میں لگے تھے خفیہ طریقے پر چپکے سے اٹھے اور چلے تو حضرت سلمان فارسی نے کہا کہاں چلے کہا کہ نماز پڑھنے جارہا ہوں کہا کہ لیٹو ابھی وقت نہیں ہوا ہے پھر لیٹ گئے نہ معلوم ایسا کتنی بار ہوا پھر جب رات کا پچھلا پہر آیا ایک تہائی رات

(۱) بخاری جلد اول ص ۲۶۳

باقی رہ گئی تو سلمان فارسی اٹھ کر بیٹھ گئے انہیں ملیں، فرمایا اے ابو درداء اب
اٹھو وضو کا انتظام کرو نماز پڑھی جائے اب دونوں نے نماز پڑھی، نماز کے بعد
سلمان فارسی نے فرمایا "اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِأَهْلِكَ
عَلَيْكَ حَقًّا فَأَعْطِ كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهُ" (۱) یعنی تجھ پر میرے رب کا بھی حق
ہے تیرے نفس کا بھی حق ہے تیری بیوی کا بھی حق ہے تو ہر حقدار کا حق ادا
کر اس کے بعد ابو درداء نے رسول پاک کی بارگاہ میں پہونچ کر شکایت کی کہ
آج سلمان فارسی نے مجھے نماز پڑھنے نہیں دی، ایسے آدمی کو میرا بھائی
حضور نے بنایا جو رات کو مجھے نماز پڑھنے نہیں دیتا.......... رسول پاک
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کو بلایا، سلمان فارسی حاضر بارگاہ
ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ان کی بیوی کی یہ حالت اور ان کا یہ حال، ان کو
بیوی سے کوئی تعلق نہیں، رات بھر نمازیں پڑھتے رہتے ہیں بیوی سے کب
بات چیت کریں گے؟ اس کے حقوق ادا کب کریں گے؟.......... رسول
پاک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان نے بالکل ٹھیک کہا تمہارے
اوپر تمہاری بیوی کا حق ہے تمہارے اوپر تمہارے بدن کا بھی حق ہے
تمہارے اوپر تمہارے رب کا بھی حق ہے رات کے ایک تہائی حصہ میں نماز
پڑھنا نہایت کافی ہے۔

اب ذرا آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بندوں کے
حقوق کو کتنا مقدم رکھا لیکن بندے ایک دوسرے کے حقوق سے اتنا غافل
ہیں کہ آپس کے حقوق کو پہچانتے نہیں حالانکہ قرآن میں اللہ نے فرمایا
"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ" (۲) مسلمان آپس

(۱) بخاری جلد اول ص ۲۶۳ — (۲) پارہ ۲۶ رکوع ۱۴

میں بھائی بھائی ہیں ان میں بھائی چارگی رہنی چاہئے صلح و مصالحت ہونی
چاہئے اسی لئے رسول پاک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں
"لَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا
تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ اِخْوَانًا" (۱) تم ایک دوسرے کی
خفیہ جاسوسی نہ کرو، ایک دوسرے کی پردہ دری نہ کرو، ایک دوسرے کی غیبت
نہ کرو، ایک دوسرے کی عیب جوئی نہ کرو، ہو جاؤ اللہ کے بندے آپس میں بھائی
بھائی.......... دوسری حدیث میں آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد
فرماتے ہیں کہ جو شخص مسلمانوں کے عیب تلاش کرتا ہے اور لوگوں میں اس کا
پردہ چاک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا بھی پردہ چاک کردے گا اگرچہ وہ اپنے تہہ
خانے میں چھپ کر کے غلطی کرے، سمجھ گئے آپ۔ آپ کے کسی عیب کو میں
نے اپنی آنکھ سے دیکھا اب میں بیان کروں، تو یہ اچھی بات نہیں کیونکہ میرا وہ
عیب جس کو میں بھی نہیں دیکھ پاتا میرا پروردگار دیکھ رہا ہے وہ بھی ظاہر فرمادے
گا اسی لئے ہمیں اس سے ڈرنا چاہئے کہ اگر کسی مسلمان کا عیب نکالتا ہوں اس
کے چھپے ہوئے حالات کو ظاہر کرکے اس کی بے عزتی کا سامان کرتا ہوں تو اللہ
تعالیٰ بھی میرا پردہ چاک کرے گا اور ایسے وقت چاک کرے گا کہ سنبھلنے کی کوئی
گنجائش نہ ہوگی.......... اور اسی وجہ سے میرے آقا سرور کائنات صلی اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہیں "مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ
تَعَالٰى عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الْاٰخِرَةِ" (۲) فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی کسی
مسلمان کی دنیا کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کردے تو اللہ اس کی
آخرت کی مصیبتیں دور کرے گا آخرت میں اس کی تکلیفیں دور کرے گا۔

(۱) بخاری جلد ثانی ص ۸۹۶ — (۲) ترمذی جلد اول ابواب الحدود ص ۲۶۳

بولو! اللہ نے بندوں کے حقوق کا کتنا مرتبہ رکھا.............. اسی لئے تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا " وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا " (۱)

اے مسلمانو! تم میں کوئی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے، کیا پسند کرتے ہو کہ اپنے بھائی کا گوشت کھاؤ اپنے منھ سے غیبت کرنا اس کا گوشت کھانا ہے یہ قرآن نے فرمایا اور میرے آقا فرماتے ہیں کہ غیبت ہرگز نہ کرو.............. ایک صحابی عرض کرتے ہیں یارسول اللہ اگر میرے بھائی کے اندر وہ عیب موجود ہو تو کیا نہ بیان کروں؟ فرمایا اگر عیب موجود ہے اور تم نے بیان کیا تو تم نے غیبت کی، اور اگر عیب موجود نہ ہو تو تم نے بہتان تراشی کی، عیب بیان کیا تو غیبت ہوئی اور اگر عیب نہیں ہے تو بہتان تراشی اور افتراء ہے اور مسلمانوں پر افتراء کرنا آسان نہیں ہے مگر میں یہاں ایک نکتے سے آپ کو غافل نہیں رکھنا چاہتا.............. غیبت کرنے کی ممانعت ضرور ہے مگر لوگوں کے وہ عیوب جو دین کے اعتبار سے عیب ہوتے ہیں ان کو بیان کرنا ضروری ہوتا ہے سمجھ میں آئی بات؟ اسی بنا پر کچھ لوگ خود تو سنیما دیکھیں گے، مگر اپنے مسجد کے امام صاحب کو سنیما بازی کرتے ہوئے پسند نہیں کریں گے، اگر دیکھ لیا تو پوری مسجد میں ڈھنڈورا پیٹیں گے ارے ہمارے امام صاحب تو سنیما باز ہیں کل میں نے دیکھا تھا وہ ہی تاکیز پر کھڑے ہو کر ٹکٹ لے رہے تھے ایسا اس لئے ہے کہ امام سے دینی ضرورتیں وابستہ ہیں اس کے ذریعہ بہت سے دینی کام ہوتے ہیں تو یہ دینی عیوب ہوئے اس کا بیان کرنا غیبت نہیں اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا " يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا " (۲) اے

(۱) پارہ ۲۶، رکوع ۱۳ (۲) پارہ ۲۶، رکوع ۱۳

ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرو، اس کی تفتیش کر لو، فاسق کے بیان پر اعتبار نہ کرو.............. قرآن کہہ رہا ہے کہ فاسق کے بیان کا اعتبار نہ کرو۔ مگر آج کل زبردستی عید پیدا کرنے والے لوگ فاسق کو متقی بنا دیتے ہیں کیونکہ زبردستی عید لانی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا " (۱) اس کا بیان لے لو، اس کی تحقیق کر لو، چھان بین کر لو مگر آپ لوگوں پر عید کا ایسا جنون سوار رہتا ہے کہ بس۔ عید ہو جائے کسی طرح اعلان ہو جائے اسی وجہ سے اب ضرورت پڑتی ہے کہ حدیث کے سلسلۂ رواۃ میں جتنے راوی ہیں ہر راوی کے بارے میں تحقیق کی جائے میں نے جن سے حدیث سنی وہ آدمی سچا تھا کہ جھوٹا، راستے میں بیٹھ کر کھاتا تھا کہ نہیں کبھی چلتے ہوئے کھاتا تھا کہ نہیں یہ سب ٹٹولا جائے گا دماغ اس کا کمزور تھا یادداشت اچھی تھی اس کے حافظہ کی کیا کیفیت تھی؟ چنانچہ میں نے پڑھا کہ "امام مسلم" ایک لمبی مسافت یعنی تقریباً بیس روز کا سفر کر کے ایک گاؤں میں پہونچے سنا تھا کہ وہاں ایک بزرگ رہتے ہیں جن کے پاس چند حدیثیں ہیں حضرت امام مسلم ان حدیثوں کو محفوظ کرنا چاہتے تھے وہاں گئے دیکھا کہ ان کا بچہ رو رہا ہے اور انہوں نے اپنے بچے کو تھپکی دینی شروع کی، چپ ہو جا بچے چپ ہو جا میں تجھے کھجور دوں گا، تجھے یہ لا دوں گا وہ لا دوں گا چپ ہو جا بچہ چپ ہو گیا.............. اب تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے اپنا عمامہ وغیرہ کسا اور مسند پر آ کر بیٹھے اور حدیث سنانے کے لئے تیار ہو گئے امام مسلم ان کے سامنے شاگرد کی جگہ بیٹھے یہ استاد کی مسند پر بیٹھ گئے "امام مسلم" نے کہا کہ ذرا سا آپ

(۱) پارہ ۲۶، رکوع ۱۳

میری ایک بات سن لیں کہو کیا کہتا ہے حضرت امام مسلم نے فرمایا کہ آپ نے اپنے بچے سے یہ وعدہ کیا تھا کہ چپ ہو جا میں تیرے لئے کھجوریں لا دوں گا تو آپ اس کے لئے کھجوریں لائے کہ نہیں اور جن جن باتوں کا آپ نے وعدہ کر کے چپ کیا تھا وہ وعدہ آپ نے پورا کیا کہ نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ تو بچوں کو تسلی دینے کی بات تھی .... اب امام مسلم اٹھ کر کھڑے ہو گئے کہ حضرت جب آپ اپنے بچے کو دھوکہ دے سکتے ہیں تو کیا آپ رسول اللہ کی حدیث مجھے سنانے میں دھوکہ نہیں دے سکتے؟ اس لئے میں آپ سے حدیث نہیں سن سکتا ہوں، دیکھا آپ نے؟ اتنی اتنی چیزوں کو وہ ٹٹولا کرتے تھے اس طرح سے لوگ حدیث لینے میں احتیاط کرتے تھے۔

بہر حال میں نے بیچ میں ضمناً یہ بات کہدی اور اسی لئے رسول پاک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیثوں کے اہتمام کا حکم دیا اور فرمایا "كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ" (۱) آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو بات وہ سنے بیان کر دے، جو حدیث سنے وہ بیان کر دے، انہوں نے سنادی وہ بھی سن لی، انہوں نے سن کر بیان کر دیا، انہوں نے بھی سن کے بیان کر دیا، مگر ہم نے ٹٹولا نہیں کہ یہ حدیث سنانے کے اہل ہیں کہ نہیں ان سے حدیث لیجائے کہ نہیں، اس لئے یاد رکھئے کہ عیب اپنی جگہ پر عیب ہے دنیاوی معاملات میں ٹٹولنا بہت معیوب ہے مگر دین کی ضرورت اگر سامنے آجائے تو وہاں پر عیب ٹٹولا جائے گا یہ میں نے اس لئے کہا کہ آج بہت سے لوگ بڑے روادار ہو گئے ہیں کہ فاسق لوگ تو الگ رہے، پکے کٹر وہابیوں کے معاملے میں بھی بڑے نرم دل، اخوت و

(۱) مسلم جلد اول ص ۸

بھائی چارگی کے بہت حامی نظر آتے ہیں، یہ سب ٹھیک طریقے نہیں ہیں، دین جاننے کے لئے ہم ان کو اپنی بات سنا کے رہیں گے کہ تمہارے مولوی ایسے تھے جس مولوی کی تم پیروی کرتے ہو وہ گستاخ رسول تھے یا تو ایسے جہنمی کی پیروی چھوڑ دو تاکہ تم جنتیوں کے ساتھی بن جاؤ یا پھر جہنم کے راستے پر چلتے ہو تو چلتے رہو وہی تمہیں مبارک ہو۔

بہر حال! اب آیئے میرے آقا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوق الناس کے سلسلے میں تو یہ بھی فرمایا کہ تین آدمیوں کی نماز ان کے کان سے اوپر نہیں جاتی کیا مطلب؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھنے کے وقت ہاتھ کان ہی تک پہونچتا ہے تو وہیں تک نماز رہ گئی فرشتے اٹھا کر اس کے اوپر نہیں لائیں گے نماز وہیں تک رہ جائے گی اس کے اوپر نہیں جائے گی ان میں ایک وہ دو آدمی جنہوں نے دنیاوی معاملات میں آپس میں کٹی کر لی، تو نے مجھے کل چائے نہیں پلائی تھی اب سلام کلام بند، تمہارے گھر میں آیا تھا تم نے مجھے کرسی بھی نہیں پیش کی، صاحب سلام بند، یہ تم نے کیوں نہیں سوچا؟ کوئی ضرورت پیش آگئی ہوگی تمہارے بیٹے کی شادی تھی تم نے ہمارے پاس دعوت نہیں پیش کی؟ اب زندگی اور موت دونوں کا معاملہ ختم نہ شادی میں آئے نہ غمی میں، نہ تم آنا نہ میں، میرا باپ اور میرا بیٹا مر جائے تو تم میرے دروازے پر مت آنا ورنہ دھکا دیکے باہر نکال دوں گا وغیرہ وغیرہ رسول پاک نے تو فرمایا کہ مسلمان کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اور آپ کہیں کہ میں نماز جنازہ کی صف سے دھکا دے کر بھگا دوں گا یہ کہاں کے حقوق ہیں؟ یہ کیسے حقوق ہیں؟ تو سنئے جناب کیوں نہیں آپ نے یہ سوچا کہ شادی بیاہ کی پریشانیوں الجھنوں میں شاید وہ میرا نام بھول گیا ہوگا اسی لئے مجھ کو دعوت

نہیں دی مجھے یاد آیا کہ ایک صاحب ہمارے دیار ہی کے ہیں انہوں نے اپنے بیٹے کی شادی کے موقع پر میرے گھر سرے سے کسی کو دعوت ہی نہ دی، جمعرات کے دن بیٹے کا نکاح تھا بارہ بجے تک چھٹی ہو گئی میں چھٹی کے بعد ایک تیز رفتار سواری کے ذریعے جلد سے جلد دو بجے تک وہاں پہونچ گیا پہلے اپنے گھر نہیں گیا سیدھے ان کے گھر گیا السلام علیکم، وعلیکم السلام وہ فرمانے لگے واللہ میں آپ کو بالکل بھول گیا تھا اور آپ کے یہاں دعوت نہیں بھیجی میں شرمندہ ہوں اب ہزاروں معذرت وہ کرتے رہے کچھ لوگوں نے یہ سوچا ہوگا کہ یہ دعوت کی لالچ میں آئے ہیں مگر واللہ ایسا ہرگز نہیں مجھے ایک حدیث یاد آتی ہے رسول پاک نے فرمایا ہے "مَنْ وَصَلَهٗ وَصَلَهُ اللّٰهُ" (۱) جس نے کٹے ہوئے کو جوڑا تو اللہ بھی اسے جوڑے گا میں اس نیت سے آیا کہ انہوں نے آج اگر قصداً یا سہواً کاٹ ہی دیا ہے تو میں اسے جوڑوں گا میں گیا، الحمد للہ میں باعزت وہاں پر رہا اور انہیں خود شرمندگی اٹھانی پڑی کہنے لگے کھانا کھا کے جانا پڑے گا............... آج اگر حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ ہوتے تو واقعتاً وہ بھی وہی کرتے جو آپ نے کیا میں نے کہا حضرت کوئی بات نہیں ہے اصل معاملہ یہ تھا کہ میں نے سوچا پریشانیوں میں آپ بھول گئے ہوں گے مگر میری ذمہ داری تھی کہ شادی کے موقع پر آپ کو مبارکباد دوں اور رشتے کی پختگی اور برکتوں کے لئے دعاء بھی کر دوں اس لئے میں حاضر ہوا ہوں، کھانے کے لئے حاضر نہیں ہوا ابھی جان میرے کھانے پر میرا انتظار گھر میں کر رہی ہوں گی بہر حال تو اب یہ بات واضح ہو گئی کہ جن دو آدمیوں میں کٹی ہو گئی ان کی نماز ان کے کان کے اوپر تک نہیں جاتی جب

(۱) بخاری جلد ۲ ص ۸۸۵، مسلم جلد ۲ ص ۳۱۵

تک کہ آپس میں صلح نہ کرالیں لہٰذا دونوں کو چاہئے کہ آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کو پہچانیں گے اور صلح و مصالحت کریں لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر پہلے میں گیا تو میری مونچھ کٹ ہو جائے گی، اللہ کے رسول سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اَنَا اللّٰهُ وَاَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ اِسْمِیْ" (۱) میں اللہ ہوں، میں رحمٰن ہوں اور میں نے رشتے داروں کا تعلق اپنے نام سے بنایا ہے کیسے؟ میں رحمٰن ہوں اور تم لوگ اولو الارحام یہ رشتے دار اولو الارحام کہلاتے ہیں یہ اصحاب رحم ہیں میں نے اپنے نام سے ارحام اور رشتے بنائے ہیں رب فرماتا ہے "فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهٗ" جس نے اپنے خونی رشتے کو جوڑ کے رکھا میں اس کو جوڑ کے رکھوں گا کہ اس نے مجھ سے اپنا رشتہ جوڑ کے رکھا ہے اور جس نے اپنے خونی رشتے کاٹ دیئے اب میں اس کو کاٹ دوں گا کہ اس نے مجھ سے کٹی کر لی اب ذرا آپ دیکھو یہ معمولی بات ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ماحول کے انسانوں کے حقوق کو اپنا حق قرار دیدیا، یہ رشتے صرف تمہارے رشتے نہیں ہیں، اللہ فرماتا ہے یہ رشتہ میرا ہے یہ تعلق میرا ہے اس لئے اب میرے رشتے کو کاٹ لینا آسان نہیں ہے بہت ہی بھاری قیمت اس کی چکانی پڑے گی۔

بہر حال! اب آپ اس طرح سے دیکھتے جائیں کہ کس طرح بندوں کے حقوق یاد دلائے جا رہے ہیں اب آپ پھر اس موقع پر ایک حدیث سنیں کہ رسول پاک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے جھرمٹ میں جلوہ بار ہیں چاروں طرف صحابہ کی بھیڑ لگی ہے اتنے میں ایک بوڑھے صحابی رسول

(۱) ترمذی جلد ۲ ص، مسند امام احمد ابن حنبل ص ۱۲

پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے اس معمر صحابی کے لئے کم عمر لوگوں نے گنجائش نہیں نکالی ذرا ذرا سمٹ جاتے تو ایک آدمی کی جگہ بن جاتی............ جب دیکھا آقائے کائنات نے کہ بڑے میاں کے لئے لوگوں نے جگہ نہیں بنائی تو فرمایا۔ اے میرے صحابہ سن لو "لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَمَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا" (۱) جو شخص چھوٹوں پر مہربانیاں نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم و توقیر نہ کرے وہ ہماری سوسائٹی کا نہیں وہ ہم میں سے نہیں ہے سوچو! رسول پاک جس کو اپنی سوسائٹی سے باہر کر دیں اب اسے کہاں جگہ مل سکتی ہے شیطان ہی کی سوسائٹی میں جگہ مل سکتی ہے۔ اس حدیث میں میرے آقا سرور کائنات نے دونوں باتیں بتائیں چھوٹوں پر شفقت، چھوٹوں کے حقوق بتائے، بڑوں کی توقیر و تعظیم یہ بڑوں کے حقوق بتائے، جوان اس زمانے میں بوڑھوں کو پاگل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں یہ پاگل ہو گئے۔ یہ پاگل ہو گئے۔ اور بوڑھے جوانوں کو بالکل احمق الناس سمجھتے ہیں دونوں ایک دوسرے کو پاگل اور گدھا سمجھ رہے ہیں اور اس میں دونوں کا قصور ہے جوانی تو آدمی کو پاگل بنا ہی دیتی ہے مگر بوڑھاپے میں بھی آدمی طفولیت کی طرف رجوع کر جاتا ہے قرآن فرماتا ہے "وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا" (۲)

اور دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا "وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ" (۳) اس لئے اب بوڑھے بھی کمزور ہیں مگر جوانوں کو اتنا تو یاد رکھنا چاہئے کہ بوڑھوں کا ادب کرنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ بوڑھے کی دعائیں ملتی ہیں بوڑھے کی تعظیم و توقیر اور دل جوئی میں اللہ کا قرب ملتا ہے سنئے حدیث! رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جس شخص نے کسی

(۱) ترمذی جلد ثانی ص ۱۴ (۲) پارہ ۱۴ رکوع ۱۵ (۳) پارہ ۲۳ رکوع ۳

بوڑھے کی تعظیم اس کے بوڑھاپے کی وجہ سے کی، جس شخص نے کسی بوڑھے کی توقیر و تکریم اس کے بوڑھاپے کی وجہ سے کی تو اللہ تعالیٰ اس کے بوڑھاپے میں بھی ایسے لوگ کھڑے کر دے گا جو اس کی تعظیم و تکریم کریں گے (۱) آپ نے سبحان اللہ تو کہا.............. مگر مطلب بھی سمجھے؟ مطلب یہ ہے کہ ایک بات میں دو بشارتیں آپ تعظیم کے مستحق ہو گئے یہ تو ہے ہی مگر جو پہلی بشارت ہے وہ سنو کسی آدمی کو اپنی زندگی پر اعتماد نہیں ہے کب یہ بے وفائی کر جائے، راستہ چلتے چلتے لڑھک جاتے ہیں، گئے بازار کرنے کے لئے آئے گھر پر لاش بن کے جناب ہوائی جہاز میں آگ لگ گئی ختم ہو گئے، کبھی ایسا ہوا کہ ٹرین لڑ گئی اسی میں صفایا ہو گیا، کہیں ہارٹ اٹیک ہو گیا، کہیں کچھ ہو گیا، یہ سب ہوتا رہتا ہے آئے دن، مگر سنو میرے آقا فرما رہے ہیں جس شخص نے کسی بوڑھے کی تعظیم اس کے بوڑھاپے کی وجہ سے کی تو اب اسے پہلی بشارت یہ ہے کہ اس کی زندگی کی ضمانت ہے کہ وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک بوڑھا نہیں ہو جائے گا اور بوڑھا ہو جائے گا تو لوگ گالی نہ دیں گے اس کی تعظیم و تکریم کریں گے، سبحان اللہ۔ سبحان اللہ! ذرا سوچو دو دو خوشخبریاں مل رہی ہیں مگر اب تو حالات بہت بدل گئے ہیں نہ چھوٹوں پر شفقت ہے نہ بڑوں کی تعظیم ہے ہر جگہ مغرب کی چھاپ دیکھنے کو مل رہی ہے پھر بھی فضل ہے کہ ہمارے ہندوستان میں بہت غنیمت ہے.............. ورنہ دنیا کا حال تو بہت بدل چکا ہے کیوں کہ انگریزوں نے دنیا سے اسلام کو مٹانے کی جو مہم چلا رکھی ہے اس کا اثر دنیا کے کونے کونے پر چھا گیا ہے ایک ایسا واقعہ ہم نے دیکھا کہ آپ سن کر حیرت میں پڑ جائیں گے۔ ایک صاحب ہندوستان سے جا کر "یو کے" یورپ کی

(۱) ترمذی جلد ثانی ابواب البر والصلۃ ص ۲۲

نیشنلٹی لے کر رہتے تھے ان کی ایک جوان لڑکی تھی اس نے کہیں اپنا (Boy friend) ہمسفر چن لیا دونوں ملتے جلتے تھے ایک مرتبہ ماں باپ نے دیکھا کہ رات میں بھی اس کا فرینڈ آکر گھر رہ گیا، تو لڑکی کو منع کیا مگر وہ مانی نہیں تین چار مرتبہ منع کیا پھر ڈانٹا، پھٹکارا اس کے بعد لڑکی نے جج صاحب کے یہاں اپنی ایک درخواست پیش کی کہ میرا ایک (Boy friend) ہے جو میرے گھر رہتا ہے میرے والدین کو اس پر اعتراض ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر تجھے ہمارے گھر میں رہنا ہے تو اس کو نہیں آنے دینا ہے اور اگر تجھے اس کے ساتھ رہنا ہے تو یہاں گھر چھوڑ دینا ہے میرے لئے بڑی مصیبت ہے لہذا میری داد رسی کیجائے...... جج صاحب نے سمن نکالا والدین حاضر ہوئے اب کیس کی ہیرنگ شروع ہوئی اب ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ ایک مشرقی تہذیب کے پابند ہیں ہمارے مذہب میں لڑکیاں پردے میں رہتی ہیں اگر یہاں پردے میں نہ سہی تو کم سے کم عفت وناموس کو تو محفوظ رکھیں اس لئے ہم یہ گوارا نہیں کرتے کہ ہمارے گھر میں اس طرح کی بے حیائی ہو، یہ بیان دیا اس کے بعد جج صاحب نے اپنا ججمنٹ لکھا کہ لڑکی نے جو فریاد کی ہے اپنی اپلیکیشن میں جو لکھا ہے وہ سو فیصد صحیح ہے کیونکہ مدعا علیہ نے اس کا اعتراف کیا اس کے والدین انسانی آزادی میں خلل ڈالتے ہیں جو جرم ہے یہ دونوں بوڑھے ہو چکے ہیں ان کو مکان کی کوئی ضرورت نہیں، لہذا حکومت کو آڈر کیا جاتا ہے کہ ان دونوں بوڑھوں کے لئے ہاسٹل بک کر دے، اور مکان اس لڑکی کو دیدیا جائے جس طرح چاہے وہ اپنے (Boy Friend) کے ساتھ رہے۔

اب لیجئے جناب اس طرح سے معاشرے میں کیا پیدا ہوگا کیسے بڑے بڑے ناسور پیدا ہو گئے یہ سب کمالات ہیں ان کے جو یورپ میں پیدا ہوتے

ہیں اور یورپ میں جب وہ جرائم ذرا موٹے موٹے ہو جاتے ہیں تو ایشیاء میں بھاگ کر کے سمندر تیر تیر کے ہواؤں میں اڑ اڑ کے چلے آتے ہیں اور اس سے ماحول گھناؤنا ہوتا چلا جاتا ہے............... اس طرح سے اور بھی بہت سے عجیب وغریب واقعات ہم نے تو وہاں جا کر دیکھے.................

امریکہ کے حالات بھی کچھ اسی طرح کے ہیں خوشگوار انداز میں وہاں کے لوگ نکلتے جاتے ہیں مگر حالات ایسے ہیں کہ العیاذ باللہ امریکہ کے ڈائلکٹ ریڈیو اسٹیشن سے میں نے ایک مرتبہ حقوق الوالدین کے موضوع پر تقریر کی، تو اس تقریر کو سننے کے بعد کچھ بوڑھے اور ادھیڑ عمر کے لوگ میرے پاس آئے اور بہت مبارکباد دینے لگے، کہنے لگے آپ نے جوانوں اور نوجوانوں کی دکھتی ہوئی رگ پر انگلی رکھ دی ایسی اور تقریروں کی بہت زیادہ ضرورت ہے، لوگ ماحول سے بچوں کو سمجھاتے ہیں مگر آپ نے قرآن وحدیث سنا کر لوگوں کے ایمان کو چیلنج کر دیا اسی طرح ہونا چاہئے.............. میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج ماحول بگڑتا جا رہا ہے آپس کے حقوق کو پہچانو اللہ تعالیٰ نے تمہیں آنکھ دی ہے آنکھ کی حفاظت کرو، زبان دی ہے زبان کی حفاظت کرو، ہاتھ پاؤں میں قوت دی ہے اس کی حفاظت کرو، کان دیا ہے اس کی حفاظت کرو، کوئی چیز حق اللہ، اور حق العباد کے خلاف استعمال نہ ہونی چاہئے اور والدین کے معاملے میں تو اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا " وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا " (۱) اور دوسری جگہ فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور ہمیں حکم دیا کہ " لَاتُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا " (۲) اللہ کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ حسن

---

(۱) پارہ ۱۵ رکوع ۳ (۲) پارہ ۵ رکوع ۳

سلوک کر، اللہ نے ایمان کے ساتھ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا، اللہ نے ایمان کے ساتھ والدین کے حقوق کو ایسا جوڑ دیا سبحان اللہ اسی لئے رسول پاک ارشاد فرماتے ہیں " اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ " (۱) گناہ کبیرہ تو کئی ایک ہیں ان کبائر میں بڑے بڑے کبیرہ ہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کون بتادوں؟ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ضرور بتائیں فرمایا "اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ" فرمایا رسول پاک نے سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ اللہ کا شریک ٹھہراؤ والدین کے ساتھ سرکشی کرو اور جھوٹی گواہی، جھوٹی گواہی، سبحان اللہ۔

آپ ذرا دیکھیں تو سہی کہ اسمیں والدین کے حقوق کو کتنی اہمیت دی گئی ہے......... حدیث پاک میں میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں "اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاِنْ شِئْتَ فَاحْفَظْ عَلَى الْبَابِ اَوْ ضَيِّعْ "(۲) والد جنت کے سب دروازوں میں سب سے افضل دروازہ ہے اگر تو چاہے تو اس کی حفاظت کر چاہے تو برباد کردے کیا مطلب؟ اگر تم چاہتے ہو کہ جنت کا افضل ترین دروازہ تمہیں ملے تو اسی وقت ملے گا کہ باپ کو راضی کرو، باپ کی خوشنودی حاصل کرو اور اگر چاہتے ہو کہ جنت کا وہ دروازہ تمہارے حق میں ضائع اور برباد ہو جائے تو اسکی نافرمانی کرو مطلب یہ ہوا کہ جیسا برا سلوک چاہو اپنے باپ کے ساتھ کرو مگر اسکا انجام وہی ہوگا جو تم نے سنا۔

حضرت معاویہ ابن جاہمہ رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ ان کے والد حضرت جاہمہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے رسول! میں نے جہاد میں شریک

(۱) بخاری جلد اول ص ۳۶۲ (۲) مشکوۃ شریف ص ۴۲۱

ہونے کا ارادہ کیا ہے اور آپ کی خدمت میں مشورہ کے لئے حاضر ہوا ہوں سرکار نے پوچھا کیا تیری ماں زندہ ہیں؟ عرض کیا ہاں! "قَالَ فَالْزَمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا " (۱) حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالی عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو ولایت اور قطبیت کا اتنا اونچا درجہ کیسے ملا؟ حضرت بایزید کی شان یہ تھی کہ جس نے ان کو دیکھ لیا وہ اسلام لے آیا، بایزید بسطامی کی عجیب شان تھی، ایک عجیب و غریب شان، ان کے زمانے میں ان کے شہر بسطام میں ایک طوائف آگئی بڑی بے حیائی اس کے اندر تھی پانچ سو درہم اس نے اپنی فیس رکھ لی تھی، رات کے وقت آئی اب لوگوں کی بھیڑ لگنے لگی پورا شہر اس کے زلف کا اسیر بن گیا، حضرت بایزید نے لوگوں سے پوچھا کیا معاملہ ہے کہ آج کل اس شہر میں نحوست و بے برکتی کا احساس ہوتا ہے کیا ہو گیا ہے لوگوں نے کہا کہ ایک طوائف آگئی ہے اور اس نے گناہوں کا بازار گرم کردیا ہے اور پانچ سو درہم اس کی فیس ہے فرمایا اچھا یہ ماجرا ہے حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ دوسرے دن تیار ہو کر چلے، انہوں نے مصلی، تسبیح، جبہ وغیرہ اپنے ساتھ لیا اور جیب میں پانچ سو درہم رکھے وہاں جاکر مصلی بچھا کے اس کے دروازے کے قریب جو گلی تھی اسی میں بیٹھ گئے اب جو آتا حضرت بایزید بسطامی کو دیکھ کے بھاگتا جو آتا ادھر سے بھاگتا، ادھر سے بھاگتا سب بھاگے جارہے ہیں..........

رات کا کچھ حصہ گذر گیا طوائف نے اپنی نوکرانی کو بھیجا کہ دیکھو معاملہ کیا ہے؟ آج کوئی نظر نہیں آتا لوگ یہاں لائن لگا کر بیٹھتے تھے اور آج کوئی یہاں نظر نہیں آرہا ہے تو نوکرانی دروازے پہ آکر دیکھتی ہے کہ ایک بزرگ سفید ریش یہاں جلوہ بار ہیں اس نے آپ سے پوچھا کہ آپ کیسے آئے؟

(۱) مشکوۃ شریف ص ۴۲۱ باب البر والصلۃ

حضرت نے کہا کہ میں آیا ہوں اسی شوق میں جس شوق میں لوگ یہاں آتے ہیں تو نوکرانی نے اندر جاکر خبر دی کہ بڑے میاں بیٹھے ہیں جو بھی ان کو دیکھتا ہے بھاگ جاتا ہے کہا جو یہ موٹی رقم نذرانے میں دیدو، کہو بڑے صاحب آپ کے لئے یہ جگہ نہیں ہے نذر قبول کیجئے اور جایئے کسی مسجد میں آپ پناہ لیجئے .... حضرت بایزید بسطامی کو نذر پیش کی حضرت نے کہا کہ آج میں نذر لینے نہیں آیا ہوں بلکہ نذرانہ پیش کرنے آیا ہوں اب میری نذر اسکو لینی ہوگی، کہا صاحب بڑی فیس ہے پوچھا کتنا؟ کہا پانچ سو درہم، فرمایا لو پانچ سو درہم اور لے جا کے پیشگی دیدو پانچ سو درہم دیئے، اب وہ لیکر اندر گئی، اور معاملہ بتایا تو طوائف نے کہا کہ اچھا انھوں نے فیس دیدی ہے تو بلالو، اب حضرت بایزید بسطامی اندر پہونچے فرمایا پہلے یہ بتاؤ کہ اتنی فیس دینے کے بعد میرا تمہارے اوپر کچھ حق نکلا؟ اس نے کہا ہاں جو آپ حکم دیں، اسکو میں بجا لانے کو تیار ہوں .... فرمایا تب تو ٹھیک ہے کچھ میں چاہتا ہوں، اب ایک کام کرو اپنے بیگ سے آپ نے دو چادریں نکالی فرمایا جاؤ غسل کرو اور یہ پاک کمائی کے کپڑے ہیں ان سے خوب اچھی طرح سے اپنا بدن چھپا کر لو .... وہ اچھی طرح غسل کرکے پاکیزہ کپڑے پہن کر آگئی حضرت بایزید بسطامی نے مصلی بچھادیا، اور فرمایا اس پر دو رکعت نماز کی نیت باندھ کر کھڑی ہو جا، اللہ اکبر جیسے ہی نیت باندھ کر وہ کھڑی ہوئی سیدنا بایزید بسطامی سجدے میں گر پڑے، عرض کرتے ہیں رب العلمین تیری ایک باغی اور سرکش بندی کو میں نے تیری چوکھٹ پہ حاضر کر دیا ہے، اب تیری جو مرضی ہو کر، چاہے بایزید بسطامی کا یہ نذرانہ قبول کر لے یا رد فرمادے، اے رب العلمین میں نے تیرے دربار میں حاضر کر دیا ہے، ابھی بایزید بسطامی

کا سر سجدے سے نہیں اٹھا کہ اسکی طبیعت میں ایک انقلاب برپا ہوا اور اللہ نے اسے ایک پارسا اور محبوب بندی بنا دیا۔ یہ حضرت بایزید کی شان کہ طوائف کو پارسا بنا کر رکھ دیا۔

حضرت بایزید بسطامی جدھر نظر اٹھادیتے ایک طوفان عمل برپا ہو جاتا بہت بلند شان تھی انکی خیر .... لوگوں نے پوچھا آپکو یہ مرتبہ کیسے ملا؟ فرمایا ماں کی خدمت سے ملا، لوگوں نے کہا کیا خدمت ماں کی آپ نے کی؟ فرمایا کہ میں نے خدمت یہ کی کہ ایک رات کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا تھا، اور میں ابھی عنفوان شباب کی سرحد میں داخل ہونے والا تھا، رات کو نیند سے اٹھکر میری ماں نے آواز لگائی بایزید بسطامی پیاس بہت سخت لگی ہے ایک پیالا پانی پلاؤ، میں فوراً گیا پیالے میں پانی لیا، اور لیکر حاضر ہو گیا، آکے دیکھتا ہوں کہ ماں کو پھر نیند آگئی، اب میں سوچ میں پڑ گیا کہ کیا کروں جگاؤں اور پانی پلاؤں یا پھر سونے دوں اگر جگاتا ہوں نیند میں خلل پڑے گا کیونکہ بوڑھے کو نیند بہت مشکل سے آتی ہے، اور اگر نہ جگاؤں تو ماں پیاس میں رہیں گی کیا کروں، میری نیند بھی مجھ کو سونے پر مجبور کر رہی ہے مگر سوچا کہ نیند کبھی اور وقت میں پوری کریں گے، اگر ماں کی آنکھ کھلی اور مجھے پانی کے ساتھ نہ پایا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی لفظ ہلاکت کا انکی زبان سے میرے لئے نکل جائے وہ ٹھنڈا ٹھنڈا پانی اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے کھڑے رہے، رات گزرتی جارہی تھی، اور ہاتھ سخت ٹھنڈک اور کپڑے سے باہر ہونے کی وجہ سے برف ہوتا جارہا تھا۔

رات گزرتی رہی یہاں تک کہ صبح ہوگئی صبح کے وقت ان کی ماں کی آنکھ کھلی دیکھا کہ بیٹا پانی کا پیالہ لئے کھڑا ہے پوچھا کہ بایزید بسطامی اب تک تم

پانی کا پیالہ لئے کھڑے ہو؟ بولے کہ ماں میں نے سوچا کہ کہیں بیچ میں آپکی آنکھ کھلے اور پانی کے ساتھ مجھے نہ پائیں تو کہیں آپکو تکلیف نہ ہو جائے، اس لئے میں ساری رات پانی لئے کھڑا رہا، ماں نے جب بیٹے کے ہاتھ سے پانی کا پیالہ اٹھایا تو اب وہ پیالہ ہاتھ میں چپک چکا تھا پیالہ لیتے وقت کچھ جگہ جگہ سے کھال بھی اتر گئی، ماں نے یہ کیفیت دیکھی، تو آنکھیں اشکبار ہو گئیں، اور گڑگڑا کے دعائیں دینے لگیں، اے اللہ جیسے اسنے میری خدمت کی، اور میری رضاجوئی کیلئے اسنے یہ تکلیف برداشت کی رب العلمین اسے اپنے زمانے کا یکتا بنادے، اور بہتوں کے لئے اسے منارۂ نور بنادے حضرت بایزید نے فرمایا انکی دعاؤں کا فیضان ہے کہ آج میں اس حال پر ہوں، مگر افسوس صد افسوس آج والدین کی دعاؤں کے لئے نہ بچے تیار ہیں نہ جوان تیار ہیں، اور جن خوش قسمت لوگوں کی بوڑھاپے میں ماں ہیں، وہ بھی اپنے بوڑھاپے کو نبھانے کی کوشش کر رہے ہیں اور وہ یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے لئے والدین ہی سب سے بہتر نعمت ہیں،

اللہ تعالی ہم سب کو انسان کامل بنادے، ہر اعتبار سے حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس پہچاننے اور اسکو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

☆☆☆☆☆☆

۴

معراج شریف ایک معجزہ

الحمد لله نحمده ونصلی علی حبیبه الکریم ۔ اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۔ (۱)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَاَکْمَلُ التَّسْلِیْمِ ۔

ایک بار نہایت احترام، عقیدت اور عشق و محبت کے ساتھ بارگاہ رسالت میں نذرانہ درود شریف پیش کریں ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ....

رفیقان گرامی! مجھے ایک عنوان عطا کیا گیا ہے "معراج شریف ایک معجزہ"، مگر میں عجیب مخمصے میں ہوں کہ ادھر تقریباً بیس پچیس روز سے ایک تسلسل ہے سفر اور تقریروں کا اور ساتھ ہی کچھ کاموں کا بوجھ بھی، مجھے اتنا موقع نہ مل سکا کہ معراج شریف کے بارے میں کچھ مزید مطالعہ کر سکوں یا کم از کم کچھ غور و فکر کر سکوں، اسلئے میں اپنی حقیقت کے اعتبار ہی سے تقریر کر پاؤں گا۔

رفیقان گرامی! اللہ تبارک تعالیٰ نے جتنے انبیاء کرام اس خاکدان گیتی پر مبعوث فرمائے سب کو قسم قسم کے بے مثال معجزے عطا کیے۔ معجزہ ایک ایسا فعل ہوتا ہے یا ایک ایسا حال کہ جس کے مقابلے پر غیر نبی قادر نہیں ہوتا ہے یعنی ایک مافوق الفطرۃ اور عام انسانوں کی فطرت و قوت سے ماوراء

(۱) پارہ ۱۵ رکوع ۱

جو حال ایک نبی پر آتا ہے اسی حال کو معجزہ کہتے ہیں، مگر اس میں یہ شرط بھی ہے کہ تصدیق ثبوت کا بھی وہ کام کرے، حاصل یہ ہے کہ ایک نبی کی سچائی معجزہ سے ثابت ہوتی ہے جملہ انبیاء کرام معجزات لے کر آئے لوگوں نے ایسے مقابلے کی بھر پور کوششیں کیں لیکن مقابلے میں لوگ ناکام رہے، انبیاء کے معجزے کا کوئی کیا مقابلہ کریگا ۔ معجزے کا ایک عظیم جلوہ ہوتا ہے جسے ہم اولیاء کرام کی کرامت کہتے ہیں اس کا بھی مقابلہ کرنے سے بڑے بڑے طاغوتی کردار والے عاجز رہے اس وجہ سے کہ "کرامۃ الولی معجزۃ للنبیہ" ولی کی کرامت بھی اسکے نبی کا معجزہ ہے، ولی کی طرف اسکی نسبت کرو تو کرامت ہے مگر یہ ولی جس نبی کا امتی ہے یہ کرامت اس نبی کیلئے معجزہ کہلاتی ہے کیونکہ اگر یہ ولی اس نبی کی بارگاہ کا دریوزہ گر نہ ہوتا تو اس کو یہ کمال ودیعت نہ کیا جاتا اس اعتبار سے یہ نبی کی سچائی پر بھی دلالت کرتی ہے، کہ نبی اپنے دعوی میں سچا ہے بہر حال یہ بات تو ضمنی ہے، مجھے عرض یہ کرنا ہے کہ معجزات تو سارے انبیاء کرام لیکر تشریف لائے، کوئی نبی معجزے سے خالی نہ تھا لیکن آقائے کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم چونکہ سارے نبیوں کے پیشوا اور امام ہیں اور تمام کمالات کے جامع ہیں اسلئے آپ کو ہر قسم کا معجزہ عطا کیا گیا، اور ہر معجزے میں آپ بے مثال بنائے گئے حضرت موسی علیہ السلام نے بڑے عظیم معجزے پیش کئے ۔ عصاء کو اژدہا بنا دیا، عیسی علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کیا، یہ چھوٹے چھوٹے معجزے نہیں ہیں کوئی عام انسان ان کاموں کو کر ہی نہیں سکتا، عیسی علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کیا، میرے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مردوں کو نہیں بلکہ وہ چیز جس میں کبھی زندگی کا نام و نشان ہی نہ تھا، لکڑی کے سوکھے تنے

کو زندگی عطا فرمادی، اور نبی کا عشق بھی عطا کیا اور اس کا سوز و گداز بھی عطا کیا۔(١)
تو میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ وسلم معجزے میں بے مثال ہیں۔ ہر معجزہ ایک معجزہ
ہے مگر خدا کی قسم معراج ایک ہی معجزہ نہیں ہے بلکہ کئی معجزوں کا جامع ہے، یہ
ایک ایسا معجزہ ہے جو نہ معلوم کتنے معجزات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

ذرا آپ سوچیں! کہ ہم مبارک پور جاتے ہیں اور آتے ہیں تو کم از کم
اپنی گاڑی پر بھی پونے دو گھنٹہ لگتے ہیں اگرچہ تیز رفتار گاڑی سے جائیں مگر
ہمارے آقائے کائنات نے زمین سے آسمان اور آسمان دنیا سے سارے آسمانوں
کو پھر سدرۃ المنتہیٰ عرش و کرسی اور نہ معلوم کہاں کہاں جو کہاں کی تعبیر سے
بھی ماوراء ہے سب کی اتنی کم مدت میں سیر کی اور واپس آگئے کہ۔

زنجیر بھی ہلتی رہی بستر بھی رہا گرم
اک دم میں سر عرش گئے آئے محمد ﷺ

"سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً" (٢) یہاں لیلاً نے
اسی مدت قلیل کی طرف اشارہ کیا ہے فلسفیوں نے رد کیا تھا کہ وقت مقدار
حرکت کو کہتے ہیں، اگر نبی کی اتنی عظیم حرکت تھی تو اس حرکت کی ایک
مقدار تو ہونی چاہئے، مگر آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہر حرکت کی
مقدار کو وقت نہیں کہا جاتا۔ میرے آقا سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
تھوڑے سے وقت میں کہاں سے کہاں گئے آئے ساری کائنات کا آپ نے
دورہ فرمایا پھر واپس تشریف لائے اور یہ سب کچھ انتہائی کم وقت میں ہوا،
وقت قلیل میں اتنا بڑا کام معجزہ ہے، اسی بناء پر کتنے لوگ جو عقل سے پیدل

(١) بخاری جلد اول (٢) پارہ ١٥ ار کوع ١

ہیں یا عقل کے مریدان لوگوں نے اس معجزے کا انکار کر دیا اور اس کو خواب
تک محدود کر کے رکھ دیا اور یہ کہہ دیا کہ معراج، نبی پاک کے ایک خواب کا
نام ہے معراج رسول پاک کی سیر کا نام نہیں، مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ
کیوں ایسا کہا گیا؟ کم از کم قرآن مجید کی تلاوت تو کر لی جاتی کہ قرآن میں اللہ
تعالیٰ نے "بعبدہ" فرمایا لفظ "عبد" سے تعبیر کیا "بروح عبدہ" نہیں کہا
اور "عبد" جسم اور روح کے مجموعے کو کہتے ہیں اور "اسریٰ" بھی یہاں فرمایا
یہ "اسریٰ" جسمانی سیر ہوا کرتی ہے یہ فرق الگ ہے کہ اسریٰ وہی سیر ہوتی
ہے جو رات کے وقت ہو، دن کی سیر کو اسریٰ سے تعبیر نہیں کرتے، مگر یہ
اسریٰ جب تک کہ جسمانی سیر نہ ہو اس وقت تک اس کا تحقق نہ ہوگا، اسی
بناء پر ایک سوال لوگوں نے کھڑا کیا کہ جسمانی سیر ممکن نہیں کیوں کہ
حقد مین فلاسفہ جو یونان کے فلاسفہ کہلاتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ زمین کی سطح
سے اٹھتے اٹھتے فضاء میں ایک ایسی سطح آتی ہے جہاں پر کرۂ زمہریہ ہے
اور آسمان کی سطح سے متصل ایک ایسی موٹی سطح ہے جسے کرۂ نار کہتے ہیں۔
کرۂ زمہریہ تک کوئی شی پہونچتی ہے تو منجمد ہو جاتی ہے جس طرح برف
میں کوئی چیز جم جائے اور آئس کریم بن جائے۔ تو رسول پاک ﷺ اگر کرۂ
زمہریہ سے گذرے ہوتے تو منجمد ہو جاتے، سیر نا ممکن ہو جاتی، اور اگر
کرۂ نار سے گذرے ہوتے تو آگ جلا دیتی۔ یہ تو قدماء کے فلاسفہ نے کہا نئے
فلسفیوں نے یعنی سائنس دانوں نے تو آسمانوں ہی کا انکار کر دیا، بھلے ہی آپ
سر کی آنکھوں سے دیکھیں مگر اسے یہ لوگ واہمہ کہتے ہیں۔ کہ یہ ایک
طرح کا وہم ہے در حقیقت آسمان کا وجود نہیں لیکن ان فضاؤں میں ایک ایسی
بھی جگہ وہ مانتے ہیں کہ اس سطح سے آگے آپ پہونچیں تو پھر وہاں پر ہواؤں

کا دباؤ بالکل معدوم ہو جاتا ہے۔ ہواؤں کا زور بالکل ختم ہو جاتا ہے اور سخت سے سخت جسم بھی پھٹ جاتا ہے۔ ہم یہاں پر اپنے جسم کے ساتھ اس طرح پر موجود ہیں کہ ہوا کے دباؤ سے ہمارا جسم دبا ہوا اپنی جگہ ہے لیکن یہ ہوا اپنی حالت سے زیادہ اگر بالکل ہلکی ہو جائے تو آدمی کو ورم ہونے لگے گا، سوجن آجائے گی اور جب ایتھر کے اوپر پہونچ جائے تو پھر اس وقت آدمی کا جسم پھٹ جائے گا اسی لئے جب راکٹ پر انسانوں کو بھیجا جاتا ہے تو پریشر ڈریس ان کو پہنایا جاتا ہے، وہاں پر آکسیجن نہیں ہوتی تو پیٹھ کے اوپر آکسیجن کی بوتل بھی لگائی جاتی ہے اور ناک میں نلکیاں بھی ٹھونسی جاتی ہیں جس سے آدمی کو آکسیجن ملتی رہے اگر رسول پاک کی معراج، جسمانی ہوتی تو جسم پھٹ گیا ہوتا، آکسیجن کی کمی ہونے کی وجہ سے باتھ شل ہو جاتا کیسے یہ معراج جسمانی مانی جائے؟ اس طرح کے سوالات لوگوں نے کئے مجھے یاد آتا ہے کہ ہمارے دادا استاذ نہیں بلکہ پردادا استاذ حضرت مولانا ہدایت اللہ خانصاحب رامپوری علیہ الرحمہ ہر سال دو میلاد شریف کراتے تھے ایک بارہویں شریف کے موقع پر ربیع الاول میں اور ایک ستائیسویں رجب شریف میں معراج شریف کے موقع پر یہ دو اجلاس کراتے تھے ایک بار مولانا شبلی صاحب کا نام سنا کہ وہ بہت عمدہ نفیس تقریر کرتے ہیں۔ انہیں دعوت دے کر بلایا جونپور اور اعظم گڈھ میں زیادہ فاصلہ نہ تھا اس زمانے میں تو جونپور اعظم گڈھ ضلع ہی میں شمار کیا جاتا تھا تو اب یہ پہونچے حضرت مولانا ہدایت اللہ خانصاحب رامپوری علیہ الرحمہ ہمیشہ اسٹیج کے نیچے کنارے دست بستہ از اول تا آخر کھڑے ہو کر میلاد مبارک سنتے اور ذکر میں منہمک رہتے۔ اسی درمیان مولانا شبلی نے معراج شریف پر بولتے ہوئے کرۂ نار

اور کرۂ زمہریر یہ کا اعتراض پیدا کیا۔ حضرت مولانا ہدایت اللہ خانصاحب رامپوری علیہ الرحمہ نے فرمایا مولانا شبلی ذرا ٹھہرو، میں نے تو سنا تھا کہ تم بہت بڑے عالم اور قابل ہو لیکن آج مجھے تمہاری سمجھ کے اوپر افسوس ہوا ہے۔ آپ نے اپنے رومال میں سے ایک دھاگہ کھینچا اور موم بتیاں جل رہی تھیں ایک موم بتی سے یوں گزار دیا فرمایا دیکھو یہ دیکھو ایک بار دھاگا اس طرف ایک بار اس طرف کر کے دکھایا اور دھاگہ نہ جلا پھر فرمایا ذرا سوچو یہ تو میرے رومال کا ایک معمولی دھاگہ ہے اور اس موم بتی کی لو اس کو جلا نہ سکی اور میرے آقا علیہ السلام تو وہ ہیں کہ اگر آپ کا دست مبارک کسی رومال میں لگ جائے تو اسے تنور کی آگ نہ جلا پائے بھلا ان کے جسم کو کرۂ نار کیسے جلا سکتا ہے؟ مولانا شبلی سنو! عقلی قاعدہ اپنی جگہ پر کہ آگ جلاتی ہے مگر یہ بھی قاعدہ مسلم ہے کہ ہر چیز کو تاثیر کے لئے وقت چاہئے جب میں نے تیزی کے ساتھ اپنا دھاگہ موم بتی کی لو سے گذار دیا تو آگ کو مہلت ہی نہ ملی کہ میرے رومال کے اس دھاگے کو جلا سکے۔ رسول پاک کیا لنگڑے ٹٹو پر سوار ہو کر گئے تھے؟ معراج کے لئے آپ اس براق پر گئے تھے جس کی رفتار بجلی کی رفتار سے بہت زیادہ تھی جس کی ایک ٹاپ حد نگاہ پہ پڑا کرتی تھی جب اس پر سوار ہو کر گئے تھے تو کرۂ نار اور کرۂ زمہریر یہ کو رسول اللہ کے جسم پر کسی قسم کے اثر ڈالنے کا موقع ہی کب ملا؟ اس لئے محترم حضرات میرے آقا کا یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ ان مقامات سے گذرے کہ جن مقامات سے گذرنا عام انسانوں کے بس سے باہر ہے اگر گزرنا چاہے گا تو جل کر بھسم ہو جائے گا یا پھر اس کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے گا مگر میرے آقا صحیح وسالم گئے بھی اور آئے بھی اور یہ آنا اور جانا میرے آقا کے معاملے میں کیونکر جسمانی

حیثیت سے محل اعتراض ہو سکتا ہے؟ اللہ نے بہت پہلے سے اس کی
سنت قائم کر دی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام وہاں سے آئے اور حضرت عیسی
یہاں سے گئے کوئی اثر نہ اُن کے اوپر ہوا نہ اِن کے اوپر ہوا۔ تو میرے سرکار پر
اس کا کیا اثر ہوگا سبحان اللہ! کیسی عظیم شان ہے سرور کائنات کی میرے آقا
نے بتایا کہ وہ آئے تھے اور یہ گئے تھے میں جاتا بھی ہوں اور آتا بھی ہوں۔

تو میرے آقا کی سیر میں کئی معجزے ہیں ایک معجزہ تو ان کا مرحلوں
سے گذرنا تھا جو اپنے اندر بھی کئی اعجاز رکھے ہوئے ہیں۔ اور دوسرا معجزہ یہ
کہ اتنی تیز رفتاری کہ جس تیز رفتاری میں پہونچنے کے بعد انسان کا قلب
قائم نہیں رہ سکتا کسی شخص کو اگر تاڑ کے درخت پر سے نیچے پھینکا جائے تو
زمین پر آنے سے پہلے ہی اس کا دم اکھڑ جائے گا مگر میرے آقا سید عالم صلی
اللہ علیہ وسلم جس تیز رفتاری سے گئے ہیں اور جس تیز رفتاری سے آئے ہیں
اس تیز رفتاری کو کوئی جسم برداشت نہیں کر سکتا اور میرے آقا نے اس کو
قبول فرمایا اور آپ کے اوپر کوئی اثر بھی ایسا مرتب نہ ہوا کہ جس سے آپ کو
مریض قرار دیا جا سکے بلکہ میرے آقا سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جیسے
گئے تھے اس سے بہتر بلکہ بہتر سے بہتر حالت میں آئے پھر آقائے دوجہاں
صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اس حیثیت سے بھی دیکھئے کہ حضرت سیدنا موسی
علیہ السلام نے دعاء کی "رَبِّ أَرِنِيْ أَنْظُرْ إِلَيْكَ" (۱) اے میرے
پروردگار مجھے اپنا دیدار کرا دے میں تیرا دیدار کرنا چاہتا ہوں یہ ایک نبی کی
دعا ہے اور نبی کی دعا رد نہیں کی جاتی، مگر مکان سے ماوراء جب پہونچا تب
تو دیدار ہو اور وہاں کا پہونچنا اللہ نے اپنے محبوب کے ساتھ خاص رکھا اب

(۱) پارہ ۹ رکوع ۷

لئے اب سوال یہ پیدا ہوا کہ اس دعا کا جواب کس طرح دیا جائے تو اللہ تبارک
وتعالی فرماتا ہے "لَنْ تَرَانِيْ" آپ یہاں پر رہتے ہوئے تو دیکھ نہ پائیں گے
لیکن آپ پہاڑ کی طرف دیکھیں طور کی طرف نظر کریں "فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ
فَسَوْفَ تَرَانِيْ" (۱) اگر طور میری تجلیات کو برداشت کر کے اپنی جگہ پر قائم
رہ جائے تو آپ میرا دیدار کر پاؤ گے، تو قرآن فرماتا ہے "فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهُ
لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا" (۲) جب اللہ نے طور پر تجلی
فرمائی تو طور چکنا چور ہو گیا اور موسی علیہ السلام اسی ایک پل کی تجلی کی زیارت
سے ایسے غش میں آئے کہ قرآن فرماتا ہے "خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا" کہ حضرت
موسی ہوش رفتہ ہو گئے آپ پر بیخودی کی کیفیت طاری ہو گئی اب آپ ذرا یہ
دیکھئے کہ ایک طرف موسی علیہ السلام کی دعا ہے حضرت موسی علیہ السلام
اللہ کے اولوالعزم رسولوں میں سے ہیں جو پانچ اولوالعزم رسول گنے جاتے ہیں
ان میں ایک موسی علیہ السلام بھی ہیں بڑی ہی بلند شان ہے آپ کی رسول
کریم ﷺ ان کا ذکر ایک موقع پر اس انداز سے فرماتے ہیں کہ موسی علیہ
السلام کی شان کیا پوچھتے ہو؟ جب میدان محشر میں قبروں سے لوگ اٹھیں
گے، صور پھونکنے کے بعد جب لوگوں کو ہوش آئے گا تو اس وقت سب سے
پہلے میں ہوش میں ہوں گا اور میں دیکھوں گا کہ موسی علیہ السلام عرش الہی کا
پایہ پکڑے ہوئے بیٹھے ہیں تو میں نہ سمجھ پاؤں گا کہ موسی مجھ سے پہلے ہوش میں
آئے یا ان کو بیہوشی نہ ہوئی طور کی بیہوشی آج کے بدلے میں رکھ دی گئی۔ (۳)
حضرت موسی علیہ السلام کی شان اتنی اونچی ہے مگر آیئے اور
دیکھئے......... میرے آقا سرور کائنات کی شان سب سے الگ ہے کوئی

(۱) پارہ ۹ رکوع ۷ (۲) ایضا (۳) بخاری شریف ج ۱ ص ۳۲۸

شخص آیت تو آیت ایک ضعیف حدیث بھی ایسی نہیں سنا سکتا کہ اللہ تعالیٰ سے رسول پاک نے یہ دعا کی ہو کہ اے اللہ میں تیرا دیدار کرنا چاہتا ہوں تو مجھے اپنا دیدار کرا دے تب جا کر اللہ نے بلایا اور میرے آقا حاضر ہو گئے ایسا نہ ہوا بلکہ اس بارگاہ رب العزت میں میرے آقا کی حاضری اللہ کے بلاوے پر ہوئی اور ایسا قرب خاص حاصل ہوا کہ سبحان اللہ ایسا قرب کسی کو حاصل نہ ہوا تو اب آپ نے سمجھ لیا ہو گا کہ ایک جگہ دعا ہے اور ایک جگہ خود بلایا جا رہا ہے۔

اسی لئے کسی شاعر نے کہا:

طور اور معراج کے قصے سے ہوتا ہے عیاں
اپنا جانا اور ہے اس کا بلانا اور ہے

اور اسی منظر کی عکاسی کرتے ہوئے امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پکار اٹھے:

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

تو میرے آقا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا عظیم مقام ہے کہ کوئی اس مقام تک پہونچ ہی نہیں سکتا اور پھر آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پل بھر سے کم کی زیارت تجلی میں کتنی تاثیر عطا کی کہ موسیٰ علیہ السلام کی نگاہوں سے کوئی نگاہ نہیں ملا سکتا تھا اگر ملاتا تو آنکھیں ختم ہو جاتی تھیں۔ روشنی معدوم ہو جاتی تھی جس طرح طور پر تجلی پڑی تو طور کا صفایا ہو گیا موسیٰ علیہ السلام پر تجلی کی تجلی آئی تو اب ان کی نگاہ پر جس کی نگاہ پڑ گئی اس کی آنکھیں خیرہ، اسی لئے موسیٰ علیہ السلام ہمیشہ یا تو اپنے چہرے پر حجاب

رکھتے یا نظر جھکا کے رکھتے تھے، ان کی اہلیہ محترمہ نے خواہش کی کہ میں آپ کی آنکھوں میں دیکھنا چاہتی ہوں جو آنکھیں آپ مجھ سے ہمیشہ چھپائے رکھتے ہیں انہوں نے ارشاد فرمایا تم مجھ سے آنکھیں نہ ملا پاؤ گی آنکھ سے محروم ہو جاؤ گی .... اس لئے کہ میری آنکھوں میں رب کا جو جلوہ ہے اس کی چمک کو برداشت کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔ انہوں نے کہا کہ رب کے ان جلووں کا کیف میں بھی لینا چاہتی ہوں رب کے ان جلووں سے مجھے بھی کچھ حصہ ملنا چاہئے اس لئے میں ایک آنکھ سے دیکھوں گی۔ ایک آنکھ سے دیکھا اور ایک آنکھ چھپائے رکھی ان کی نظر جیسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ پر پڑی فوراً ان کی اس آنکھ پر نابینائی طاری ہو گئی مگر اسی میں انہیں وہ کیف ملا کہ اس کے لئے بینائی اور بڑھ گئی پھر آپ نے دوسری آنکھ کھول دی اور یہ پھوٹی ہوئی آنکھ پکڑ لی یہ آنکھ بھی چلی گئی لیکن فضل الٰہی سے پہلی آنکھ ٹھیک ہو گئی اسے کھول دیا اور پھوٹی ہوئی آنکھ دبا لی بار بار کی کیفیت رہی حضرت صفورا ایک آنکھ کھولتیں اور وہ پھوٹ جاتی اور پھوٹی آنکھ فوراً درست ہو جاتی چند بار ایسا ہی ہوا پھر دونوں آنکھوں میں وہ قوت آ گئی کہ سبحان اللہ! دور و نزدیک سب برابر دیکھنے لگیں پہلے سے بہت زیادہ قوت آ گئی میں بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت موسیٰ نے تجلی کی تجلی دیکھی تو ان کی آنکھوں میں وہ قوت آ گئی کہ اندھیری رات میں میلوں دور چلتی ہوئی چیونٹیاں بھی ان کو نظر آ گئیں تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈائریکٹ دیدار کرنا کتنی بلند شان رکھتا ہو گا؟ اس لئے میرے آقا کا دنیا میں لوگوں نے مشاہدہ کیا کہ قبر کے اندر دیکھ رہے ہیں کہ عذاب ہو رہا ہے کہ ثواب مل رہا ہے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اندھیری راتوں کی خبر دے رہے ہیں ابو ہریرہ تمہارا قیدی کہاں چلا گیا

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں رہتے ہوئے مکے والوں کے حالات بتارہے ہیں اور مدینے میں رہتے ہوئے روم کے بھی حالات بتارہے ہیں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف اپنے زمانے بلکہ اپنے بعد کے آنے والے حالات سینکڑوں سال کے بعد کے حالات تا قیامت کے حالات اور قیامت کے دن کے حالات جنت میں کون کس شان سے جائے گا اس کے حالات جہنم میں کس طرح جلے گا اس کے حالات سب میرے آقا بتاتے جارہے ہیں اور یہ ساری چیزیں میرے آقا کے مشاہدے میں ہیں اس لئے میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ نے دنیا اور جو کچھ دنیا میں پیدا کیا سب میری نگاہوں کے سامنے کردیا تو میں سب کو دیکھتا ہوں "اِنَّ اللّٰہَ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہَا وَاِلٰی مَاھُوَ کَائِنٌ فِیْہَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ" (۱) جب تک دنیا رہے گی تب تک کے سارے حالات میری نگاہوں کے سامنے ہیں اور سب کو میں ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے ہاتھ کی اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں اب اس کا معنی کیا ہوا؟ معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالی نے اپنی بصارت کا جلوہ میری نگاہوں پر اتار دیا اور اس جلوے کی شان یہ ہے کہ اب موجودات کو بھی دیکھ رہا ہوں، معدومات کو بھی دیکھ رہا ہوں، مشاہدات کو بھی دیکھ رہا ہوں، مغیبات کو بھی دیکھ رہا ہوں ماضیات کو بھی دیکھ رہا ہوں، مستقبلات کو بھی دیکھ رہا ہوں سب کا مشاہدہ مجھے ہو رہا ہے اس لئے میرے آقا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج ایک دو نہیں بلکہ متعدد معجزات کی جامع ہے پھر آپ آئیں! حضرت موسی علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہو رہا تھا ایک نبی نے دعا کی وہ بھی اولوالعزم رسولوں میں سے ہیں انہوں نے

(۱) شرح مواہب لدنیہ للزرقانی

دعا فرمائی تو دعا کا جواب ایک تو یہ دیا گیا یعنی "لَنْ تَرٰنِیْ" اور دوسرا انتظام مقبولیت کا کیا گیا وہ یوں کہ موسی علیہ السلام سے میرے آقا نے معراج میں جاتے ہوئے ملاقات کی جیسا کہ خود حضور ارشاد فرماتے ہیں میں نے موسی علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر دیکھا ان سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے مجھ سے کہا "مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ" (۱) یوں مرحبا پیش کیا خوش آمدید پیش کیا وہاں سے ساتویں آسمان پر گیا جہاں سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر وہاں سے "سدرۃ المنتہی" "بیت المعمور" اور اللہ نے جہاں چاہا گیا پھر مجھ پر پچاس وقت کی نماز فرض ہوئی نماز کا تحفہ لے کر جب واپس آرہا تھا تو حضرت موسی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت موسی نے بڑھ کر پوچھا بتائیے آپ کو اللہ نے آپ کی امت کے لئے کیا دیا؟ کیا حکم دیا؟ میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں "اُمِرْتُ بِخَمْسِیْنَ صَلٰوۃً کُلَّ یَوْمٍ" (۲) پچاس وقت کی نمازوں کا حکم ہوا انہوں نے کہا جائیے اور کم کرائیے میں نے تجربہ کرلیا ہے اپنی قوم بنی اسرائیل پر کہ وہ چند وقت کی نمازیں نہیں پڑھ پارہے تھے تو پچاس وقت کی نماز آپ کی ناتواں امت کیسے ادا کرپائے گی؟ کیسے اس حکم پر عمل پیرا ہوسکے گی؟ سوچئے ذرا!! پچاس وقت کی نماز کا حال کیا ہوتا؟ ایک آدمی مسجد میں گھستا نماز پڑھتا، سلام پھیرتا پھر اقامت شروع ہوتی پھر نماز پڑھتا، سلام پھیرتا پھر دوسری اقامت شروع ہوتی پھر نماز پڑھتا سلام پھیرتا پھر تیسری اقامت شروع ہوتی یوں ہی یہ سلسلہ قائم رہتا، ایک مرتبہ مسجد میں چلا جاتا تو پھر جناب والا اس کا جنازہ ہی نکل کر آتا، یہ کیفیت ہوتی مگر سبحان اللہ موسی علیہ السلام نے نبی پاک

(۱) بخاری جلد اول ص ۵۴۹

(۲) ایضا

کی امت پر کتنا بڑا کرم کیا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ وہاں تک پہونچی مگر رسول پاک کیا سوچ کر پچاس وقت کی نماز لے کر تشریف لائے اور خود انہیں کم کرانے کی فکر نہ ہوئی؟ سرکار کو امت پر بوجھ نہ معلوم ہوا اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ سرکار نے جب خدا کا دیدار کیا تو وہیں جلوۂ الٰہی کا دیدار کر کے دیکھ لیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کس آرزو میں کھڑے ہیں سرکار کو معلوم تھا کہ موسیٰ اس آرزو میں ہیں کہ وہ جلوۂ الٰہی آنکھوں میں سمو کر لائیں تو اس کا مشاہدہ کیا جائے طور پر نہیں مشاہدہ ہو پایا مگر کم سے کم محمد مصطفےٰ کی نگاہوں کا مشاہدہ تو ہو جائے طور پر برداشت نہ کر سکا مگر جنہوں نے برداشت کر لیا ہے ان کی نگاہوں میں تجلیات الٰہیہ کو تازہ بتازہ نوع بنوع دیکھا جائے تو میرے آقا یہ پہلے ہی سے سمجھ گئے تھے کہ موسیٰ اسی انتظار میں ہیں اس لئے میرے آقا آتے ہوئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے راستے میں ملے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہ پوچھا کہ آپ اپنی امت کے لئے کیا لائے؟ مگر موسیٰ علیہ السلام پوچھ رہے ہیں آخر کیوں؟ صرف اس لئے کہ اسی بہانے بار بار تجلیات کے مشاہدے کا موقع مل جائے حضرت موسیٰ کی گزارش پر میرے آقا بارگاہ رب العزت میں واپس آئے اور نمازوں میں کچھ تخفیف کر دینے کی گزارش کی "فَوَضَعَ شَطْرَهَا" (۱) تو اللہ نے کچھ نمازیں کم کر دیں، پھر میرے آقا نے آکر کہا پھر انہوں نے پوچھا کتنی کم ہو گئی؟ بعض روایتوں میں دس دس کر کے بعض روایتوں میں پانچ پانچ کر کے کم ہوئیں زیادہ صحیح یہی ہے کہ پانچ پانچ کر کے کم ہوئیں اس طرح میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم دس مرتبہ تو ضرور آئے حضرت موسیٰ علیہ السلام

(۱) مشکوٰۃ باب المعراج ص ۵۲۹ ، مسلم جلد اول ص ۹۱۰ ، بخاری جلد اول ص ۵۰

کے پاس جب اخیر میں پانچ لے کر آئے تو اس وقت اللہ نے فرمایا "فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُونَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ" (۱) اے پیارے محمد یہ ادا کرنے میں تو پانچ ہیں مگر میرے نزدیک پچاس ہی ہیں میں نے پچاس کہا تو پچاس ہی رہیں گی اور ادا کرنے میں آپ کی سفارش میں پانچ ہی لکھ دی گئیں پچاس کے بجائے اب صرف پانچ وقت کی نماز پڑھی جائے گی موسیٰ علیہ السلام پھر کہتے ہیں یہ بھی زیادہ ہے پھر جائیے کم کرائیے میرے آقا نے فرمایا "سَأَلْتُ رَبِّيْ حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ" (۲) میں نے اپنے رب سے بہت سوال کیا مگر اب جاتے ہوئے شرماتا ہوں چونکہ پانچ پانچ کر کے کم ہوئیں اس کم کرنے کی عادت طیبہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اب جاؤں تو گویا صفر لے کر آؤں اس لئے میرے آقا نے فرمایا "سَأَلْتُ رَبِّيْ حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ" (۳) بہت مانگ چکا اب میں اپنے رب کے حضور جانے سے شرم محسوس کرتا ہوں رب کے حضور جانے میں حیا کرتا ہوں۔ نہیں بلکہ حیا اس بات میں ہے کہ کم کرانے کے لئے خدا کے پاس جاؤں سرکار تو حیا محسوس کر رہے ہیں اور حضرت موسیٰ بار بار بھیج رہے ہیں ان کو اس حیا کا خیال کیوں نہ ہوا؟ اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہر بار نیا دیدار ہو رہا تھا ادھر تو یہ ذوق وشوق تھا کہ ہر بار نیا دیدار کر کے آئیں ہر بار نئی تجلیاں لے کر آئیں ہر بار الگ الگ جلووں کے ساتھ آئیں اور میں ان کا مشاہدہ کرتا رہوں اور تازہ بتازہ لطف لیتا رہوں ادھر تو یہ جذبہ تھا اس لئے بار بار بھیج رہے ہیں اور میرے آقا سرور کائنات یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ امت کے لئے کہیں کوئی سنگین معاملہ نہ ہو جائے امت بالکل

(۱) مشکوٰۃ باب المعراج ص ۵۲۹ ، مسلم جلد اول ص ۹۱ ، بخاری جلد اول ص ۵۰
(۲) بخاری جلد اول ص ۵۰/۵۵۰ ، مسلم جلد اول ص ۹۱
(۳) بخاری جلد اول ص ۵۰/۵۵۰ ، مسلم جلد اول ص ۹۱

آزاد نہ ہو جائے اللہ نے اپنی ایک خاص عبادت کا موقع دیا ہے اور وہ موقع
بار بار جا کر گنواں دوں تو یہ امت کے لئے بڑی کم نصیبی کی بات ہوگی اس لئے
پانچ وقت کی نماز تو رہنی ہی چاہئے تاکہ امت عبادت کا لطف اٹھا سکے اپنے
درجات کو بلند کرا سکے دنیا میں رہ کر آخرت کا انتظام کر سکے۔

رفیقان گرامی! عزیزان ملت اسلامیہ! میرے آقا سید عالم صلی
اللہ علیہ وسلم صرف یہ نہیں کہ آپ کے لئے نماز ہی لے کر آئے نماز تو لے
کر آئے ہی یادگار معراج بھی لے کر آئے کیونکہ یہ نماز یادگار معراج ہے اس
لئے میرے آقا فرماتے ہیں کہ "اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ" کہ نماز
یادگار معراج ہے لہٰذا اس یادگار کو جو منائے گا دنیا ہی میں اس کی معراج ہے
"الصلوة معراج المؤمنين" نماز مومنین کے لئے معراج ہے میرے
آقا نے تو ایک معراج جسمانی کی تھی اور آپ کے لئے روزانہ پانچ بار معراج کا
موقع دیا جا رہا ہے وہ بھی ہر نماز میں کئی کئی معراج آپ کو حاصل ہو رہی ہے
بلکہ ہر رکعت میں دو، دو بار آپ کو معراج کا موقع مل رہا ہے اس لئے کہ
حدیث پاک میں آقائے کائنات کا ارشاد ہے مسلم شریف اور نسائی شریف کی
حدیث ہے فرماتے ہیں "اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّہٖ عَزَّوَجَلَّ وَھُوَ
سَاجِدٌ فَاَکْثِرُوْا الدُّعَاءَ" (۱) بندہ اللہ سے سب سے زیادہ قریب اس
وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہوتا ہے لہٰذا دعا کی کثرت کرو تو سب سے
زیادہ قرب ہی کو تو معراج کہتے ہیں............ہاں اب آپ یہ سوچتے
ہوں گے کہ رب کے دیدار میں کون سی عظمت ہے کہ جس کے لئے موسیٰ
علیہ السلام کی یہ تڑپ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان کہ اللہ
نے بار بار ان کو یہ موقع عطا فرمایا آخر یہ کیا چیز ہے؟ تو سنئے صحابہ کرام نے
رسول کریم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ "ھَلْ نَرٰی

(۱) نسائی شریف جلد اول ص ۱۷۰، ۱۷۱

رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ" (۱) کیا ہم لوگ قیامت کے دن اپنے رب کا دیدار کریں
گے سرکار نے فرمایا کیوں نہیں ہاں تم؟ کہ یہ سورج جو دوپہر میں چمک رہا ہو
اور کوئی بادل کا پردہ نہ ہو نہ غبار ہو تو کیا اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی شبہ
ہے کہ یہ سورج ہے یا کوئی اور چیز؟ کہا نہیں تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا چودہویں کا چاند اگر جگمگائے اور اس پر نہ غبار ہو نہ بادل، کچھ نہ ہو تو کیا
اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے جیسے ہلال عید گھور کر دیکھتے ہو
کبھی خوردبین لگا کر دیکھتے ہو کیا تمہیں چودہویں کا چاند دیکھنے میں جب کہ کوئی
حجاب نہ ہو تو کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں تو فرمایا رسول پاک صلی
اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ اپنے رب کا دیدار اسی طرح بالکل صاف صاف
کرو گے کوئی شک و شبہ نہ رہے گا رب کا دیدار ہوگا۔

پھر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت میں جنتیوں کو
تمام نعمتیں عطا کر دی جائیں گی پھر اللہ دریافت فرمائے گا اے جنتیو! اے
میرے بندو! کیا تمہاری کوئی خواہش باقی ہے؟ سب جنتی پکار کر کہیں گے
یارب ہماری خواہشوں سے بھی بہت زیادہ مل چکا اب ہمیں کسی چیز کی خواہش
نہ رہی پھر پوچھا جائے گا پھر یہی جواب ہوگا پھر اللہ تعالیٰ پردوں کو اٹھا دے گا
حجابات کو ہٹائے گا لوگ رب کا دیدار کریں گے تو جنت کی ساری نعمتیں بھول
جائیں گے کچھ نظر نہ آئے گا پھر رب کے دیدار میں اس طرح محو
ہو جائیں گے کہ پھر جب حجاب پڑے گا تو سب کے سب آرزو کریں گے
کاش کہ یہ سب کچھ نہ ہوتا صرف رب کا دیدار ہوتا یہ جنت کچھ نہیں اس
دیدار کے سامنے (۲) یہی تو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا
الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ" (۳) اور جن لوگوں نے نیکیاں کی ہیں ان کے لئے جنت
ہے اور اس سے بھی بہت زیادہ بڑی چیز ہے اور وہ زیادہ بڑی چیز رویۃ اللہ ہے

(۱) مسلم جلد اول ص ۱۰۰ (۲) مسلم جلد اول ص ۱۰۰ (۳) پارہ ۱۱ رکوع ۸

یعنی اللہ کا دیدار ہے ہاں "حُسْنٰی" تو جنت ہے "لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی" میں اور "وَزِیَادَۃٌ" کیا ہے؟ اس سے کیا مراد ہے؟ تو سنو اس سے مراد رویت باری تعالیٰ ہے اس لئے محترم بہت بڑا ہے یہ دیدار کا معاملہ میرے آقا نے خدا کا دیدار کیا جو اتنا بڑا معجزہ ہے کہ یہ معجزہ مخلوقات میں سے کسی خلق کو نہ مل سکا۔ کسی کو نصیب نہ ہوا کلام فرمانے کو تو موسیٰ علیہ السلام نے کلام فرمایا مگر دیدار نہ ہوا "مَاکَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ" (۱) پردے کے پیچھے ہی سے کلام ہوا جسے حجاب کہتے ہیں اور قرآن میں اللہ نے فرمایا "وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا" (۲) اللہ نے حضرت موسیٰ کو ہمکلامی کا شرف بخشا میرے آقا سید دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی کلام فرمایا اور شفاہاً کفاحاً بالکل دیدار کر کے کلام فرمایا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس بارے میں صحابہ میں کچھ اختلاف ہو گیا کہ رب کا دیدار کیا کہ نہیں کیا؟ مگر حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس قول پر ہیں کہ رب کا دیدار کیا اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ آیت میں جو فرمایا گیا "وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ" (۳) اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کے لئے تو فرماتے ہیں ابن عباس بخاری شریف میں ہے کہ "ھِیَ رُؤْیَا عَیْنٍ اُرِیَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِہٖ اِلٰی بَیْتِ الْمُقَدَّسِ" (۴) فرماتے ہیں وہ رویت جس سے اللہ نے اپنے محبوب کو دیدار کرایا یہ رویت خواب والی رویت نہیں ہے بلکہ "ھِیَ رُؤْیَا عَیْنٍ" یہ آنکھ کی رویت ہے یہاں پر آنکھ سے دیکھنا مراد ہے کیا سمجھے؟ جو رویت نبی پاک کو عطا کی گئی وہ آنکھ والی رویت ہے خواب والی رویت نہیں سرکار کو سر کی آنکھوں سے دیدار کرا کے مشرف کیا گیا۔ لیلۃ الاسراء میں اسی قسم کا دیدار ہوا تھا تو حضرت

---

(۱) پارہ ۲۵ رکوع ۶
(۲) پارہ ۶ رکوع ۳
(۳) پارہ ۱۵ رکوع ۶
(۴) بخاری جلد اول ص ۵۵۰

ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ سرکار نے خدا کا آنکھوں سے دیدار کیا۔ چنانچہ مسلم شریف میں ایک روایت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا "ھَلْ رَاَیْتَ رَبَّکَ" (۱) کیا آپ نے اپنے رب کا دیدار کیا؟ تو سرکار نے فرمایا ہاں! "نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ" میں نے دیکھا نورانی ہے۔

تو میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہی قول حق ہے اور اسی پر ائمہ اہلسنت ہیں سیدنا امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ کیا رسول پاک نے "لیلۃ الاسراء" میں اپنے رب کا دیدار کیا تھا؟ تو آپ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے کہنے لگے دیکھا، دیکھا پھر سیدھے بیٹھ گئے ہاں دیکھا، سر کی آنکھ سے دیکھا، دیکھا، دیکھا، سر کی آنکھ سے دیکھا، دیکھا، دیکھا، بار بار یہی کہتے رہے ان کی سانس جب تک ٹوٹی نہیں تب تک کہتے ہی رہے اس سے معلوم ہوا کہ صحیح ترین اور راجح ترین قول یہی ہے کہ میرے آقا سید عالم نے اپنے رب کا دیدار کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بار بار سرکار کائنات کی زیارت کرنا اور لقاء کے لئے کھڑے رہنا اس روایت پر قرینہ واضحہ ہے۔

رفیقان ملت! اب آیئے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیلۃ الاسراء میں اللہ تعالیٰ سے کلام فرمایا اس سلسلے میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ کیا وہاں گفتگو ہوئی اور کیا کیا وہاں پر عطا ہوا نہ کوئی اس کو وزن کر سکتا ہے نہ تول سکتا ہے۔ بس اللہ نے جو بیان کر دیا اس کے رسول نے جو بیان کر دیا اس سے زیادہ کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میرے آقا نے بیان فرمایا کہ جب اسراء کی رات بارگاہ رب العزت میں میری حاضری

---

(۱) نووی شرح مسلم جلد اول ص ۹۹ (۲) ایضاً

ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے مقام شفاعت عطا فرمایا کہ میں اپنی امت کے گنہگاروں کی شفاعت کروں مجھے یہ مقام عطا کیا گیا میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مقام شفاعت ملا مگر یہ نہ سمجھا جائے کہ مقام شفاعت میدان قیامت کے لئے خاص ہے۔ میدان قیامت میں آقائے کائنات جو شفاعت فرمائیں گے وہ بھی آپ ہی کے ساتھ خاص ہے اس میں بھی کوئی آپ کا شریک نہ ہوگا اور اگر کوئی وہاں پر شفاعت بھی کرے گا تو آپ کے عطا کرنے سے آپ کے نائب بنانے پر کرے گا مگر میرے آقا کی شان یہ ہے کہ دنیا ہی میں آپ نے کتنوں کی شفاعت کی اور شفاعت کر کر کے انھیں جنت میں اعلیٰ مقامات عطا کر دیئے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جب حضرت سیدنا ربیعہ اسلمی نے کہا "اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ" (۱)

یارسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے آپ اپنی اس جنت میں رکھیں جس میں آپ قیام فرمائیں گے تو آقائے کائنات نے انکار نہ فرمایا بلکہ یہ فرمایا "اوغیر ذلك" اور بھی کچھ مانگو انھوں نے کہا "هو ذاك" بس وہی! جنت میں آپ کی رفاقت مل جائے اس سے بڑھ کر اور کیا ہے؟ تو سرکار نے فرمایا "فَاَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ" (۲) زیادہ سے زیادہ سجدے اور نماز سے اس معاملے میں میری مدد کرو یہ نہیں مطلب ہے کہ تم زیادہ نماز پڑھوگے کہ تم میری جنت میں پہونچ جاؤگے ورنہ ہر آدمی خوب نمازیں پڑھ کر وہاں پہونچ جاتا بلکہ یہ فرمارہے ہیں کہ میری جنت میں آنے کا جذبہ تو بہت ٹھیک ہے۔ مگر وہ شان بھی اپنے اندر پیدا کرو کہ وہاں لیجاؤں تو تمہیں شرمندگی نہ ہو تمہیں وہاں پر شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ اسلئے میرے آقا نے

(۱) مسلم جلد اول ص ۱۹۳ (۲) ایضا

فرمایا "فَاَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ" یہ شفاعت ہے کہ نہیں؟ اس لئے رسول پاک نے جب فرمایا میری امت میں ستر ہزار ایسے لوگ ہیں جو جنت میں بے حساب وکتاب جائیں گے "وُجُوْهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ" (۱) جن کا چہرہ چودہویں رات کے چاند کی طرح میدان حشر میں جگمگاتا ہوگا اور جنت میں سب کے سب یکساں داخل ہوں گے "لَا يَدْخُلُ اَوَّلُهُمْ حَتّٰى يَدْخُلَ اٰخِرُهُمْ" (۲) سب ایک ساتھ جائیں گے وہ ستر ہزار ایک صف میں کھڑے ہو کر ایک ساتھ جنت میں قدم رکھیں گے یہ شان ہوگی ان کی حضرت عکاشہ ابن محصن اسدی کھڑے ہوگئے اور عرض کرتے ہیں یارسول اللہ "اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ" (۳) میرے لئے دعا کر دیجئے کہ ان ستر ہزار میں میں بھی ہو جاؤں تو اب بجائے رسول کی بارگاہ میں درخواست کرتا اور یہ کہتا کہ میں بھی ان میں سے ہو جاؤں کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ میرے آقا سفارش کریں گے؟ اور میرے آقا صرف شفاعت ہی نہیں کر رہے ہیں بلکہ فرماتے ہیں بخاری و مسلم کے الفاظ ہیں "اَنْتَ مِنْهُمْ" (۴) جاؤ تم بھی انھیں میں سے ہو۔ اسی لئے تو اعلیٰ حضرت امام عشق ومحبت پکار اٹھے۔

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری واہ واہ

میرے آقا سید عالم ﷺ کو مقام شفاعت ملا وہاں کا مقام شفاعت تو یہ ہے کہ مقام محمود پر سارے اولین وآخرین جمع ہو کر رسول پاک کی تعریف کریں گے وہاں رب کے حضور اگر کسی کی شنوائی ہے تو یہی ذات ہے اور دنیا

(۱) مسلم جلد اول ص ۱۱۶ (۲) مسلم جلد اول ص ۱۱۶ (۳) ایضا (۴) ایضا

میں تو سب نے سنا دیا سارے انبیاء نے کچھ نہ کچھ عرض کیا اور اپنی امتیوں کے لئے سفارشیں کیں۔ مگر میرے آقا نے یہاں سفارش ہی نہیں کی بلکہ بہت سی سفارشیں کی ہیں اور ان کی سفارشوں سے کام بنتا ہے پھر اٹھائیے ترمذی شریف "ابواب الدعوات" میرے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا صحابی آئے عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ آنکھیں نہیں ہیں آپ میرے لئے دعا کر دیجئے اللہ مجھے آنکھ دے دے، سرکار نے فرمایا کہ صبر کرو زیادہ ثواب ملے گا مگر وہ اپنی زبان حال سے بولے کہ جب سرکار کا دامن پکڑ لیا ہے تو ثواب کی کیا کمی ہے میں چاہتا ہوں کہ آنکھیں روشن ہو جائیں عرض کرتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ دنیا میں بھی فیض اٹھاؤں فرمایا اچھا جاؤ تازہ وضو کر لو، وضو کر کے مسجد کے کونے میں جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھ لو نماز کے بعد میرے وسیلے اور میری شفاعت کے ذریعہ دعا مانگو اور اس طرح سے کہو "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتَقْضِیَ لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ" (۱)

اس طرح اس نے دعا کی اے اللہ میں تیری بارگاہ میں تیرے نبی رحمت کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنا کر لایا ہوں، یا محمد ﷺ میں نے آپ کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا ہے تاکہ میری حاجت روائی ہو جائے آنکھیں روشن ہو جائیں اے اللہ ان کی سفارش قبول کر لے۔ ادھر وسیلے میں نام لیا جا رہا ہے دعا میں سفارش اور شفاعت کی بات کہی جا رہی ہے اور ادھر اس صحابی کی دونوں آنکھیں روشن ہو رہی ہیں۔ نبی کے واسطے سے دعا مانگنے کا حاصل یہ ہے کہ جب ان کو وسیلہ بنا لو تو شفاعت خود بخود کر دیتے ہیں اس لئے

(۱) ترمذی جلد ثانی ص ۱۹۸

شفاعت ہو جاتی ہے شفاعت قبول کر لی جاتی ہے وہ صحابی گئے تھے نابینا واپس آئے تو آنکھیں روشن، عثمان بن حنیف کا بیان ہے کہ ہم میں سے ایک آدمی بھی رسول پاک کی خدمت سے اٹھا نہیں تھا، سب لوگ دیکھ رہے ہیں کہ ان کی دونوں آنکھیں جگمگا رہی ہیں ان کو سب کچھ نظر آ رہا ہے تو میرے آقا کو مقام شفاعت دنیا میں بھی حاصل ہے مگر وہ مقام جو مقام شفاعت عظمیٰ ہے وہ بھی قیامت کے دن رسول ہی کے لئے مخصوص ہے قرآن فرماتا ہے "عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" (۱)

اب آئیے میرے آقا نے یہ بھی بتایا کہ معراج میں مجھے مقام شفاعت سے سرفراز کیا گیا، مگر بعض کند ذہن خر دماغ اور ایمان سے پیدل لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور کو دنیا میں کوئی مقام شفاعت حاصل نہیں ہے آخرت میں ان کو مقام شفاعت دیا جائے گا، یہاں تو کچھ نہیں ان کو دیا گیا اس لئے میں نے تھوڑی سی بحث کر دی۔ اب آئیے اور حدیثوں پر نگاہ ڈالئے میرے آقا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بات یہ کہی کہ اللہ تعالی نے میری امت کے لئے ایک اور خصوصیت دی جو دنیا میں کسی قوم کو نہ دی معراج میں اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ تمہاری امت میں سے جو کوئی نیکی کا ارادہ کرے گا تو میں نے فرشتوں کو حکم دیدیا ہے کہ اس کے ارادہ کرنے پر ایک نیکی لکھ دیں، اور اگر نیکی کرے تو دس نیکی لکھیں اور برائی کا ارادہ کرے تو کچھ نہ لکھیں اور برائی کرے تو ایک لکھیں مگر یہ کہ اللہ وہ بھی معاف کر دے تو کچھ نہ لکھیں "اِلَّا اَنْ يَّتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ" یہ مسلم شریف کے الفاظ ہیں تو آئیں میرے آقا کو وہاں پر امت کے معاملے میں معمولی

(۱) پارہ ۱۵ اور کوع ۹ ۔ ۲ے مسلم و شرح مسلم نووی جلد اول ص ۷۸

چیزیں نہیں دی گئیں صرف نماز کا بوجھ ہی نہیں دیا گیا بلکہ گناہوں کا بوجھ اتارنے کا منصب بھی میرے آقا کو دیا گیا، اور میرے آقا سرور کائنات کے امتی ہونے کے صدقے میں یہ خصوصیت ملی کہ امتیوں نے ایک نیکی کا ارادہ کیا تو ان کو ایک نیکی کا ثواب دیا گیا ایک نیکی کا بدلہ دیا گیا اور اگر انہوں نے ایک نیکی کر لی تو کم سے کم دس نیکی کا بدلہ مل جائے گا.................. پھر دوسری روایت میں آقائے کائنات فرماتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا کہ فرشتوں کو میں حکم دیتا ہوں کہ "فَاكْتُبُوْهَا عَشَرَةً اِلٰى سَبْعِ مِائَةٍ" (۱) "وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ" (۲) فرماتے ہیں کہ اللہ حکم دیتا ہے فرشتوں کو لکھو دس اور دس سے لے کر سات سو گنے تک اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اور بڑھا دیتا ہے اور زیادہ کر دیتا ہے جیسی نیت ویسی برکت، معمولی نیت پر دس اور زیادہ بڑھے تو سو اور زیادہ بڑھے تو دو سو اور خوب بڑھے تو پانچ سو، سات سو اور بڑھے تو بے حساب ہو جائے، تب تو جناب واللہ اللہ ہی جانے کہ کتنا بڑھا یہ بھی امت کے حق میں کتنی بڑی بات ہے۔ میرے آقا جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ نے پہلی معراج کی کہ سر سجدے میں رکھا ہر بچہ چیختا ہوا ہاتھ پاؤں مارتا ہوا پیدا ہوتا ہے اور میرے آقا جب دنیا میں تشریف لائے تو سر سجدے میں رکھا پہلے اللہ کے حضور حاضری دی اور امت کی یادآوری کی "رَبِّ هَبْ لِيْ اُمَّتِيْ" اور جب میدان محشر میں میرے آقا کو سجدے سے سر اٹھانے کا حکم ہوگا اور یہ اختیار دیا جائے گا کہ مانگئے پورا کیا جائیگا تو اس وقت میرے آقا کی زبان پر "رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِيْ" "رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِيْ" کی صدا ہوگی اور اس طرح میرے آقا کو مقام شفاعت سے سرفراز کیا جائے گا اور وہ عظمت عطا کی

(۱) مسلم و شرح مسلم نووی ص ۱۰۹ (۲) پارہ ۳ رکوع ۴

جائے گی جو کسی کو عطا نہ ہوئی مگر ایک بات یاد رکھیں کہ برائی کا ارادہ کرنے پر برائی نہیں لکھی جاتی، اس کا معنی یہ ہے کہ بس ارادہ ہو، عزم نہ ہو اگر برائی کا عزم ہوگا تو اس کو برائی میں شمار کیا جائے گا کیونکہ گناہ کا عزم گناہ ہے برائی کا عزم برائی ہے۔

عزم یہ ہے کہ آپ نے کسی برائی کا ارادہ کیا اور بالکل پختہ ارادہ کیا کہ یہ کام کر کے رہوں گا کسی بھی قیمت پر مانوں گا نہیں یہ کام کر ہی کے دم لوں گا تو یقیناً یہ گناہ ہے اٹھائیے بخاری شریف۔ اس وقت میں صرف ایک حدیث پر اکتفا کرنا چاہتا ہوں رسول پاک سید عالم ﷺ کا فرمان ہے بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے حضرت سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں "سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ" (۱) کہ دو مسلمان تلواریں لے کر آپس میں مقابلے کے لئے کھڑے ہو جائیں تو قاتل بھی جہنم میں اور مقتول بھی جہنم میں، "قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ" (۲) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ قاتل کا جہنم میں جانا تو سمجھ میں آتا ہے مگر یہ مقتول کس وجہ سے جہنم میں جائے گا؟ اس نے تو قتل کیا نہیں تو سرکار نے فرمایا "اِنَّهٗ كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهٖ" (۳) مقتول اس وجہ سے جہنم میں جائے گا کہ وہ بھی اپنے مدمقابل کو قتل کرنا چاہتا تھا قتل کرنے پر مصر تھا مگر اتفاق ایسا کہ وہ قتل نہ کر سکا بلکہ مارا گیا چونکہ قتل پر حریص تھا اس لئے وہ بھی جہنم میں جائے گا۔ قتل کا عزم مصمم کر چکا تھا

(۱) بخاری اول ص ۹ (۲) ایضاً (۳) ایضاً

اس لئے وہ بھی جہنم میں جائے گا قتل کا پختہ ارادہ کر چکا تھا اس لئے جہنم میں جائے گا تو معلوم ہوا کہ گناہ کا عزم بھی گناہ ہے، برائی کا عزم، برائی ہے اس لئے مسلمانو! گناہ سے بھی بچو اور اس کے ارادے سے بھی بچو میں انہیں باتوں کے ساتھ اپنی تقریر ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو نیک عمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

۶

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبقری شخصیت

ردبد مذہباں

ا

و

ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ حَمْدَ الشَّاکِرِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَعَلَیْنَا لَھُمْ وَ بِہِمْ وَ فِیْہِمْ وَمَعَھُمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ. اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

"فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَائِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ" (۱)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَاَکْمَلُ التَّسْلِیْمِ.

ایک مرتبہ نہایت ہی ادب واحترام اور عشق و عقیدت کے ساتھ سید کائنات، فخر رسل، رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں نذرانہ درود سلام پیش کر لیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ!

رفیقان گرامی! وعزیزان ملت اسلامیہ!

جسمانی حالات میرے ایسے ہیں کہ میں کیا بتاؤں مگر پروگرام پیچھا نہیں چھوڑتے اور صحت حاصل کرنے کی مہلت نہیں ملتی۔ ایک طویل سفر میں تھا اور اسی میں سفر کے ساتھ ساتھ بیماری کا حضر ہو گیا اور اس سفر میں روزانہ بخار میں بھی پڑا رہتا تھا۔ اور جلسوں کے پروگرام اور تقریروں کے لئے بھی تیار رہنا پڑتا تھا، جب واپس آئے تو خون وغیرہ چیک کرانے کے بعد یہ پتہ چلا کہ میں ٹائی فائیڈ کا شکار ہوں، اور اتنے دن تک میں باہر تھا کہ

(۱) پارہ ۱۱، رکوع ۳

میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اور زیادہ مدرسے کا نقصان ہو تائی فائیڈ کے ساتھ میں اپنے درس میں مشغول ہو گیا۔ پھر ڈاکٹروں نے ایک ہفتے کے بعد مجھے زبردستی میڈیکل سرٹیفکٹ تھما کر گھر بٹھا دیا۔ مگر میری ایک عادت سی رہی ہے کہ میں جن جلسوں کی دعوت قبول کر لیتا ہوں وعدہ پورا کرنے کی بھرپور جدوجہد کرتا ہوں، اور اپنی طرف سے کسی صورت میں ایسا موقع نہیں آنے دینا چاہتا کہ کوئی کہے کہ وعدہ کیا اور آئے نہیں، اس لئے بہر حال بیماری سے تو پیچھا چھوٹا لیکن ضعف و ناتوانی ساتھ ساتھ ہے اس کے باوجود کئی روز ہو گئے قاعدے سے یا بے قاعدہ بھی لیٹنے کا مجھے موقع نہیں ملا، مسلسل لمبے سفر اور پھر مدرسہ پھر سفر۔ اور مدرسے میں بھی لیٹنے کا موقع نہیں ملا روزانہ کا یہ معمول بن چکا ہے۔ میں آج صرف مولانا کی دعوت کی بنا پر لکھنؤ سے واپس آیا کل ۱۲ بجے گیا اور آج ایک بجے یہاں واپس پہونچا اور میں آپ کے سامنے اس وقت حاضر ہوں، دعا کیجئے اللہ تعالیٰ خیر و خوبی سے ہمارے اور آپ کے درمیان سلسلہ گفتگو قائم رکھے۔ آمین۔ اور اسی ذکر جمیل کی برکت سے مجھے بھی شفا دے اور ہمارے دوسرے بیماروں کو بھی شفا دے۔

☆ اب پڑھ لیجئے ذرا عشق و محبت کی پوری توانائیوں کو سمیٹ کر درود پاک۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ....!

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو طلب کمال کے لئے پیدا کیا اس لئے انسانوں کے اوپر تحفظ نفس کی ذمہ داری بھی زیادہ ڈالی گئی کہ آدمی خود اپنی شخصیت کو ریزرو رکھے اور اس کی حفاظت کا بندوبست کرے، ایک جانور اور ایک انسان میں یہی فرق ہوتا ہے، جانور ذرا سی ایک گھاس کی پتی کے لئے

آپس میں سینگ چلاتے ہیں اور جس طرف رخ اٹھ گیا ادھر نکلنے کو چل پڑتے ہیں۔ اس کھیت میں اپنا منہ مارا، اس کھیت میں اپنا قدم ڈالا اور اس کو ان باتوں کی کوئی فکر بھی نہیں ہوتی۔ اگر کسی کا کھیت چر بھی لیا کسی جانور نے، یا کسی بیل نے کسی کو مار کر زخمی بھی کر دیا تو آج تک دنیا میں کوئی کورٹ کچہری ایسی نہیں بنی ہے کہ کوئی اس بیل کے خلاف استغاثہ دائر کر سکے۔ لیکن انسان اگر یہ کام خود نہ بھی کرے بلکہ اس کا بیل کر دے تو اس انسان کے خلاف استغاثہ ہوگا کہ اس نے اپنے جانور کو کنٹرول میں رکھا کیوں نہیں، جس کی وجہ سے ہمیں اذیت پہونچی، تو اس سے آپ نے اندازہ کر لیا کہ اللہ تعالیٰ نے قوانین اور ضوابط انسانوں کے لئے اسی لئے مقرر کیے ہیں کہ انسان تحفظ نفس کا مکلف بنایا گیا ہے اس لئے اپنے حقوق، اللہ کے حقوق، بندوں کے حقوق باقاعدگی سے وہ ادا کرے اسی میں اس کا کمال ہے کمال بندگی، اور کمال زندگی دونوں اسی میں ہے۔ اس معاملے میں تمام انسان یکساں نہیں ہوا کرتے، اور نہ ہی اللہ یکساں بنایا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے کتنے نمازی بنائے مگر ان نمازیوں میں ایک ایسا بھی نمازی ہوتا ہے کہ جس کی نماز سب کی نماز کے مقبول ہونے کا سامان بن جاتی ہے اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ لوگ ان کے منتظر رہتے ہیں کہ ایک نگاہ سے مسکرا کے وہ دیکھ لیں، بہت سے باکمال ہوتے ہیں مگر ان باکمالوں میں ایک بڑا کمال والا وہ بھی ہوتا ہے کہ جس پر نگاہ ڈال دیتا ہے اس کو بھی کمال والا بنا دیتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں بڑائی کی تقسیم کے کئی خانے رکھے، عام طور سے لوگ بڑائی کا ایک ذریعہ دولت کو سمجھتے ہیں کہ دولت زیادہ ہو گئی بڑے ہو گئے اسی لئے وہ صاحب بہت بڑے

ہیں یہ کہا جاتا ہے لہٰذا بھئی ان کے لئے یہ سب کیا ہے بڑے لوگ ہیں، یعنی دولت مند ہیں۔ اور ایک بڑائی یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے اندر قوت رکھتا ہو جسمانی قوت کی وجہ سے بھی کچھ لوگ اپنی بڑائی کا لوہا منوا لیتے ہیں۔ اور ایک وہ ہے جو اپنے علم کی قوت سے اپنا لوہا منوا لیتا ہے۔ اور ایک وہ ہے جو اپنے زہد و تقویٰ سے اپنا لوہا منواتا ہے۔ اور ایک وہ جو اپنے چاہنے والوں کے گروپ میں لوگوں کے سامنے اپنی اہمیت تسلیم کرا دیتا ہے اور سب خوبیاں ایک شخص میں جمع نہیں ہوتیں۔ دولت مند ہوگا تو عالم شاید ہوگا اور عالم ہو تو شاید ہی دولتمند ہو اور اگر دونوں ہو تو پہلوان بھی ہو یہ کوئی ضروری نہیں اور یہ بھی ہو جائے تو عبادت گذار بھی ہو بڑا مشکل ہے اور اگر عالم ہو اور بڑی ذمہ داری والا عالم ہو تو بہت بڑا زاہد شب زندہ دار ہو، یہ بہت مشکل لوگوں کو ہدایت کے راستے بتانے، کتابیں لکھنے اور علم کے خزانوں کو برآمد کرنے میں جب ان کا اتنا وقت لگ جاتا ہے تو کہاں انہیں فرصت کہ وہ پوری پوری رات عبادت کریں اور قرآن مجید کی تلاوت میں اپنا وقت خرچ کریں مگر اللہ کی شان یہ ہے کہ "لَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكِرٍ أَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ"

اللہ کے لئے کوئی بعید نہیں کہ عالم کی خوبیاں ایک شخص کے اندر سمیٹ دے، یہ اسکے لئے کوئی بعید نہیں اس کی قدرت پر جو ایمان رکھتا ہے وہ اس چیز کو تسلیم کر لیتا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون ہیں پتہ ہے آپ کو؟ امام اعظم ابو حنیفہ وہ ہیں کہ امام شافعی فرماتے ہیں "اَلنَّاسُ عِيَالٌ فِي الْفِقْهِ عَلٰى أَبِيْ حَنِيْفَةَ مَنْ لَّمْ يَنْظُرْ فِيْ كُتُبِهٖ لَمْ يَتَبَحَّرْ فِي الْعِلْمِ وَلَا يَتَفَقَّهُ"۔ (۱)

(۱) تبییض الصحیفہ ص ۱۸

سارے علماء اور فقہاء فقہ کے معاملے میں ابو حنیفہ کی اولاد ہیں اور ابو حنیفہ سب کے مورث اعلیٰ ہیں ان کی کتابیں پڑھے بغیر نہ کوئی بڑا عالم بن سکتا ہے نہ فقیہ بن سکتا ہے اس کا معنی یہ ہوا کہ فقہ کے اصول و فروع استخراج اور طریقہ استخراج، قیاس، اجتہاد اور اس کے تمام مبادی اور معانی کا تعین صرف ابو حنیفہ نے کیا اور لوگوں نے ان کی کاپی اتاری۔

جب ابو حنیفہ نے اتنے بڑے بڑے کام کیے تو انہیں کہاں فرصت ملتی رہی ہو گی کہ وہ پوری رات عبادت کر سکیں، تلاوت کر سکیں وہ بھی جس دین کو اللہ کے رسول وحی کے ذریعہ لے کر آئے وہ رسول جو ساری کائنات کے رسول، سارے رسولوں کے بھی رسول جس دین کو لے کر آئے اور اس دین میں مختلف ضرورتوں کے حساب سے احکام اترتے گئے۔ یہ نہیں کہ کتاب الطہارت پہلے اتری، پھر اس کے بعد کتاب الصلوۃ اتری پھر اس کے بعد کتاب الزکوۃ اتری بالکل غیر مرتب انداز تھا اور اس میں بھی جزئیات اور ان کے کلیات کا بیان نہیں، یہ امام ابو حنیفہ نے کیا۔ کہ تمام مسائل کے کلیات بھی مقرر کیے اور جزئیات کے نظائر بھی متعین کر ڈالے، کسی نے امام اعظم کی اہمیت گھٹانے کی غرض سے امام شافعی سے ایک مرتبہ سوال کیا کہ امام ابو حنیفہ کا علم کتنا تھا امام شافعی نے فرمایا ان کے علم کی بات کرتے ہو؟ ان کے پاس علم کا تین چوتھائی حصہ یعنی علم کے چار حصوں میں سے تین حصے کا علم ہم نے ان کے لئے مان لیا ہے اور وہ ہمارے لئے ان چار حصوں میں سے ایک حصہ کا علم تسلیم نہیں کرتے وہ سائل کہتا ہے کہ آپ کی بات میں نہیں سمجھ سکا امام شافعی نے فرمایا سنو! ہر چیز کے لئے مسائل یعنی قواعد و ضوابط اور ان کے لئے نظائر کا مقرر کرنا یہ ہے علم فقہ اور اس کے جوابات دینا یہ ہے نصف

علم اور نصف علم سوال مقرر کرنا تو ابو حنیفہ ہی نے اکیلے تمام مسائل متعین کیے اور پھر ابو حنیفہ ہی نے سب کا جواب دیا، تو مسائل اور صورت مسائل مقرر کرنا اور اس کو ماننا ہو گیا آدھا علم۔ یہ آدھا علم جب ہم نے ان کے لئے مان لیا، اور جو جواب انہوں نے دیئے تو اس میں سے آدھے جواب ہم نے مانے اور آدھے جواب کے بارے میں ہم نے کہا کہ یوں نہیں یوں ہونا چاہئے، تو ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ یہ آدھے جواب جو تم اپنے طریقے سے بتاتے ہو وہ غلط ہے جو میں نے کہا وہی صحیح ہے یعنی ہمارے لئے وہ چوتھائی علم بھی نہیں مانتے یہ ان کے علم کا کمال ہے تو اب ایسے شخص کو سونے کا وقت کب ملتا ہو گا؟

یہاں پر کئی مفتی صاحبان تشریف فرما ہیں ذرا ان سے پوچھئے ایک کتاب نہیں پچاسوں فقہی کتابیں ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتی ہیں لائبریری میں بیٹھ جائیں تو یہ، یہ، یہ، اٹھاتے چلے جائیں، مگر کوئی مسئلہ کبھی کبھی ایسا پیچیدہ ہوتا ہے کہ اس کا حل آسان نہیں ہوتا ان حضرات سے پوچھئے کہ اس کے حل میں کتنا پسینہ نکلتا ہے اور کتنی مرتبہ زکام ہوتا ہے اور کتنی مرتبہ شب بیداری کے بعد کمر اور ریڑھ کی ہڈی متاثر ہوتی ہے پھر مہینوں میں جا کر کہیں ایک چیز نکھر کے سامنے آتی ہے۔

آپ ذرا سوچو! کہ ابو حنیفہ نے صرف ایک مسئلہ نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے تمام حادثات کے لئے فارمولے مقرر کیے انہوں نے کتنی جدوجہد کی ہو گی انہیں کہاں موقعہ ملے کہ وہ سوئیں، کب فرصت ملے کہ کھانا کھائیں، کہاں موقعہ ملے کہ وہ اپنی ضرورتیں پوری کریں کہاں ان کو فرصت ملے کہ وہ نفل نمازیں بھی پڑھیں۔

مگر اللہ کا کرم ہے، اللہ کا فضل ہے ابو حنیفہ پر کہ چالیس سال تک مسلسل ان کی ایسی کوئی رات نہیں گزری جس میں انہوں نے عشا کے وضو سے نماز فجر ادا نہ کی ہو، سوچو ذرا کہ رات میں جو ایک پل نہ سویا اور رات بھر کھڑے کھڑے وہ عبادت کرتا رہا ابھی ابھی آپ نے حضرت بحر العلوم قبلہ سے سماعت کیا کہ لوگ انہیں دیکھتے تھے تو سمجھتے تھے کہ کوئی کھمبا ہے جو رات کو نظر آتا ہے اور دن میں غائب ہو جاتا ہے اتنے بڑے عابد شب زندہ دار تھے اور علم وہ کہ سبحان اللہ آج تیرہ سو سال کے قریب ہو گئے امام ابو حنیفہ کو گئے ہوئے مگر امام ابو حنیفہ کا پرچم علم آج بھی بلند ہے اور دنیا کے کونے کونے میں ان کے اجتہاد کا لوہا تسلیم کیا جاتا ہے۔

آپ اندازہ کریں کہ کیسی بے مثال شخصیت ہے امام ابو حنیفہ کی اسی لئے امام شافعی فرمایا کرتے تھے جو شخص حضرت ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کی کتابیں نہ پڑھے وہ فقیہ نہیں بن سکتا، فرماتے ہیں میں اس وقت تک فقہ کو سمجھ ہی نہ سکا جب تک کہ ابو حنیفہ کے مذہب کی کتابیں جمع کرنے والے امام محمد کی کتابیں میں نے نہیں پڑھ لیں، یہ کون کہہ رہے ہیں؟ یہ امام شافعی کہہ رہے ہیں امام شافعی کے دل میں اس بارگاہ کا کمال ادب یہ تھا کہ جب وہ بغداد آتے تو جتنے دن بغداد میں رہتے نہ رفع یدین کرتے اور نہ آمین بالجہر کرتے اور نہ ہاتھ اوپر باندھتے بلکہ ناف کے نیچے باندھتے، بہر حال وہ یہاں اپنا منصب اجتہاد چھوڑ دیتے کہ ایک ایسے مجتہد کی بارگاہ میں آ گیا ہوں جو قیامت تک کے لئے عالمی پیمانے پر مجتہد ہے آج اسی کی تقلید کروں گا آج اسی کے اجتہاد پر عمل کروں گا۔ سبحان اللہ! نعرۂ تکبیر ....اور وہاں جب تک رہتے مسائل میں ان کے مقلدین کے رہتے۔

اور آج کل کچھ کٹھ ملا پیدا ہو گئے ہیں .... جو یہ کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ دین میں تدلیس کرتے تھے العیاذ باللہ۔ امام ابو حنیفہ یا ان کے جیسا امام اللہ نے پیدا نہ کیا ہوتا تو آج دنیا میں دین شناسی کا اور کوئی ذریعہ نہ ہوتا ابو حنیفہ وہ ہیں کہ دنیا ان کا انکار کرے ابو حنیفہ کا کچھ نہیں بگڑے گا کیوں؟ اس لئے کہ رسول پاک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا ہے اٹھایئے بخاری شریف فرماتے ہیں "لَوْكَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِّنْ اَبْنَاءِ فَارِس" (۱) اور بعض روایتوں میں دین کا لفظ آیا ہے اور بعض روایتوں میں علم کا لفظ آیا ہے تو اب مطلب یہ ہوا کہ اگر ایمان یا دین یا علم ثریا کی بلندی پر بھی ہو گا تو فارس کے رہنے والے وہاں سے اتار لائیں گے، کون فارس کا رہنے والا ہے جو ثریا سے علم اتار لایا ہے۔ فارس میں بہت سے علما پیدا ہوئے مگر دکھاؤ کہ ابو حنیفہ کے شاگردوں کے برابر بھی کوئی پیدا ہوا۔ اس لئے اس حدیث میں جب میرے آقا نے بتادیا تو ایک مسئلہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ میرے آقا صرف یہی نہیں جانتے ہیں کہ کل کیا ہو گا بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ میری وفات کے ستر، اسی سال تک اور اس کے بعد کیا ہو گا اور کیسا آدمی آئے گا اور دوسری بات میرے آقا یہ بھی بتا رہے ہیں کہ علم کسی ایک خطے اور خانوادے کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ فارس کے رہنے والے نو مسلم حضرات کی اولاد بھی منصب امامت پر فائز ہو سکتی ہے۔

برادران ملت اسلامیہ آئیے میں آپ کو بتاؤں کہ امام اعظم کا علم حدیث اور اس سے استدلال و استنباط میں کیا مقام اور کیا مرتبہ تھا اور کس طرح جوانی ہی سے اس کے آثار ظاہر ہو رہے تھے ایک مرتبہ امام اعظم نے

(۱) بخاری جلد ثانی ص ۷۲۷، ترمذی کتاب التفسیر ص ۱۶۳، مسلم جلد ثانی ص ۳۱۲

اپنی جوانی میں ایک خواب دیکھا کہ وہ رسول پاک کی قبر شریف کھود کھود کر مٹی اِدھر اُدھر منتشر کر رہے ہیں اور جسد اطہر کی ہڈیاں بھی جب بیدار ہوئے تو سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی اس لئے کہ وہ ابو حنیفہ تھے، وہابی نہیں تھے، وہابی ہوتا تو قبر کھودنے میں فخر محسوس کرتا، بلکہ نبی پاک کی قبر کھودنے میں اور زیادہ فخر محسوس کرتا اس لئے کہ ان کے نزدیک قبر رسول صنم اکبر ہے تو اس کے کھودنے میں کیوں نہیں فخر محسوس کریں گے؟ اور اس کے لئے کیوں نہیں صلاح مشورے کریں گے؟ اس خواب کا اثر یہ ہوا کہ امام ابو حنیفہ پر ایک رنگ آتا اور ایک رنگ جاتا اس زمانے کے ایک عظیم الشان اور جلیل القدر تابعی جنہوں نے کئی بدری صحابہ کی خدمت میں اپنا وقت گذارا اور انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی بارگاہ کے خاص پروردہ ہیں یعنی امام محمد ابن سیرین کی خدمت میں پہونچے عرض کی حضور ایک خواب دیکھا ہے اور اس قدر بے چینی ہے کہ اس خواب کو بیان کرنے میں بھی مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے کیسے بیان کروں؟ امام محمد ابن سیرین کی شان یہ تھی کہ خواب دیکھنے والا ان کے پاس پہونچ جاتا تو وہ اس کی شکل ہی دیکھ کر سمجھ جاتے کہ یہ مبارک خواب ہے کہ منحوس ہے، فرمایا ابو حنیفہ اپنا خواب بیان کرو انشاء اللہ بہت مبارک خواب ہے آپ نے خواب بیان کیا تو فرماتے ہیں بشارت ہو ابو حنیفہ اس خواب میں تمہیں یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ تم رسول اللہ کا علم ساری دنیا میں پھیلاؤ گے (۱) چنانچہ حالات زمانہ نے بتا دیا کہ امام ابو حنیفہ نے علم کی روشنی کیسی پھیلائی اور علم نبوی سے دین کے اصول و فروع کا کس قدر استخراج فرمایا اسی لئے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک طرف فقہ کے نادر روزگار

---

(۱) مستطرف جلد دوم ص ۸۹

امام ہیں تو دوسری طرف تقویٰ کے بھی امام ہیں اپنے دور کے زاہد شب زندہ دار، عابد بے مثال نظر آتے ہیں اور دولت کا خزانہ تو اللہ نے ان کو دے ہی دیا تھا۔ اگر انہیں اپنے مال میں مشتبہ مال کے اختلاط کا شبہہ ہوتا تو کل مال صدقہ کر دیتے۔

ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ درس دے رہے تھے درس میں نجاست خفیفہ کا حکم بتا رہے تھے کہ اگر کپڑے پر خفیف مقدار تک لگ جائے (خفیف کی مقدار کسی عالم سے پوچھ لیجئے گا) تو اس کے ہوتے ہوئے نماز ہو جاتی ہے اور آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے پیشاب کو نجاست خفیفہ کہا گیا۔ آپ اپنی درس گاہ سے اٹھ کر جا رہے تھے کہ راستے میں کہیں بیل کے پیشاب کے چند ذرات ان کے جبے پر آگرے، جبہ اتارا، پورا جبہ دریائے دجلہ میں دھونے لگے کسی نے کہا حضور! ابھی آپ فتویٰ دے کر آئے کہ خفیف مقدار تک ہو تو جائز ہے نماز ہو جائے گی اس پر بھی اگر دھونا تھا تو جہاں جہاں نظر آتا وہاں وہاں دھو لیتے پورا جبہ کیوں دھویا؟ فرمایا سنو! وہ تھا فتویٰ یہ ہے تقویٰ۔ سبحان اللہ! مجھے یہ نہیں معلوم کہ کچھ چھینٹیں ایسی بھی پڑیں ہوں کہ جن کے دھبے کپڑے پر نہ آئے ہوں۔ اس لئے پورا جبہ دھونے میں حرج کیا ہے؟ اس میں کمال طہارت ہے امام اعظم ابو حنیفہ کی طہارت اس منزل کی تھی۔

مگر وہ لوگ جو زندگی بھر چینگ بازی کرتے رہے ان کا ان کا مال لوٹتے رہے وہ آئے ہیں ابو حنیفہ پر انگلی اٹھانے۔ زبان لمبی کرنے کہ انہوں نے حدیث سمجھی نہیں، حدیث کے خلاف وہ حکم دیتے رہے ابو حنیفہ کو تو صرف

تیرہ حدیثیں یاد تھیں بڑا نو! میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ ابو حنیفہ کا علم حدیث میں وہ مقام تھا کہ اگر دنیا میں کوئی عالم گزرا ہے تو فی الحقیقت وہ ابو حنیفہ تھے۔

اسلئے کہ امام ابو حنیفہ ہی وہ منفرد فقیہ اور بے مثل امام ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی مسئلہ حدیث میں ملے تو قیاس جائز نہیں تو اس سے یہ معنی نکلا کہ امام ابو حنیفہ نے قیاس و اجتہاد اس وقت شروع کیا جب کہ ساری حدیثیں ٹٹول لیں، اتنا بڑا حدیث کا عالم کون ہو سکتا ہے؟ اب کچھ لوگوں پر خبط سوار ہو گیا۔ کہنے لگے جناب! یہ فقہ کیا چیز ہے؟ فقیہوں کی ایک اپنی رائے ہے ہم لوگ تو حدیث پر عمل کرتے ہیں، اہل حدیث ہیں، میں نے کہا فقیہوں کی اپنی ذاتی رائے کا نام اگر فقہ ہے تو یہ بالکل غلط بات ہے کیونکہ فقہ دین کا وہ علم ہے جو من جانب اللہ بندہ کو منجملہ استنباط کے طور پر عطا ہوتا ہے چنانچہ اللہ کے رسول سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ" (۱) اللہ جس کو بہت بڑی بھلائی دینا چاہتا ہے اسے دین کا فقیہ بناتا ہے۔

اگر اپنے دل کی رائے اور اپنے دل کے خیالات ہی کا نام فقہ ہو تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سب سے بڑی بھلائی کیسے دی؟! اتنی عظیم بھلائی کیونکر دی؟ اس لئے ماننا پڑے گا کہ حدیثوں کو جمع کرنا یہ ایک الگ فقہ اور اس کے معانی کو سمجھنا یہ ایک الگ فقہ اور معانی سے مسائل کا استنباط کرنا یہ ایک الگ فقہ اور پھر استنباط کے بعد اسکی علتیں یعنی جس کی وجہ سے یہ حکم ہوا اس حکم کی وجہ کا تعین یہ ایک بہت بڑی فقہ پھر علت کو کلیہ کے درجے میں لانے کے لئے پوری جد و جہد سے سارے حالات فقہیہ اور

---

(۱) بخاری جلد اول ص ۱۶، مشکوٰۃ کتاب العلم ص ۳۲

وجیہ کا مطالعہ کرنا یہ ایک بہت گہری فقہ۔

اس لئے فقیہ وہی ہوگا جس کو اللہ بہت بڑی بھلائی دے یعنی یہ کہ فقہ آدمی کی عقلی کمائی نہیں ہے بلکہ اللہ کا عطیہ ہے.................. ہر آدمی فقیہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہی فقیہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ اپنے القاء خاص سے نوازے کیا یہ معمولی بات ہے کہ اس طرح ہر آدمی فقیہ ہو جائے؟

اللہ و رسول کی بارگاہ میں اگر اہل حدیث کا گذر ہوتا تو ضرور ہم رسول پاک کے زمانے میں ایک دو اہل حدیث پاتے، یہ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابو داؤد، مسند احمد بن حنبل، دار قطنی، بیہقی وغیرہ میں نہیں، دنیا میں جتنی بھی حدیث کی کتابیں لکھی گئیں چاہے وہ صحاح ہوں یا حسان ہوں کہ ضعاف ہوں کہ موضوعات وغیرہ میں کہیں کوئی دکھا دے کہ کسی آدمی کو رسول پاک نے اہل حدیث کہا یا کسی جماعت کو اہل حدیث کہا ایک موضوع حدیث ہی دکھایئے۔ موضوع کے معنی من گڑھت مگر ہاں تیرہ سو سال بیتنے کے بعد یہ لفظ گڑھ لیا جائے تو اور بات ہے۔

ہم پر بدعت کا فتویٰ دینے والے سراپا بدعت کا ٹائٹل لے کر گھوم رہے ہیں اور انہیں حیا بھی نہیں آتی اہل حدیث تو اس زمانے میں کوئی نہ تھا قرآن میں اللہ نے یہ نہ فرمایا:

"فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَكُوْنُوْا أَهْلَ الْحَدِيْثِ"

کیوں نہیں ہر جماعت میں سے ایک شخص اس لئے نکلا تاکہ وہ اہل حدیث بن کر آئے یہ قرآن میں نہیں فرمایا گیا اللہ نے فرمایا "فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ

قرآن میں پرانی بستی نہیں دیکھ پاتے کہ کدھر ہے پورہ خواجہ نہیں دیکھ پاتے، پورا خضر نہیں دیکھ پاتے، پورہ دلمن نہیں دیکھ پاتے، مگر ابن عباس سب دیکھ لیتے تھے۔

آپ ذرا دیکھئے تو سہی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابن عباس کو کتنا علم دیا اٹھایئے بخاری شریف "کتاب العلم" فرماتے ہیں " وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ فُقَهَاءَ حُكَمَاءَ عُلَمَاءَ " (١) یعنی اللہ نے فرمایا کہ ربانی ہو جاؤ یعنی فقیہ ہو اور صاحب حکمت ہو اور نبی کے آستانے کے علم والے ہو۔ دیکھا آپ نے ربانی بن جاؤ کا معنی فقیہ ہو، یہ نہیں ہے کہ اہل حدیث ہو، مگر اس وقت بڑا ذوق بیدار ہے لوگوں کا لہذا میں چاہتا ہوں کہ ذرا ان کے ذوق کی بھی مرمت کر دوں ان کے لئے بھی کچھ چورن پیش کر دوں۔

رفیقان ملت! فقہ بڑی دولت ہے عظیم نعمت ہے، میرے آقا نے جب حجۃ الوداع کا خطبہ دیا ایک تاریخی خطبہ، ایک جامع خطبہ، ایک ایسا خطبہ جس میں علم و عرفان کی موجیں متلاطم تھیں اس خطبے کے بعد ارشاد فرمایا " لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ " " فَإِنَّ الشَّاهِدَ عَسٰى أَنْ يُبَلِّغَ مَنْ هُوَ أَوْعٰى لَهُ مِنْهُ " (٢) اور مشکوۃ میں یوں ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَأَدَّاهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيْهٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ " (٣) دونوں حدیثوں کا مطلب یہ ہوا کہ جو یہاں موجود ہیں غیر موجودین تک یہ باتیں پہونچا دیں، چاہے وہ غیر موجودین غیر حاضر ہوں چاہے وہ ابھی عالم وجود میں نہ آئے ہوں دس سال بعد آئیں، سو سال بعد آئیں مگر جو غیر موجود ہیں ان تک پہونچا دیں، اس لئے کہ بہت ایسا ہوگا کہ ان تک

(١) بخاری جلد اول ص ١٦ (٢) بخاری جلد اول ص ١٦ (٣) مشکوۃ ص ٣٥

فَرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ " (١)

کیوں نہیں ایسا ہوتا ایسا ضرور ہونا چاہئے کہ ہر جماعت میں سے ایک شخص دین کی فقہ حاصل کرنے کے لئے نکل کھڑا ہو " وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ " اور جب فقہ سیکھ کر واپس آئے تو لوگوں کو مسائل دینیہ بتائے۔ فقیہ بننے کا حکم دیا اور فقیہ بننے کے بعد ذمہ داری بھی بتا دی گئی فقیہ بننے کے لئے سفر کرو اور فقیہ بن کر جب واپس آؤ تو قوم کو مسائل دینیہ سے روشناس کراؤ دونوں باتیں بتائی گئیں۔

اب یہاں قرآن میں یوں دیکھیں قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا " وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ " (٢) ہو جاؤ ربانیین یعنی اللہ والے ہو جاؤ بسبب اس کے جو تم آپس میں کتاب سکھاتے ہو جو تمہارے درمیان درس جاری ہے اس کی وجہ سے ربانی ہو جاؤ کیا معنی ربانی کا؟ ربانی کا کیا معنی ہوتا ہے؟۔

آیئے حضرت عبداللہ بن عباس جو رسول پاک کے چچازاد بھائی ہیں رسول پاک کے صحابی ہیں رسول پاک نے انہیں سینے سے لگا کر ارشاد فرمایا " اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ " (٣) اور دوسری جگہ فرمایا " اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ " (٤) اے اللہ! عبداللہ بن عباس کو قرآن سکھا دے قرآن کے رموز واسرار بتا دے اور دین کا فقیہ بنا دے رسول پاک نے یہ دعا دی ابن عباس فرماتے ہیں اب میں ہوں اور قرآن کریم ہے میرے اونٹ باندھنے کی رسی اگر گم ہو جائے تو میں قرآن میں تلاش کر لیتا ہوں ہم تو مبارکپور میں بیٹھ کر

(١) پارہ ١١ رکوع ٣ (٢) پارہ ٣ رکوع ١٦ سورہ آل عمران
(٣) بخاری جلد اول ص ٥٣١ (٤) بخاری جلد اول کتاب الوضوء ص ٢٦

یہ بات پہونچائی جائے گی کہ سننے والے سے وہ آدمی زیادہ فقیہ ہوگا، جس تک فقہ پہونچائی گئی وہی زیادہ بہتر اس کو سمجھے گا اس حدیث کو لکھنے کے بعد امام نووی، امام ابن حجر عسقلانی، امام احمد قسطلانی، امام بدر الدین عینی اور ان کے علاوہ بڑے بڑے ائمہ نے فرمایا کہ بیشک رسول پاک کی یہ حدیث معجزہ ہے اس لئے کہ بہت سے وہ مسائل جو حدیث سے رسول پاک کے صحابہ نے سنے ،وہ نہ نکال پائے اور بعد کے علماء نے ان ہی حدیثوں سے وہ مسائل استنباط کئے اس کی ایک زندہ مثال دیکھئے۔

امام اعمش، سلیمان الاعمش بہت بڑے حدیث کے عالم اور صاحب فقہ بھی ہیں، ان کے سامنے کسی نے ایک مسئلہ پوچھا انہوں نے کہا "لَاَعْرِفُ" میں نہیں جانتا اس کا جواب، دوسرا پوچھا، تیسرا پوچھا، چوتھا پوچھا یہاں تک کہ ایک سو مسئلے پوچھ ڈالے سب کے بارے میں انہوں نے کہا کہ یہ سب نئے مسئلے ہم نہیں جانتے امام ابو حنیفہ نے کہا پہلے سوال کا جواب یہ ہے دوسرے کا یہ ہے تیسرے کا یہ ہے چوتھے کا یہ ہے امام ابو حنیفہ شاگرد ہیں امام اعمش کے وہ حدیث سننے کے لئے بیٹھے ہیں سب کا جواب ایک نشست میں دیتے چلے گئے پھر اس کے بعد امام اعمش کہتے ہیں یہ مسئلے تم نے کہاں سے نکالے؟ یہ جوابات تمہیں کہاں ملے؟ ابو حنیفہ نے فرمایا فلاں مسئلے کا جواب اس حدیث سے جس کو آپ نے فلاں دن ہم کو سنایا اور دوسرے مسئلے کا جواب اس حدیث سے جو اس طرح سے آپ نے سنائی اور پھر تیسرے کا جواب اس حدیث سے جو آپ نے اس طرح سنائی تمام انہیں کی سنائی ہوئی حدیثیں پیش کر دیں۔ ان کا انداز استنباط و قوت حفظ دیکھ کر امام اعمش کہتے ہیں "یَامَعْشَرَ الْفُقَهَاءِ اَنْتُمُ الْاَطِبَّاءُ وَنَحْنُ

الصَّیَادَلَةُ وَاَنْتَ اَیُّهَا الرَّجُلُ اَخَذْتَ بِکِلَا الطَّرَفَیْنِ"(۱)

اے ابو حنیفہ! تم فقیہوں کی شان بڑی نرالی ہے تم ہو ڈاکٹر ہم ہیں میڈیکل اسٹور والے تم لوگوں کو ہر مرض کی دوا، سارے نسخے، جمیع جزئیات اور اس کی ساری تفصیلات معلوم ہیں اور ہم لوگ نہیں جانتے کہ کس کو کون سی دوا دی جائے، کب دی جائے، اور کبھی دے بھی دیا گیا تو الٹا ہو جاتا ہے............ اس لئے ہم تو بس ایسے ہیں جیسے کہ سلامت اللہ عطار کی دکان۔ حاجی نعمان عطار کی دکان بس یہ ہماری شان... فرماتے ہیں ابو حنیفہ! تمہاری تو شان اور نرالی ہے کہ تم نے دونوں میدان میں بڑا کمال پایا، حدیث بھی بے مثال یاد رکھتے ہو، فقہ میں بھی بے مثال شان رکھتے ہو پھر کہتے ہیں ابو حنیفہ جو حدیثیں میں نے دو سال میں تم کو سنائیں تم ایک بیٹھک میں سب سنا گئے۔ اور ساتھ ہی ساتھ مسئلوں کا استنباط کرتے ہوئے تم حدیثیں سناتے چلے جا رہے ہو۔

اب ذرا آپ سوچیں کہ جو لوگ حدیث کے شیخ ہیں وہ مسئلہ نہ نکال سکے اور جو شاگرد ہیں انہوں نے مسئلے استنباط کئے ہیں تو میرے آقا نے فرمایا تھا اسی لئے حدیثوں کو پہونچانا بہت ضروری تھا، تو حدیث کا حافظ ہونا کمال ہے، مگر حدیث کے معانی اور رموز و اسرار کا سمجھنا یہ معراج کمال ہے یہ امام اعظم کو حاصل ہے کیونکہ امام اعظم ہی نے مسائل کے استنباط کی راہیں متعین کیں۔

اب ان لوگوں نے کیا استنباط کی راہیں متعین کیں یا کھلی کھلی حدیثوں کی مخالفت کی؟ میں نے کہا کیا مخالفت کی؟ کیا دیکھئے یہ دیکھ لیجئے کہ

---

(۱) خیرات الحسان ص ۶۶-۶۷

امام کے پیچھے قرأت کرنے سے آپ کے امام منع کرتے ہیں حرام، ناجائز بتاتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ نماز بیکار ہو گئی پھر سے نماز پڑھو، اگر امام کے پیچھے تم نے قرأت کی تو نماز واجب الاعادہ، کیوں کہ تلاوت کی تم نے ؟ تو ہم نے کہا کہ کہاں حدیث میں ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرو ؟ انھوں نے کہا بخاری میں ہے کہ عبادہ بن صامت کہتے ہیں "لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ" (۱) جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں، میں نے کہا کہ سورۂ فاتحہ قرآن ہے کہ نہیں ؟ کہا ہاں ہے، میں نے کہا قرآن میں اللہ فرماتا ہے "اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا" (۲) جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور چپ رہو سنائی دے تو دونوں کام کرو، نہ سنائی دے تو چپ رہو، دونوں حکم ہے سبحان اللہ ! قرآن کی اس آیت کا کیا جواب دیتے بات بنانے کے لئے کہنے لگے صاحب ! قرآن کا مطلب کچھ اور ہے میں نے کہا کہ تمہارے مطلب کے مطابق ؟ یا قرآن کے مطلب کے مطابق ؟ تم نے جو مطلب نکالا وہ تمہارا استنباط ہے تو گویا تمہیں یہ حسد ہے کہ لوگ ہمارا چھوڑ کر ابو حنیفہ کے اصول کو کیوں مانتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ قرآن میں کھلی بات کہی گئی ہے کہ قرآن پڑھا جائے تو چپ رہو غور سے سنو اور نہ سنائی دے تو چپ رہو یہ فرمایا گیا تو اب قرآن متواتر اور وہ حدیث خبر واحد بولو طاقت کس میں زیادہ ہے ؟ طاقت کس میں زیادہ ٹھوس ہے قرآن کے ایک لفظ کا انکار کر کے آدمی کافر ہو جائے گا مگر خبر واحد کے ایک لفظ کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا، فرق ہے دونوں میں ؟ تو اب بولو ! کہا مطلب وہی ہے میں نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ تو سورۂ فاتحہ کو قرآن نہیں مانتا اگر قرآن مانتا تو چپ رہتا

(۱) بخاری اول ص ۱۰۳ (۲) پارہ ۹ رکوع ۱۳ سورۂ اعراف

کہنے لگے ہم کو حدیث چاہئے میں نے کہا کہ کیا تم نے مسلم نہیں پڑھی ؟ لو پہلے تم کو ایک صحابی کا فتوی سنا دوں۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث مذکور ہے "مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃً لَمْ یَقْرَأْ فِیْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِیَ خِدَاجٌ خِدَاجٌ خِدَاجٌ غَیْرُ تَامٍّ" (۱) جس نے نماز پڑھی اور سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے تام نہیں ہے۔

ایک آدمی کھڑے ہو گئے عرض کرتے ہیں "یَا اَبَا هُرَیْرَۃَ فَاِنِّیْ اَکُوْنُ اَحْیَانًا وَرَاءَ الْاِمَامِ فَغَمَزَ ذِرَاعِیْ وَقَالَ یَافَارِسِیْ اِقْرَأْ فِیْ نَفْسِكَ" (۲) اے ابو ہریرہ آپ نے تو یہ حدیث سنا دی مگر بہت ایسا ہوتا ہے کہ ہم امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں تب کیا کریں ؟ .... سوال کرنے والے نے سوال ابو ہریرہ سے کیوں کیا ؟

ابھی تو شاید اس زمانے میں امام ابو حنیفہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے مگر سوال کیا کیوں ؟ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ جانتے تھے کہ صحابہ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے ہیں جبھی تو اس نے پوچھا ابو ہریرہ حدیث تو سنا دی مگر میں جب امام کے پیچھے پڑھوں تب ؟ انھوں نے کہا "اِقْرَأْ فِیْ نَفْسِكَ" (۳) اے فارسی دل ہی دل میں پڑھا کر سورۂ فاتحہ دل ہی دل میں پڑھا کر بولے صاحب اب زبان سے پڑھنا کہاں سے ثابت ہوا ؟ انھوں نے کہا فِیْ نَفْسِكَ کا معنی آہستہ پڑھ، میں نے کہا کیا قرأت فی النفس آہستہ کے معنی میں آتا ہے ؟ اگر آہستہ کا مفہوم لینا ہوتا تو "اِقْرَأْ بِهَا خُفْیَۃً" یا "اِقْرَأْ بِهَا سِرًّا" کہا جاتا کہ اس کو چپکے چپکے پڑھو فی نفسك دل ہی دل میں پڑھ اس کا معنی یہ ہے کہ زبان سے نہ پڑھا جائے، یہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ کا فتوی ہے۔

(۱) مسلم شریف جلد اول ص ۱۶۹ (۲) مسلم جلد اول ص ۱۶۹ ابن ماجہ ص ۶۰
(۳) مسلم جلد اول ص ۱۶۹ ابن ماجہ ص ۶۱

اب آیئے ایک عظیم فقیہ اور جلیل القدر صحابی سیدنا ابو موسیٰ اشعری کی وہ حدیث جو مسلم شریف میں ہے سناؤں، رسول پاک نے فرمایا "إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" (۱) اور بخاری شریف میں بھی یہ حدیث مروی ہے "إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" (۲)

ان دونوں حدیثوں کا مطلب یہ ہوا کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ تم اس کی پیروی کرو اقتداء کرو جب وہ تکبیر کہے تو تم اس کے بعد تکبیر کہو، جب وہ رکوع میں جائے تب تم رکوع میں جاؤ، جب وہ سر اٹھائے تو اس کے بعد تم سر اٹھاؤ، اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور اسی مسلم شریف میں حدیث کا یہ ٹکڑا بھی ہے "وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا" (۳) اور جب امام قرأت کرے تو تم چپ ہو جاؤ، میں نے کہا بولو! اب حدیث ہو گئی؟ کہنے لگے نہیں صاحب! بات سمجھ میں نہیں آئی میں نے کہا سمجھ میں آئے گی کیوں؟ جو تم پہلے ہی سے سمجھ برباد کر کے آئے ہو............ حق و انصاف کی نگاہ تمہارے پاس نہیں ہے دیانتداری سے حدیثوں کا معنی متعین کرو، کہا بخاری سے سنایئے! میں نے کہا بخاری سے سناؤں؟ اگر تمہارے اندر ہمت ہے تو بخاری سے آمین بالجہر سناؤ اگر ہمت ہے تو بخاری سے سینے کے اوپر والا ہاتھ دکھلاؤ، اگر ہمت ہے تو بخاری شریف سے کچھ اور مسئلے جو آپ کے ساتھ

---

(۱) مسلم جلد اول ص ۱۷۴ و ص ۱۷۷ (۲) بخاری جلد اول ص ۹۵
(۳) مسلم جلد اول ص ۱۷۴

خاص ہیں وہ دکھایئے ہم بخاری شریف اس لئے نہیں مانتے ہیں کہ وہ امام بخاری نے لکھی ہے امام بخاری نے تو بہت سی کتابیں لکھی ہیں بخاری شریف اس لئے ہم مانتے ہیں کہ اس میں رسول پاک کی صحیح حدیثیں ہیں اگر رسول پاک کی صحیح حدیثیں بخاری کے باہر بھی ملیں گی تو اس کو بھی ہم مانیں گے. بے شک۔

یہ کیا بات ہے کہ بخاری والی حدیث مانگتے ہو؟ کیوں مانگتے ہو؟ رسول پاک کی حدیثیں متعدد کتابوں میں ہیں رسول پاک کی حدیث بخاری والی بھی ہے مسلم والی بھی ہے، نسائی والی بھی ہے ترمذی والی بھی ہے، احمد بن حنبل والی بھی ہے ابن ماجہ والی بھی ہے اور اسی طرح موطا امام مالک والی بھی ہے، دار قطنی والی بھی ہے، بیہقی والی بھی ابن حبان والی بھی ہے بہت سی ہیں............ تو پھر یہ کیا بات ہے کہ ہم ان میں سے نہ پیش کریں؟ میں نے کہا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث تو بے ثبوت؟ کہنے لگے سینے کے اوپر ہاتھ باندھنے کی ثابت ہے میں نے کہا کہاں ثابت ہے؟ بخاری میں دکھلاؤ گے؟ مسلم میں دکھلاؤ گے؟ نسائی میں دکھلاؤ گے؟ ابن ماجہ میں دکھلاؤ گے؟ ترمذی میں دکھلاؤ گے؟ ابو داؤد میں دکھلاؤ گے؟ بیہقی میں دکھلاؤ گے؟ کہاں دکھلاؤ گے؟ انہوں نے کہا صحیح ابن خزیمہ میں ہے میں نے کہا اتنا پیچھے پہونچ گئے؟ صحیح ابن خزیمہ میں ہے کہ سینے کے اوپر ہاتھ باندھو، ابن عمر نے فرمایا کہ سینے کے اوپر ہاتھ باندھنا سنت ہے میں نے کہا ارے بیوقوف! جو ابن عمر نے فرمایا تھا وہ عورتوں کو بتایا تھا کہ تمہارے لیے یہ سنت ہے میں نے کہا کہ تم لوگ ایسے بیدار ہو کہ عورتوں کے مسئلے پر عمل کرنے کے لئے ہر وقت بے تاب رہتے ہو اس لئے مہینے میں کچھ نمازیں بھی چھوڑ دیا کرو تاکہ پوری نقل ہو جائے، ماشاء اللہ۔

پھر جناب والا مسئلہ قرأت خلف الامام پر آئے کہ مقتدی سے قرأت ساقط نہیں ہوتی، میں نے کہا ساقط ہوتی ہے ہمارے ائمہ نے تو اس مسئلے میں تمہاری ریڑھ کی ہڈی توڑ کے رکھ دی ہے۔

آج سے تقریباً چودہ سال پہلے اپنی تقریر میں میں نے یہ مسئلہ بتایا تھا کہ اس پر اتفاق ہے، سارے علماء کا، حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، سب متفق ہیں اس بات پر کہ اگر رکوع میں کوئی آدمی امام کو پائے تو اس کی قرأت خلف الامام ساقط ہے جب یہ میں نے کہا تو ایک پھکو باز وہاں کھڑا ہو گیا کہنے لگا ہم نہیں مانتے میں نے کہا کیا نہیں مانتے؟ اس نے کہا مولانا لوگوں نے جو یہ کہا کہ وہ رکعت پا گیا ہم نہیں مانتے کہ رکعت پا گیا اس کی رکعت نہیں ہوئی اسے الگ سے ایک رکعت پڑھنی ہوگی، چاہے وہ رکوع میں امام کو پائے چاہے سجدے میں امام کو پائے، یہ ہے مطلب یہ اس نے کہا............ میں نے کہا تمہاری دوا کر دوں؟ پھر میرا یہ حاشیہ شروع ہوا میں نے کہا تمہیں سمجھ میں نہیں آتا تو تمہاری دوا کرنی ضروری ہے، اب پہلا آپریشن یہ ہے بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے "عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّہٗ اِنْتَھٰی اِلَی النَّبِیِّ ﷺ وَھُوَ رَاکِعٌ فَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یَّصِلَ اِلَی الصَّفِّ فَذَکَرَ ذَالِکَ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ"(۱) حضرت ابو بکرہ سے روایت ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول پاک رکوع میں ہیں تو میں نے اپنی نماز صف کے پیچھے شروع کر دی تکبیر کہی اور رکوع میں گیا اور رکوع ہی میں اپنا پاؤں آگے بڑھا کے صف میں گھس گیا، رسول کریم سرور عالم

---

(۱) بخاری جلد اول ص ۱۰۸ موطا امام محمد ص ۱۵۸

نے جب نماز کا سلام پھیرا تو فرمایا اے ابو بکرہ تم نے صف کے پیچھے نماز کیوں شروع کی اور رکوع کیا۔

اے ابو بکرہ! تم نے ایسا کیوں کیا؟ وہ کہتے ہیں یا رسول اللہ آپ رکوع میں پہونچ گئے تھے مجھے خطرہ ہوا کہ صف تک پہونچتے پہونچتے کہیں یہ رکعت نہ چھوٹ جائے اس لئے وہیں پر اپنا رکوع کیا اور رکوع میں قدم بڑھا کے صف میں گھس گیا، رسول پاک فرماتے ہیں "زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ"(۱) اللہ رکعت کی محبت تیرے دل میں بڑھاوے، مگر ایسا کام آئندہ مت کرنا، میرے آقا نے یہ نہ فرمایا کہ اب پھر سے نماز پڑھ تو سمجھتا تھا کہ وہ رکعت پا گیا؟ تیری نماز ہوئی ہی نہیں ایک رکعت کی کمی سے برباد ہو گئی نماز پھر سے پڑھ یہ میرے آقا نے نہ فرمایا، بلکہ میرے آقا رکعت پانے پر یہ لفظ فرماتے ہیں "زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصًا" تیری محبت رکعتوں کے بارے میں اللہ اور بڑھاوے اور زیادہ کر دے مگر صف کے پیچھے نماز شروع کرنے سے آئندہ پرہیز کرنا۔

بولئے! بات سمجھ میں آگئی؟ رکعت ملی کہ نہیں؟ میں نے کہا ابھی تم نا سمجھ ہو ابھی تمہارے سمجھ میں نہیں آئے گا ایک کھلی حدیث شریف بھی سن لو شاید سمجھ میں آجائے حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں رسول پاک نے فرمایا "مَنْ اَدْرَکَ الْاِمَامَ فِی الرَّکْعَۃِ فَقَدْ اَدْرَکَ الرَّکْعَۃَ" (۲) جس نے امام کو رکوع میں پایا اس نے رکعت پالی............ میں نے کہا اب بول قرأت کب کرے گا؟ حضور نے یہ بھی نہ فرمایا کہ اے ابو بکرہ تم نے تو قرأت بھی نہیں کی کیا تو رکوع میں قرأت کر رہا تھا؟............ میں نے کہا او غیر مقلد اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ رکوع میں وہ سورۂ فاتحہ پڑھ رہے تھے تو یہ بھی حدیث کے خلاف ہے

---

(۱) بخاری جلد اول ص ۱۰۸ موطا امام محمد ص ۱۵۸ (۲) ابن ماجہ

ترمذی شریف میں صحیح حدیث موجود ہے سیدنا علی مرتضیٰ فرماتے ہیں "نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ قِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ فِی الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ" (۱) رسول پاک نے رکوع اور سجدے میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا، ناجائز ہے کہ کوئی رکوع میں قرآن پڑھے، اب سمجھ میں آئی بات؟ پھر اس کے بعد وہ بقول کھسیانی بلی کھمبا نوچے کی طرح بیٹھ گیا.......... بہر حال میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قرأت خلف الامام کا ثبوت کہیں نہیں ہے یعنی قرأت خلف الامام جائز نہیں ہے کہ نمازی امام کے پیچھے قرأت کرے بلکہ قرآن سے خاموش رہنے کا ثبوت ہے لہٰذا جو آدمی قرآن پر ایمان رکھتا ہے اس کو یہ بھی ماننا پڑے گا پھر اس کے بعد حدیث سے ثبوت، نیز اعمال صحابہ سے بھی اس کا ثبوت ہے یہاں تک کہ ایک حدیث ہے اگرچہ بعض محدثین نے اس کو ضعیف کہا مگر طرق اتنے کثیر ہیں کہ جس کی وجہ سے یہ حدیث حسن کے درجے میں ہو جاتی ہے۔ حضرت امیر المومنین عمر فاروق نے فرمایا "لَیْتَ فِیْ فَمِ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ حَجَرًا" (۲) اور سعد ابن ابی وقاص نے تو یہاں تک فرمایا "وَدِدْتُ اَنَّ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ فِیْہِ جَمْرَۃٌ" (۳) اے کاش وہ آدمی جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہو اس کے منہ میں پتھر اور انگارہ بھر جائے، آگ کے شعلے بھڑک اٹھیں۔

بولو! یہ انہوں نے کتنی صراحت سے فتویٰ دیا کسی نے تو انکار کیا ہوتا، یہ لیجئے پھر اس کے بعد رسول پاک کا یہ فرمان بھی سن لیجئے ارشاد فرماتے ہیں کہ "اِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا" (۴) امام قرأت کرے تو چپ ہو جاؤ، پھر رسول پاک کا جابر ابن عبد اللہ سے یہ بھی فرمان منقول ہے "مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الْاِمَامِ فَاِنَّ قِرَاءَۃَ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ" (۵)

---

(۱) ترمذی ص ۶۱ (۲) موطا امام محمد ص ۱۰۱ (۳) ایضاً ص ۱۰۲

(۴) مسلم جلد اول ص ۱۷۴ (۵) موطا امام محمد ص ۹۸

پھر اس کے بعد تمام ائمہ کا اس بات کے اوپر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پائے تو اس کو سورۂ فاتحہ پڑھنی ہی نہیں ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام کے پیچھے قرأت فرض نہیں اگر امام کے پیچھے قرأت فرض ہوتی تو چاہے رکوع میں پائے کہ سجدے میں پائے کہیں بھی امام کو پائے ایک فرض کے چھوٹنے سے نماز نہیں ہوتی جب فرض چھوٹ گیا تو نماز نہ ہوگی اور سب نے مان لیا کہ فرض نہ چھوٹا، اس لئے ثابت ہو گیا کہ امام کے پیچھے قرأت کرنا فرض نہیں ہے۔

پھر اس کے بعد امام اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ مناظرہ بھی آپ کو یاد ہوگا بہت سے لوگ ایک بھاری جمعیت لے کر آئے کہنے لگے ابو حنیفہ آپ سے ہمیں مناظرہ کرنا ہے ہم سب آگئے ہیں آپ سے مناظرہ کریں گے امام اعظم نے فرمایا کیا مناظرہ کروگے؟ کہا امام کے پیچھے قرأت کرنا آپ ناجائز بتاتے ہیں آج اسی پر مناظرہ ہوگا انہوں نے فرمایا تم ہزاروں آدمی ایک ساتھ بولو گے میں کس کی کس کی سنوں گا؟ سب کی کیسے سنوں گا؟ ایک آدمی بولتا تو سننا آسان ہو جاتا اور میں جواب دیتا مگر ایک ساتھ تم ہزاروں آدمی بولو گے، تو کیسے اکیلا ایک آدمی سے مناظرہ کروگے؟ اکیلے سے، ایسا کرو کہ کسی کو تم اپنا ایک وکیل بنادو وہ جو بولے وہ سب کی طرف سے ہو جائے ٹھیک ہے؟ سبھوں نے کہا بالکل ٹھیک، ان لوگوں نے اپنے میں جس کو سب سے زیادہ چرب زبان اور سب سے زیادہ زور آور، عالم سمجھا اس کو منتخب کر دیا کہ چلو تم مناظر اعظم ہو، مناظرہ کرو، امام اعظم نے کہا کیا مناظرہ کروگے فیصلہ تو ہو گیا، کہا کیا فیصلہ ہوا؟ فرمایا وہی ہوا جو میں نے کہا تھا کہا کیا فیصلہ ہوا ہماری سمجھ میں نہیں آیا؟.......... فرمایا کہ جیسے تمہارا وکیل جب تم سب کی طرف

سے ہوتا ہے تو تم سب کی ہو جاتی ہے اسی طرح جب تم لوگوں نے نماز میں ایک کو اپنا امام اور وکیل بنا دیا تو اس کا پڑھنا سب کا پڑھنا ہو گیا یہی تو حدیث میں فرمایا گیا "مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الْاِمَامِ فَاِنَّ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ" (۱) سارے لوگ اپنا منہ لٹکا کے واپس چلے گئے اور امام ابو حنیفہ کی اس ذہانت پر انگشت بدنداں رہ گئے۔

سمجھ گئے آپ! اب اس زمانے میں کچھ لوگوں کو ایسا شوق پیدا ہو گیا ہے خود ہی حدیث پڑھ پڑھ کے معانی نکالتے ہیں اللہ کا شکر ہے ہم ایک زمانے سے حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں مگر اس کے باوجود بھی کبھی کبھی کسی حدیث کو قول امام کے خلاف پاتے ہیں جبکہ ہمارا تو یہ یقین ہے کہ امام ابو حنیفہ کبھی غلط نہیں کہہ سکتے اس لئے اب اپنے مطالعے کی اسپیڈ بڑھا دیتے ہیں کھلی ہوئی بات سامنے آجاتی ہے کہ واقعتاً یہ حدیث یا تو منسوخ ہے یا وہ حدیث ہے کہ جس کے اندر سقم خفی ہے یا وہ حدیث ہے جو تعارض واقع ہونے کی وجہ سے ساقط قرار دیدی گئی ہے یا وہ حدیث ہے جو اس فن کے اصول کے خلاف ہے یہ سب ثابت ہو جاتا ہے یہ سب باتیں کھل کے سامنے آجاتی ہیں میں نے بخاری و مسلم اور حدیث کی دوسری کتابوں میں حدیث مُصَرَّاۃ پڑھی ہے مُصَرَّاۃ والی حدیث یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے بکری کے تھن میں دودھ چھوڑ دیا کہ اس کا تھن خوب موج نظر آئے اور خریدار کھیلے میں آکر زیادہ دام پر اس کو خرید لے یہ سمجھ کر کہ یہ بکری بڑی دودھاری ہے مگر گھر لے جا کر جب دوہا تو پہلے دن زیادہ نکلا دوسرے دن بس تھوڑا تھوڑا سا نکلا، اب رسول پاک فرماتے ہیں بخاری شریف کے الفاظ ہیں "مَنِ اشْتَرٰی غَنَمًا مُصَرَّاۃً فَاحْتَلَبَهَا فَاِنْ رَضِيَهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ سَخِطَهَا فَفِيْ حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ" (۲) مُصَرَّاۃ جس نے خریدی وہ تین دن کے اندر واپس

(۱) موطا ص ۹۸ (۲) بخاری جلد اول ص ۲۸۸، و مسلم جلد ثانی ص ۳

کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور واپس کرے۔ یا ایک صاع جو واپس کرے کئی طرح کی روایتیں ہیں حدیث ایک ہے الفاظ مختلف ہیں............ مگر امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ نہیں وہ کچھ نہیں واپس کرے گا صرف بکری واپس کرے گا اور کچھ نہیں۔ میں نے کہا یا اللہ امام ابو حنیفہ اس صریح حدیث کے خلاف کیوں عمل کر رہے ہیں؟ میں نے مطالعہ کرنا شروع کیا تو ابو داؤد شریف میں ایک حدیث مل گئی جس میں قاعدۂ کلیہ بتایا گیا "اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ" (۱) رسول پاک نے فرمایا نفع وہی اٹھائے گا جو مال کا ضامن ہو، اب بکری خرید کے گھر لے گئے تم نے اس کو کچھ کھلایا اور کچھ اس کا دودھ پیا، دودھ آپ نے استعمال کیا اس جانور سے دودھ نفع میں ملا دودھ تو آپ نے خریدا نہیں بلکہ جانور خریدا اور دودھ آپ کو نفع میں ملا اگر وہ بکری اس خریدار کے گھر مر جاتی تو اب پوچھو سب لوگوں سے یہ غیر مقلد بھی کہیں گے یہ تو اسی کے پیسے سے مری بائع سے کچھ واپس نہ ملے گا، اسی کے پیسے سے خریدی گئی بکری مری، تو اب اس حدیث میں جو فرمایا گیا کہ جو مال کا ضامن ہے وہی نفع کا مالک ہے تو بات سمجھ میں آگئی کہ یہ حدیث مُصَرَّاۃ ایک جزئیہ شخصیہ ہے جزئیہ خاص ہے کسی ایک صحابی کے بارے میں اور وہ حدیث خراج قاعدۂ کلیہ ہے اور قاعدۂ کلیہ کے مقابلے میں جزئیہ کا حکم متعدی اور عام نہیں ہوتا بلکہ مورد نص تک محدود رہتا ہے۔

اب اس کو یوں سمجھیں! کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا "اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ" (۲) دو عدالت والوں کو اپنا گواہ بناؤ، اپنے میں سے دو عادل آدمی کو گواہ بناؤ............ اور رسول پاک نے حدیث میں فرمایا اے خزیمہ ابن ثابت! تیری اکیلے کی گواہی دو کے برابر، ایک کی گواہی دو کے برابر، اب حضرت

(۱) ابو داؤد جلد ثانی کتاب البیوع ص ۴۹۳ (۲) پارہ ص ۲۸ سورۂ طلاق

ابو بکر کہیں کہ میں خزیمہ سے بہت بڑے مرتبے والا ہوں حضرت عمر کہیں
میں بہت مرتبے والا، علی کہیں میں بہت مرتبے والا عثمان کہیں میں بہت
مرتبے والا اور ابو موسیٰ اشعری کہیں کہ ہمارا مرتبہ خزیمہ سے بڑا، حضرت
سلمان فارسی کہیں کہ خزیمہ سے میرا درجہ بہت اونچا، معاذ ابن جبل کہیں
کہ میرا درجہ خزیمہ سے بہت بلند، حضرت عبد اللہ ابن مسعود کہیں میرا
درجہ ان سے بہت اونچا.............لہذا ہماری بھی دو کے برابر ہونی چاہئے،
چلے گا یہ؟ کیوں نہیں چلے گا؟ اس لئے کہ یہ حکم خزیمہ کے لئے خاص ہے
لہذا کسی اور کو اب یہ حکم نہیں دیا جائے گا آیت کریمہ میں گواہی کا جو حکم بیان
ہوا وہ قانون کے طور پر رہے گا اور یہ رہے گا ایک استثنائی حکم جو صرف خزیمہ
کے ساتھ خاص رہے گا۔ ہر حال!

اب میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسائل کو دیکھتا ہوں تو
اس طور پر پاتا ہوں کہ ان کے مسائل نہ کتاب اللہ سے ذرہ برابر کہیں پر
ٹکراتے ہیں اور نہ سنت رسول اللہ سے..........یہ لوگ قرآن کا نام ہی نہیں
لیتے صرف حدیث حدیث چلاتے ہیں حالانکہ فضیلت تفقہ کے اندر ہے امام
ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فقہ کے ذریعے لوگوں کو فقہ حاصل کرنے کے
طریقے بتائے اور حدیث میں یہی مضمون بتایا گیا کہ فقہ اسی کو ملتی ہے جس کو
اللہ بہت بڑی بھلائی دیتا ہے۔

ذرا اور آگے بڑھئے! یہ لوگ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ
علیہ رائے پر عمل کرتے ہیں ہم لوگ حدیث پر عمل کرتے ہیں میں نے کہا
کیا حدیث پر عمل کرتے ہو؟ حدیث سمجھ نہیں سکتے حدیث کو تم پڑھ نہیں
سکتے حدیث کا معنی متعین نہیں کر سکتے کیا تم حدیث پر عمل کروگے؟ چنانچہ

ہوئے ایک صاحب میرے پاس آئے کہنے لگے آپ لوگ ہمیں وہابی کہتے
ہیں، گالیاں دیتے ہیں، میں نے کہا کہ آپ لوگ اس کے مستحق ہیں اس نے
کہا کہ بھئی ہم لوگ حدیث پر عمل کرتے ہیں، اہل حدیث ہیں آپ لوگ
غیر مقلد کہتے ہیں میں نے کہا کہ مقلد ہو کہ نہیں؟ تو جواب دیا کہ نہیں
مقلد نہیں ہیں میں نے کہا کہ مقلد نہ ہونے کا مطلب ہی تو غیر مقلد ہے تم
خود اپنی زبان سے کہتے ہو کہ ہم غیر مقلد ہیں، اور ہم غیر مقلد کہہ دیتے ہیں
تو گالی ہو جاتی ہے عجیب بات ہے..........میں نے کہا سنو! تم اپنے کو اہل
حدیث کہتے ہو یہ بھی جھوٹ، اور تم غیر مقلد ہو یہ بھی جھوٹ، حقیقت میں
تم مقلد ہو اس نے کہا کہ نہیں صاحب! ہم مقلد نہیں ہیں میں نے کہا
تب، زیادہ نہیں پانچ حدیث ابھی مجھ کو سناؤ اور حوالہ دے کر سناؤ کہ کس کس
کتاب میں ہے تم سے میں سند نہیں مانگتا کہا کہ بھئی یہ تو مولانا لوگ
جانیں میں نے کہا جب تم کو پانچ حدیث یاد نہیں ہے تو ہزاروں ہزار مسئلے کی
حدیثیں کیا یاد کروگے؟ اب تم یہ بتلاؤ کہ کہاں سے یہ مسئلے تم کو ملے؟ کہا کہ
مولانا صاحب نے بتایا تھا تو میں نے کہا کہ تم مولانا کے مقلد ہوئے، کہا کہ
مولانا نے کئی حدیث سے نکال کے بتایا میں نے کہا کہ کیسے تم نے سمجھا کہ
اس نے حدیث سے نکالا کہ نفس خبیث سے نکالا؟ تمہیں پتہ کیسے چلا؟ کہا
کہ وہ کہہ رہے تھے میں نے کہا وہ جھوٹا نمبر ون ہے وہ غلط بول رہا ہے وہ
حدیث سے نکال کے نہیں بتا تا وہ بتا رہا ہے بس..........

وہ تو اپنی کتاب میں لکھ رہا ہے کہ اگر کوئی ہندو بسم اللہ پڑھ کر جانور
ذبح کرے تو اس کا کھانا بلا کراہت جائز ہے کہا کہ نہیں یہ ہمارے مولوی
صاحب نے نہیں لکھا ہے میں نے کہا ارے! میاں جی نذیر حسین کو نہیں

جانتے ؟ یہ اسماعیل دہلوی کے ساتھی تھے میاں جی نذیر حسین نے اپنے فتاوی نذیریہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی ہندو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے تو اس کا کھانا بلا کراہت جائز ہے اور پھر اتنے ہی پر بس نہیں کیا اگر ہندو نے جانور ذبح کیا اور بتوں کا نام بھی لیا تو اسکا بھی کھانا جائز ہے .... سمجھ گئے آپ ؟.........اب ذرا آپ سوچو! میں نے کہا کہ یہ حدیث سے نکالو؟ اگر مائی کالال ہو تو کسی بھی حدیث میں دیکھا دو؟ میں نے کہا لاؤ ایک مسئلہ اور پوچھتا ہوں جس میں بڑے بڑے علماء متحیر ہو گئے ذرا تم کو بھی ورطہ حیرت میں ڈال دوں، سنو!

ایک عورت حمل سے تھی پیدائش کا وقت ہو گیا اور عین پیدائش کے وقت اس کا ہارٹ اٹیک ہو گیا بچہ پیٹ میں تڑپ رہا ہے اتار چڑھاؤ سے سمجھ میں آرہا ہے کہ بچہ زندہ ہے اور ماں زندہ نہیں ہے، پیٹ پھاڑ کے بچے کو نکالیں یا بچے کو بھی اسی پیٹ میں ہی رہنے دیں کہ وہ بھی وفات پا جائے اپنی ماں کے ساتھ ؟ کیا کریں ؟ میں نے کہا اگر پیٹ پھاڑ دیں گے تو حدیث سناؤ ؟ اور اگر بچے کو پیٹ میں رہنے دیں تاکہ مر جائے تو اس کی بھی حدیث سناؤ ؟ آنجناب آئیں بائیں سائیں، کرنے لگے، اس کے سمجھ میں نہیں آیا وہ کیا کرے ....میں نے کہا کہ تم اپنے مولوی صاحب سے یہ مسئلہ پوچھوگے ؟ کہا ہاں پوچھوں گا، میں نے کہا پوچھ کے مجھے بتاؤ گے کہا، ہاں! بتاؤں گا میں نے کہا کہ تب تو تم اپنے مولوی کے مقلد ہو گئے بولو! تم اپنے مولوی کے مقلد ہو گئے کہ نہیں ؟ ہم بھی مقلد تم بھی مقلد مگر فرق یہ کہ ہم مقلد ہیں دنیا کے سب سے بڑے اعلم العلماء کے اور تم مقلد امام الجہلاء کے۔ سبحان اللہ!

ہم مقلد سب سے بڑے پرہیزگار کے تم مقلد ایک چیٹنگ باز کے،

ہم مقلد راہ خدا میں سخاوت کا باڑہ بانٹنے والے کے، تم مقلد لوگوں کا مال کھسوٹنے والے کے، بس یہی فرق ہے میں نے ایسا کیوں کہا ؟ اس لئے کہ ہمارے بزرگوں نے کہا "مَنْ لَمْ يَكُنْ لَـهُ إِمَـامٌ فَإِمَامُـهُ الشَّيْطٰنُ" جس کا کوئی امام نہ ہو تو شیطان اس کا امام ہے دنیا میں کوئی بھی بے امام کا نہیں ہے اچھے امام والا یا شیطان کو امام بنانے والا دونوں طرح کے لوگ موجود ہیں۔ مگر! الحمد للہ ہم امام ابو حنیفہ کی تقلید کرتے ہیں امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں اللہ کا شکر ہے کہ رسول پاک دین حنیف لے کر آئے، اور ابو حنیفہ فقہ حنیف سنا کر گئے۔ نعرۂ تکبیر..............................

اسی لئے ہم حنفی ہیں اور یہ بھی قرآن میں ہے "فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا" (۱) اب آئیں! یہ لوگ عجیب و غریب فسادی قسم کے ہیں روز نئے نئے مسئلے نکالتے ہیں اگرچہ اس کی کوئی شرعی اصل نہ ہو ہمارے زمانہ طالب علمی میں ایک مرتبہ پورہ صوفی مبارکپور میں ایک جلسہ ہو رہا تھا وہاں کے مدرسہ اہل حدیث کے سامنے اس وقت جو وہاں شیخ الحدیث تھے ایک صاحب ان کے تعارف میں کہنے لگے، ہمارے یہ عالم وہ عالم۔ انکو اتنی حدیثیں یاد، اتنے مسئلے یاد، اتنا یہ اور وہ، اور ہر مسئلے کو دلیل سے بتاتے ہیں حدیث سے اس کی دلیل پیش کرتے ہیں اور پھر یہ واقعہ سنایا کہ ابھی ہمارے حضرت کی خدمت میں ایک استفتاء آیا تھا کہ کھڑاؤں پہننا جائز ہے یا نہیں ؟ لکڑی کی ایک چپل ہوتی تھی، آج کل کے جوان لوگ نہیں جانیں گے مگر بوڑھے لوگ جانتے ہیں یہ لکڑی کی ایک چپل ہوتی تھی اور اس کے اوپر ربر یا چمڑے یا کپڑے کا بیلٹ لگا دیتے تھے بس کھڑاؤں اس کا نام تھا، کھڑاؤں پہننا جائز ہے یا ناجائز.......... تو ہمارے حضرت نے جواب لکھا ہمارے مدرسے میں دس

(۱) پارہ ۴ رکوع ۱

سال آکے پڑھو تب اس کا جواب تمہیں ملے گا............ یعنی کھڑاؤں پہننے کے جائز ہونے کا مسئلہ دس سال میں حل ہوگا۔

سمجھ رہے ہیں آپ؟ دس سال اپنے مدرسے میں پڑھنے پر جواب موقوف رکھا صرف اس لئے کہ اس کا حل اس کے پاس ہے ہی نہیں۔

یا اللہ! لکڑی سے بھی زیادہ سخت ہے ان کے یہاں کا مسئلہ، پلائی کی لکڑی سے بنی کھڑاؤں، اور لوہے سے بنا ان کا مسئلہ بلکہ جوہر فولاد سے بنا ان کا مسئلہ کہ دس سال میں جا کے میک اپ ہوگا۔ اتنا مشکل مسئلہ کیوں ہوگیا؟ یہ بات کیوں کہی اس نے؟ اس لئے کہ اس مسئلے کا جواب کسی حدیث میں نہیں ملے گا۔ لہٰذا اگر کہیں کہ جائز ہے تو حدیث پڑھ کے سناؤ؟ اگر کہیں کہ ناجائز ہے تو حدیث پڑھ کے سناؤ کہ لکڑی پہننا ناجائز ہے؟ کوئی حدیث پیش کرو کہ لکڑی کا پہننا جائز ہے؟ کوئی حدیث دکھاؤ؟ تو اب کہاں سے لائیں؟ اس لئے دس سال ہمارے یہاں رہو تاکہ اس مدت میں تم اہل حدیث بن جاؤ تو اب تم کو سمجھ میں آئے گا کہ جس چیز کی ضرورت پڑتی جائے کرتے جاؤ حدیث مت کھوجو، جو ضرورت پڑتی رہے کرتے رہو، حدیث کی فکر میں نہ پڑو یہ اہل حدیث ہونے کے بعد ہوتا ہے............ اس لئے جناب والا کتاب میں لکھیں گے کہ اذان میں ترجیع کرو اور عمل کریں گے بے ترجیع کی اذان پر کیوں؟ اس لئے کہ اگر اذان میں ترجیع داخل کریں گے تو صاف پہچان لئے جائیں گے، سنی کی اذان الگ، شیعہ کی اذان الگ، غیر مقلد کی اذان الگ............ اس لئے یہ لوگ کھپلا دینے کے لئے اپنی اذان ہماری اذان میں ملا دیتے ہیں، ہماری اذان جیسی اذان یہ لوگ بھی دیتے ہیں عجیب و غریب معاملہ ہے ان کا۔ زندگی بھر ہم لوگ حدیثوں پر عمل کرتے

رہے قرآن کی آیتوں پر عمل کرتے رہے مگر نہ اہل قرآن ہوئے اور نہ اہل حدیث، اور انہوں نے پانچ مسئلوں پر عمل کرلیا، تو اہل حدیث ہوگئے زبانی نماز کے جیسا سینہ پر ہاتھ باندھ لیا پاؤں پھیلا کے کھڑے ہوگئے دو مسئلے یہ ہوئے، تیسرا امام کے پیچھے انہوں نے قرأت کرلی ادھر امام صاحب نے شروع کردی الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین ادھر یہ بھی کہہ رہے ہیں اور اسی کے ساتھ یہ بھی بڑھ رہے ہیں پھر زور سے کہا" آمین" کہ امام صاحب آپ کی آواز کیا ہے؟ ذرا ہماری بھی آواز سن لیجئے، ہماری آواز سے بھی مقابلہ کرلیجئے یہ ان کا مقصد ہوتا ہے۔ امام سے مقابلہ کرنے کے لئے آمین کہتے ہیں ہم لوگ جب بخاری شریف پڑھ رہے تھے تو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ جب اس حدیث پر پہونچے "اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْن فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ "(۱) تو یہ ارشاد فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب امام "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" کہے تو تم آمین کہو یہ نہیں فرمایا کہ جب تم "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" پڑھو تب آمین کہو اس کا مطلب یہ ہوا کہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین امام پڑھے گا تم نہیں پڑھوگے تم بھی پڑھتے تو یہ فرمایا جاتا کہ جب تم ولا الضالین پر پہونچو تو آمین کہو، نعرۂ تکبیر............! مگر حضور فرمارہے ہیں جب امام پڑھے ولا الضالین تب تم کہو آمین اس لئے کہ ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں جس کا آمین ملائکہ کے آمین کے مطابق ہوجائے اس کے گذرے ہوئے گناہ معاف ہوجاتے ہیں .... تو حضور حافظ ملت فرمانے

---

(۱) بخاری جلد اول ص ۱۰۸

گے کہ اس حدیث میں مغفرت کے لئے شرط لگادی گئی ہے کہ آمین ملائکہ کے آمین کے مطابق ہو۔

تو اب تم لوگ بتاؤ اور لوگوں سے پوچھو کہ ملائکہ کا آمین کسی نے سنا؟ اگر کسی نے سنا ہے تو تم بھی سنا کے کہو اور اگر نہیں سنا ہے تو ملائکہ کے آمین کے مطابق کہاں آمین ہوا کہ تمہارے گذرے ہوئے معاف ہوں .... مگر اہل حدیث نے یہ قسم کھائی ہے کہ ہم گناہ معاف نہیں کرائیں گے العیاذ باللہ پڑھئے درود شریف، اللھم صلی علی محمد ....

.... حدیث شریف میں بلاشبہ آمین بالجہر اور آمین بالسر دونوں کا ذکر ہے اور دونوں طرح کی حدیثیں موجود ہیں مگر آمین بالجہر والی حدیث ضعیف ہے اور اگر کسی طور پر اس کو قوت بھی دیدی جائے تو آمین بالسر والی حدیث کے مقابلے میں اس کو اتنی قوت نہیں مل سکتی۔

صرف ایک حدیث ثابت ہے ابو ہریرہ سے مروی ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ تَرَكَ النَّاسُ التَّأْمِينَ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ حَتّٰى يَسْمَعَهَا أَهْلُ الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَيَرْتَجُّ بِهَا الْمَسْجِدُ"(۱) لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہتے تو آمین کہتے یہاں تک کہ پہلی صف کے لوگ اس کو سن لیتے اور مسجد گونج اٹھتی، جواب یہ ہے کہ ابو ہریرہ سے لوگوں نے حدیث تو سن لی مگر اس پر عمل نہیں کیا کیوں؟ اس لئے کہ ابو ہریرہ پہلے کی حدیث سنا رہے تھے بعد میں جب رسول پاک نے آمین آہستہ کہنا شروع کیا تو چونکہ وہ حدیث ان تک نہیں پہونچی تھی اس لئے وہ پہلے ہی والی حدیث سنا رہے تھے جو بعد والی حدیث سے منسوخ ہو چکی تھی اور ابو ہریرہ کو نسخ کا علم نہ تھا اسی لئے ابو ہریرہ شکایت کر رہے تھے حالانکہ

(۱) ابن ماجہ ص ۶۱

صحابہ کا کسی حدیث پر عمل چھوڑ دینا اس کے نسخ کی دلیل ہوا کرتی ہے اور عقلا بھی یہ حدیث صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ اس زمانے میں مسجد نبوی کی چھت چھپر کی تھی اور اس میں گونج کا پیدا ہونا خلاف عقل معلوم ہوتا ہے اور معنی بھی یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ ابو ہریرہ ہی کی دوسری روایت میں أَهْلُ الصَّفِّ الْأَوَّلِ کی جگہ۔ مَنْ يَلِيهِ کا لفظ آیا ہے جس کا مطلب ہے کہ پوری صف اول نہیں سنتی تھی بلکہ صرف وہ لوگ سنتے تھے جو حضور سے بالکل قریب تھے لہٰذا ابو ہریرہ کی اس حدیث میں اضطراب ہو گیا جس سے حدیث ناقابل استناد ہو گئی۔ پھر تو بخاری شریف میں یہ حدیث مذکور ہے قَالَ عَطَاءٌ آمِينُ دُعَاءٌ(۱) عطاء نے کہا کہ آمین دعا ہے۔

اب دیکھئے قرآن شریف میں کیا ہے "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً" (۲) اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑا کر آہستہ بلند آواز سے نہیں آہستہ دعا کرو اب دونوں کو ملاؤ اور شکل اول کی ضرب اول سے نتیجہ نکالو آمین دعا ہے قرآن کہتا ہے کہ دعا آہستہ ہے تو آمین آہستہ نتیجہ نکلا آمین آہستہ اب اس کے بعد کیا بولتے ہیں؟ بولئے...... پھر سنو! بخاری شریف میں یہ حدیث ابو ہریرہ کے واسطے سے موجود ہے فرماتے ہیں "إِذَا قَالَ الْإِمَامُ "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِين" (۳) اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا جس میں یہ الفاظ زائد ہیں "فَإِنَّ الْإِمَامَ يَقُولُهَا" تو اب مطلب یہ ہوا کہ جب امام "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ" کہے تو تم آمین کہو، اس لئے کہ امام بھی آمین کہتا ہے یہ کس لئے کہنے کی ضرورت پڑی کہ امام بھی آمین کہتا ہے؟ یہ کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس لئے کہ امام کا آمین لوگ سنتے نہیں تھے اگر لوگ سنتے تو کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی، نہیں سنتے ہیں اس لئے حضور نے فرمایا کہ امام جب ولا الضالین کہے تو تم بھی آمین کہو اس لئے کہ امام بھی

(۱) بخاری جلد اول ص ۱۰۷ (۲) پارہ ۸ رکوع ۱۴ (۳) بخاری جلد اول ص ۱۰۸

آمین کہتا ہے............ بخاری میں آمین کے بارے میں کئی حدیث موجود ہے مگر بخاری میں زور سے آمین کہنے کی کوئی حدیث موجود نہیں ہے۔ اس لئے ہمارا مذہب بہت پختہ ہے اور پھر یہ حدیث لے لو حضرت قتادہ کی جو انہوں نے حضرت سمرۃ ابن جندب سے روایت کیا حدیث یہ ہے " سَكْتَتَانِ حَفِظْتُهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "(۱) تو حضرت عمران ابن حصین نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ مجھے تو ایک ہی سکتہ یاد ہے تو ہم نے حضرت اُبَیّ ابن کعب کے پاس مدینہ منورہ لکھا تو انہوں نے جواب لکھا " أَنْ حَفِظَ سَمُرَةُ " سمرہ نے یاد رکھا ہے کہ حضور نماز میں دو سکتہ فرماتے تھے یہ دونوں سکتے کون ہیں تو ہم نے حضرت قتادہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا " إِذَا دَخَلَ فِيْ صَلٰوتِهٖ وَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ ثُمَّ قَالَ بَعْدَ ذَالِكَ وَإِذَا قَرَءَ وَلَا الضَّالِّيْنَ "(۲) اب مجھے بتاؤ اگر زور سے آمین کہتے تو سکوت کہاں ہوتا؟ سکتہ ہونا دلیل ہے اس بات کی کہ حضور آمین آہستہ کہتے مگر ان لوگوں کو عقل ہی نہیں ہے ایک حدیث پا گئے، پا گئے............

اب اس کے تمام متعلقات، نشیب و فراز، عام، خاص، مطلق، مقید، معرف، غیر معرف، مقدم، مؤخر ناسخ، منسوخ یہ سب بھی تو دیکھنا پڑے گا؟ ان سب چیزوں کی توفیق سے وہ لوگ آزاد ہیں، سمجھ گئے آپ!

اب ایک نیا مسئلہ یہ بھی نکالا انہوں نے کہ یار زمانہ ایسا آگیا ہے کہ آدمی کھٹ کھٹ، کھٹ فائرنگ شروع کر دیتا ہے اس لئے آسانی کا راستہ نکالو بہت پہرہ دینا پڑتا ہے کہ کہیں بیوی جلدی نکل نہ جائے سمجھ گئے آپ؟ ....اس لئے اب ان لوگوں نے مسئلہ نکالا کہ آدمی ایک طہر میں جتنی بھی طلاق دیدے طلاق نہیں پڑے گی، کیوں نہیں پڑے گی؟ اس لئے کہ تین طلاق ایک ساتھ دینا بدعت ناجائز ہے تو ناجائز کرنے سے جائز نہیں ہوگا،

---

(۱) ترمذی شریف جلد اول ص ۵۹ (۲ ترمذی جلد اول ص ۵۹

میں نے کہا بڑے بیوقوف ہو شراب ہے اگر کوئی پیئے گا تو پیٹ میں نہیں جائے گی؟ یہ کیسی بات کرتے ہو؟ یہ کوئی بات ہوئی؟ پیئے گا تو ضرور پیٹ میں پہونچ جائے گی، تو اب تین طلاق ایک ساتھ دینا جائز ہے گر دے گا تو پڑے گی مگر یہ لوگ کہتے ہیں نہیں پڑے گی، میں نے کہا کہ سنو!

بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کو حیض کے زمانے میں طلاق دی تھی رسول پاک کو خبر ملی چہرہ سرخ ہو گیا، غضبناک ہو گئے اور حضرت عمر سے فرمایا "مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا " (۱) اے عمر! اپنے بیٹے عبد اللہ کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجعت کرے واپس لے اس لئے کہ حیض کی حالت میں عورت کو طلاق دینا ناجائز اور حرام ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ رسول پاک نے رجعت کا یہ حکم کیوں دیا؟ چہرہ کیوں سرخ ہوا؟ سرخ ہونے کا مطلب ہے کہ کام ہو گیا اس لئے سرخی آئی، اس لئے غضبناک ہوئے اگر کسی پر ہاتھ چلایا اور چوٹ نہیں لگی تو اس کے اوپر تو لڑائی جھگڑا نہیں ہونا چاہئے؟ مگر طلاق لگ گئی ہے جبھی تو میرے آقا ناراض ہوئے ہیں ورنہ کیوں ناراض ہوتے؟ طلاق پڑ گئی اس لئے ناراض ہوئے۔

پھر دوسری بات یہ کہ حضور نے یہ کیوں فرمایا کہ اے عمر! اپنے بیٹے عبد اللہ کو حکم دو کہ رجعت کرے؟ رجعت کب ہوگی؟ جب طلاق پڑے گی تب ہوگی، ایک طلاق دینے کے بعد جب واپس لوگے تو واپس ہوگی، چھوڑ دوگے نکل جائے گی، عدت پوری ہو گئی نکل گئی اسلئے میرے آقا نے حکم دیا، واپس لو طلاق پڑ گئی ہے تو واپس لینے کا حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ طلاق پڑ گئی ہے۔

---

(۱) بخاری جلد ثانی ص ۷۹۰ ر ترمذی جلد اول ص ۵۹

اور پھر سنو! تیسری بات حضرت عبداللہ ابن عمر کا یہ جملہ بخاری شریف میں ہے ان سے کسی نے پوچھا کیا رسول پاک نے اس طلاق کو جو آپ نے دی تھی شمار کیا؟ گنتی میں لائے یا نہیں؟ فرماتے ہیں "قَالَ اَرَاَیْتَہٗ اِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ" (۱) بھلا بتاؤ تو سہی اگر ابن عمر حماقت کرے تو حماقت نہیں ہوگی؟ وہی ہوا مجھ سے یعنی میں نے حماقت کی اور رسول پاک نے مجھے میری حماقت پر حکم سنا دیا کہ طلاق پڑ گئی یہ بھی بخاری میں موجود ہے مگر ان کو شوق ہے کہ گڑ گڑا کر طلاق دیتے جاؤ، دیتے جاؤ، بیوی بنا کے بھی رکھے رہو، رکھے رہو۔ لب یہ طلاق نہیں ہوئی مذاق ہوا، کہتے ہیں جناب! مسلم شریف میں یہ حدیث ہے حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا کہ ابوبکر کے زمانے میں اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک یہ حکم تھا کہ تین طلاق دی جایا کرتی تھی اور ایک طلاق مانی جاتی تھی لیکن عمر نے فرمایا کہ سن لو طلاق متانت اور سنجیدگی سے دینے کی چیز تھی لیکن تم لوگوں نے عجلت پسندی شروع کردی ہے لہٰذا ہم تینوں کو نافذ کردیں گے تو انہوں نے تینوں طلاقیں نافذ کردیں۔ (۲)

تو اب کہتے ہیں کہ دیکھو رسول پاک کے زمانے میں تین ایک مانی جاتی تھی، ابوبکر کے زمانے میں تین ایک مانی جاتی تھی حضرت عمر کے ابتدائی دو سال میں تین ایک طلاق مانی جاتی تھی، مگر عمر نے بدل دیا تو عمر کی بات مانی جائے گی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات؟ حضرت عمر شریعت لے کر نہیں آئے رسول اللہ شریعت لے کر آئے .... ہم کہتے ہیں بیوقوف! حدیث سمجھنے کا شعور چاہئے یہ حدیث حضرت ایوب سختیانی نے جو ابو الصہباء سے روایت کی تو اس کے الفاظ ابوداؤد میں یوں ملے "اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الرَّجُلَ کَانَ اِذَا طَلَّقَ اِمْرَاَتَہٗ ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ یَّدْخُلَ بِھَا جَعَلُوْھَا وَاحِدَۃً عَلٰی عَھْدِ

(۱) بخاری جلد ثانی ص ۷۹۰ (۲) مسلم جلد اول ص ۴۷۷، ۴۷۸

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّصَدْرًا مِّنْ اِمَارَۃِ عُمَرَ" (۱) کہتے ہیں کہ وہ عورت جو اپنے شوہر کے استعمال میں کبھی نہ آئی (غیر مدخولہ) اس عورت کی طلاق رسول پاک کے زمانے میں ایک مانی جاتی، ابوبکر کے زمانے میں ایک، حضرت عمر کے ابتدائی دور میں بھی ایک مانی گئی بعد میں لوگوں نے اس کے لئے تین مانا جب لوگوں نے عجلت کردی کیا مطلب؟ .... جو عورت غیر مدخولہ ہے اس کو طلاق دی .... طلاق، طلاق، طلاق .... پہلی طلاق پڑتے ہی وہ بائنہ ہوگئی اور ایسی عورت کی عدت بھی نہیں ہے کہ دوسری پڑسکے تو دوسرا لفظ طلاق بیکار گیا، تیسرا لفظ طلاق بھی بیکار گیا۔

لیکن اس کے بعد لوگوں نے عجلت پسندی کی کہ یوں نہیں کہیں گے طلاق، طلاق، طلاق بلکہ یوں کہیں گے تجھے تین طلاق، اب یہاں عجلت یہ ہوئی کہ تینوں کو ترتیب کے ساتھ نہیں کہا بلکہ تینوں ایک ہی نالی میں ڈال کر دماغ کے بہا دیئے، تین طلاق۔ تو اب یہ تین طلاق پڑے گی۔ یہ حضرت عمر کے زمانے میں لوگوں نے ایجاد کیا .... حضرت ابوبکر کے زمانے میں اور حضرت عمر کے ابتدائی دور میں اسی طرح ہوتا تھا کہ لوگ طلاق، طلاق، طلاق اس طرح دیتے تھے تو ایک ہی پڑتی تھی، جب کہ قرآن کا بھی یہی حکم ہے کہ ایک پڑے گی اس لئے کہ جو غیر مدخولہ ہے اس کا یہی حکم ہے .... جس کی عدت ہے اس کی طلاق میں گنتی بھی ہے، اور جس کی کوئی عدت نہیں اس کی طلاق میں گنتی نہیں ہے، اب کہتے ہیں کہ تین طلاقیں دینے سے تین نہیں پڑیں گی بلکہ ایک پڑے گی میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو، یزید بن رکانہ قریشی کی یہ حدیث دیکھو ....

(۱) ابوداؤد جلد اول ص ۲۹۹

امام ترمذی (۱) اور امام ابو داؤد (۲) نے مختلف طرق سے جمع کرنے کے بعد اس کی روایت کرتے ہوئے بیان کیا یزید ابن رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھی تو حضرت رسول پاک نے تینوں کو نافذ کر دیا، اور تمام صحابہ کا اس پر اجماع بھی ہے اور عبد اللہ ابن عباس، عبد اللہ ابن مسعود اور دوسرے بہت سے صحابہ کا یہی مذہب ہے سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ اگر تین طلاقیں ایک طہر میں دی گئیں ناجائز تو ہوا مگر پڑ گئیں جب پڑ گئیں تو واقع بھی ہو گئیں .... اب مجھے بتاؤ کہ ناجائز ہونے سے یہ چیز وجود میں نہیں آئے گی؟

مثال کے طور پر ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے نماز پڑھنے میں کھانا کھانا ناجائز ہے، نماز کے بیچ میں کھانا جائز نہ ہی پانی پینا جائز ہے لوگوں سے بات چیت کرنا بھی جائز نہیں، ناجائز ہے، حرام ہے، لیکن کوئی آدمی پانی پی لے، کھانا کھالے تو نماز اس کی ٹوٹے گی کہ نہیں؟........... تو یہ کہتے ہیں جناب والا کہ حرام کام کر لینے سے نماز پر کیا اثر پڑے گا؟ اس نے غلط کام کیا تو غلط کام اس کا ہوا اب اس کا اثر دوسری چیز پر نہیں پڑے گا یہ کوئی کہے تو غلط کہتا ہے یوں ہی تین طلاقیں اگر ایک ساتھ کسی نے دی تو یہ ناجائز کام ہوا مگر اس کا نکاح کیوں نہ ٹوٹے گا؟ ٹوٹنا چاہئے کیونکہ نکاح طلاق ہی سے ٹوٹتا ہے، نکاح اور طلاق میں تباین ہے دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں .... مگر ان لوگوں نے محض خواہشات نفس کی وجہ سے مستند اور صحیح حدیثوں پر بھی جرح کی جو کہ ثقہ راویوں سے مروی تھیں ایک کتاب تین طلاق کی موٹی کر کے لکھ دی اور بالکل اسی پر اڑ گئے کسی اور کی بات سن نہیں سکتے ایسے ایسے راویوں کو ضعیف کہا جو کہ بخاری اور مسلم میں موجود ہیں ان کو بھی ضعیف کہا صرف اس لئے میں کہ کسی صورت میں تین طلاقیں بلکہ تین سو تین طلاقیں بھی ایک ہی مانی

(۱) ترمذی جلد اول ص ۲۲۲ (۲) ابو داؤد جلد اول ص ۳۰۰

جائے یہی انکا منشا ہے اور اس کے لئے جتنی حدیثوں کا انکار کرنا پڑے کریں گے .... اصل میں معاملہ یہ ہے کہ ہندوستانی گورمنٹ انگریزوں کی طرح مسلمانوں میں یہ جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتی رہی ہے کہ مسلمانوں کی بیویوں پر طلاق دینے سے طلاق نہیں پڑے گی تاکہ عورتوں کا نفقہ عدت کے بعد بھی جاری رہے اسی لئے مسلم پرسنل لاء میں مداخلت کی گئی، جب اس وقت ناکامی ہوئی تو پھر گورنمنٹ نے نام نہاد مسلمانوں لمبی داڑھی والے کچھ لوگوں کو خریدا اور یہ مسئلہ اٹھایا اور کہا کہ تم لوگ کتابیں لکھو، مضامین شائع کرو کہ تین طلاق دینے سے تین نہیں پڑتی، تین دینے سے ایک ہی پڑتی ہے میں نے کہا تین طلاق دینے سے کیوں ایک پڑے گی؟ کہا کہ تین طلاق ایک ساتھ دینا چونکہ ناجائز ہے اس لئے ایک پڑے گی میں نے کہا پھر تینوں ہی ناجائز ہونا چاہئے؟ یہ کہاں سے نکلا کہ ایک اس میں سے جائز ہو گئی اور دو ناجائز ہو گئی یہ کہاں سے نکلا؟ تین طلاق ایک ساتھ میں دینا ناجائز، تو تینوں کی تینوں ناجائز اس کو ایک بھی نہ پڑے گی، تو گورنمنٹ نے کہا کہ چلو یار تھوڑا بہت کچھ بھی تو لائن پر آگئے ہیں اتنے ہی مسئلے پر ان سے کتابیں لکھوا، بڑی بڑی رقم لی ہے ان غنڈوں نے اس کام کے لئے کہ دین میں تحریف کرنے کا راستہ کیسے نکالیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

اب آخر میں ایک بات میں عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے یہاں ایک طے شدہ منصوبہ ہے جس حدیث کو یہ لوگ پسند کر لیتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں۔ اگرچہ اس سے زیادہ قوی، اس سے زیادہ ٹھوس اس سے زیادہ تواتر کی حدیث مل جائے مگر اس کو نہیں مانتے ہیں اپنے مطلب اور مزاج کے مطابق جو حدیث پاتے ہیں بس اسی پر عمل کرتے ہیں شریعت پر طبیعت کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایمانی تقاضوں پر نفسانی خواہشات کو اختیار کرتے ہیں۔

بہر حال! اسی پہ یہ لوگ چلتے ہیں، یہ ہے ان کا مذہب جس کی بہت سی مثالیں ان کی کتابوں میں ملتی ہیں .... کہ انہوں نے بالکل واضح حدیثوں میں کھلی ہوئی تحریفیں کیں العیاذ باللہ۔ رفع یدین کا بھی مسئلہ اسی طریقے کا ہے، آمین بالجہر کا مسئلہ بھی اسی طرح کا ہے.......... مگر یہ رہیں گے اہل حدیث، حدیث سمجھتے نہیں ہیں، اور پڑھ بھی نہیں پاتے یہ ہے حالت حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے پرانے شاگردوں میں حضرت مولانا عتیق الرحمان صاحب علیہ الرحمہ تلشی پور گونڈہ کے رہنے والے تھے ان کے گرد و نواح میں بہت سے اہل حدیث رہتے تھے اور آئے دن ان لوگوں سے ان کی چلتی رہتی تھی.......... ایک روز میلاد کرنے کے لئے حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمان صاحب علیہ الرحمہ جھنڈا نگر نیپال کی طرف جانے لگے راستے میں کھلیان تھا، گیہوں کا کھلیان لگا تھا، اسی کی آڑ میں ایک آدمی کھڑا ہوا کچھ کر رہا تھا ایسے یہاں سینے پہ ہاتھ باندھے ہوئے اور یوں یوں جھوم رہا تھا خوب جھوم رہا تھا، انہوں نے کہا یا اللہ یہ کیا کر رہا ہے؟ کیا کوئی تپسیا کر رہا ہے؟ دیکھتے رہے کیا دیکھا کہ اس کے بعد جھک گیا اور جھکا بھی ایسے جیسے معلوم ہو رہا ہے کہ کسی بھیڑ کو خواہش ہو گئی اور خوب اس طرح سے یہ جھوم رہا ہے پھر سجدے میں گیا تو اپنی دم ہلا رہا ہے عجیب ہیئت ہے اس کی .... یہ کھڑے رہے کہ آخر کر کیا رہا ہے؟ بعد میں اس نے سلام پھیرا اور السلام علیکم و علیکم کیا، مولانا قریب گئے فرمایا کیا کر رہے تھے تم؟ کہا نماز پڑھ رہا تھا ہاں! ابھی یہ نماز پڑھ رہا تھا یا کوئی ڈانس کر رہا تھا؟ یہ ہلکر نماز پڑھ رہا تھا یا دسکو ڈانس چلا رہا تھا؟ اس نے کہا ارے صاحب! ایسی بات مت بولئے یہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہلکے نماز پڑھتے

تھے، مولانا نے کہا کیسی بات کر رہا ہے؟ میں نے حدیث کی بہت سی کتابیں پڑھیں مگر یہ کہیں نہیں دیکھا۔ کہا ارے صاحب! بخاری میں ہے مفتی صاحب نے کہا ارے! بخاری شریف میں نے کتنی مرتبہ پڑھائی پڑھی مگر مجھے یہ حدیث نہیں ملی؟ اس نے کہا میرے پاس کتاب ہے..........
کون سی کتاب؟ کہا کہ "بلوغ المرام" اس میں بخاری کے حوالے سے یہ حدیث ہے کہے لاؤ میں بھی تو دیکھوں لانے تو گئے جلدی سے دوڑ کے گھر، گھر لے کے آئے ایک اتنی چھوٹی پتلی سی کتاب جس کا نام تھا "بلوغ المرام" اس کتاب میں ایک کالم میں عربی عبارت تھی، ایک کالم میں اردو ترجمہ تھا پرانے زمانے کی رائٹنگ تھی لکھا ہوا تھا "عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ مِنْ اَخَفِّ النَّاسِ صَلَاۃً فِیْ تَمَامٍ" (۱) کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ ہلکی مختصر نماز پڑھا کرتے تھے مگر مکمل پڑھا کرتے تھے.......... اردو ترجمہ لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ ہلکی نماز پڑھتے تھے، پوچھا کہاں لکھا ہے؟ کہا یہ کیا لکھا ہے؟ مفتی صاحب نے کہا کہ ابے بیوقوف! ہلکے نہیں ہے ہلکی ہے.......... ہلکی پڑھتے تھے اور تو کہتا ہے ہلکے پڑھتے تھے..........
اب یہ دیکھئے کتنے بڑے بڑے اہل حدیث ہیں جو کہ ترجمہ بھی نہیں پڑھ پاتے تو حدیث کیا پڑھ پائیں گے۔ ع

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملّا
کار طفلاں تمام خواہد شد

یہ اہل حدیثوں کا گروپ حقیقت میں اچکوں کا گروپ ہے۔

(۱) مسلم جلد اول ص ۱۸۸

اسی وجہ سے ایک مرتبہ میں نے چیلنج کیا تھا بمبئی کے کالاپانی میں آج سے تیرہ یا چودہ سال پہلے ۱۹۸۱ء میں وہاں کالاپانی کے قیدیوں نے ہنگامہ کر دیا، اب وہ رفع یدین اور آمین بالجہر چلا رہے ہیں یہ کام کرو اور وہ کرو، یہ کرو، اس پر ہنگامہ کرنے لگے تو وہاں کے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ اتفاق سے آگئے ہیں ذرا سا ان کی خبر گیری کی ضرورت ہے کر دیجئے میں نے کہا ٹھیک ہے خبر گیری کے لئے میں تیار ہوں جلسہ رکھو اور خوب زور دار اعلان کرو.......... خوب مجمع ہوا ہم نے کہا آج کالاپانی والوں کو سزا دینے آیا ہوں جس کو کالاپانی کی سزا ملتی ہے وہی یہاں آئے، اس لئے اب یہ کالاپانی والے سنیں تو میں انہیں اچھی طرح سے سنایا.......... میں نے کہا کہ حدیث تو سمجھ نہیں پاتے ترجمہ تو سمجھ نہیں پاتے کہ کیسے پڑھیں، اور اس پر یہ حال؟ میں تمام اہل حدیث لوگوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ ایک رکعت نماز، حدیث کے مطابق اس طرح پڑھ کر دکھا دیں کہ کسی حدیث کے خلاف نہ ہونے پائے، اگر کسی حدیث کے خلاف ہوا تو تم اہل حدیث نہیں ہوئے، ایک بھی حدیث کے خلاف نہ ہو تب تو تم اہل حدیث ہو۔ حدیث پر عامل ہو مگر شرط یہی ہے کہ کسی حدیث کے خلاف نہ ہو.......... پڑھو! میں نے کہا چیلنج ہے تمہارے لئے اگر ماں، باپ کو پہچاننے میں خطانہ کی ہو تو آجاؤ، اور میرے سامنے کھڑا ہو کر ایک رکعت نماز پڑھ دو تھوڑی تشریح کر دوں میں نے کہا کہ نماز شروع کرو گے تو ہاتھ اٹھاؤ گے، ابھی رکوع کی بات نہیں کر رہا ہوں اس میں تو بہت دور سے مسئلہ چلے گا، میں نے کہا کہ چلو نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ، اگر ہاتھ کان کی لو تک اٹھایا تو شانے تک اٹھانے والی حدیث کے خلاف کیوں کیا؟ حدیث پر عمل کر رہے ہو کہ حدیث کی خلاف ورزی؟ اور اگر شانے تک ہاتھ اٹھایا تو صحیح حدیث میں ہے کہ رسول پاک نے کان کی لو تک ہاتھ پہونچایا اتنا اونچا

ہاتھ اٹھایا، تو اس حدیث کو کیوں چھوڑے؟ تم کو دلیل لانی پڑے گی اور دلیل حدیث ہی سے لانی ہوگی حدیث سے باہر کی بات میں نہیں مانتا.......... پھر میں نے کہا اس کے بعد ہاتھ نیچے لا کر کہیں باندھو گے، اگر ناف کے نیچے باندھو گے تو میں پوچھوں گا کہ سینے پر کیوں نہیں باندھا؟ حدیث تو اس کی بھی تھی اور سینے پر باندھو گے تو میں کہوں گا ناف کے نیچے کیوں نہیں باندھا؟ حدیث اس کی بھی تو تھی ابو داؤد کی سنن میں یہ حدیث ہے سیدنا علی مرتضیٰ فرماتے ہیں "اِنَّ مِنَ السُّنَّۃِ وَضْعَ الْیَمِیْنِ عَلَی الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّۃِ"(۱) سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے باندھے اور تو ابن خزیمہ کے یہاں چلا گیا حالانکہ ابو داؤد کے برابر ان کا مرتبہ نہیں تو پھر ابو داؤد کی حدیث پر عمل کیوں نہیں کیا؟ حدیث کی کیوں مخالفت کی؟ بول! اب اس کے بعد جتنا کام کرو گے اس کے لئے حدیث لانا ہوگا اور بخاری والی حدیث اگر پڑھی تو مسلم سے اعتراض مسلم والی پڑھی تو بخاری سے اعتراض مختصر یہ کہ ایک رکعت نماز اس طرح پڑھ کر کوئی دکھا ہی نہیں سکتا کہ کسی حدیث کی مخالفت نہ ہو..........

اب اخیر میں ایک حدیث سنا کر بات ختم کرتا ہوں.......... مگر اس سے پہلے ایک بات سن لیں کہ شیطان کبھی نہیں چاہتا کہ آپ نماز پڑھیں، روزہ رکھیں، وہ کبھی نہیں چاہے گا کہ آپ کوئی نیکی کریں بدکاری سے دور رہیں، آپس میں صلح و اتفاق اور امن و شانتی سے رہیں، شیطان یہ سب چاہتا نہیں شیطان کسی عبادت گزار کی عبادت کو پسند نہیں کرتا کسی عالم دین کی نصیحت کو پسند نہیں کرتا کسی واعظ کی اچھی بات پسند نہیں کرتا تلاوت کرنے

(۱) نووی شرح مسلم ص ۱۷۳

والے کی تلاوت کو پسند نہیں کرتا جب کوئی آدمی اپنی بیوی کے پاس میل محبت سے رہے تو اسے تکلیف ہوتی ہے کہ کیسے ان دونوں کو لڑا کے طلاق دلواؤں یہ شیطان کا کام ہوتا ہے، کوئی اچھا کام اسے پسند نہیں، ہر اچھے کام پر اس کو تکلیف ہوتی ہے۔ کوئی تہجد پڑھے تو اسے خوب تکلیف، کوئی مدرسہ میں پڑھے تو اسے بہت تکلیف، مگر میرے آقا فرماتے ہیں۔ "فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ" (۱) ایک فقیہ شیطان کے اوپر ہزار عبادت گذاروں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے شیطان کو ایک ہزار عبادت گزاروں کی عبادت سے بھی تکلیف ہوتی ہے مگر ایک فقیہ سے اس کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے جب ایک فقیہ کی یہ شان ہے تو جو فقیہوں کا امام ہو جس کو خدا کی بارگاہ سے فقہ کی لازوال دولت ملی ہو اس کی شان کا کیا عالم ہوگا؟ سبحان اللہ! اسی سے امام الائمہ سراج الامۃ کاشف الغمۃ امام اعظم ابو حنیفہ کا مقام و منصب اچھی طرح واضح ہو رہا ہے دنیا ان کی مخالفت کرتی رہے ان کا پرچم اقبال صبح قیامت تک بلند ہوتا رہے گا میں انھیں باتوں کے ساتھ اپنی تقریر ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہم تمام لوگوں کو نیک عمل کی توفیق دے، آمین۔

وما علینا الا البلاغ

☆☆☆☆☆

---

(۱) مشکوۃ کتاب العلم ص ۳۴

بسم الله الرحمن الرحيم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْہَادِیْنَ الْمَہْدِیِّیْنَ وَعَلَیْنَا مَعَہُمْ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَہٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَہُوْا" (۱)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَاَکْمَلُ التَّسْلِیْمِ۔

ایک بار نہایت ہی ادب واحترام اور عقیدت ومحبت کے ساتھ بارگاہ رسالت میں درود وسلام کا نذرانہ عقیدت پیش کریں!

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد وبارک وسلم ....

رفیقان گرامی و عزیزان ملت اسلامیہ! میں آپ حضرات سے بہت سے خطابات کرچکا ہوں جس کی وجہ سے آپ حضرات ہمیشہ یہ محسوس کرتے ہوں گے کہ وہی تو بولیں گے جو پہلے بول چکے ہیں اس لئے جلدی سے اٹھنے کی کوشش کررہے ہیں بہر حال میرا علم محدود علم ہے میں بہت ہی پر شکوہ اور بسیط علم کا مدعی نہیں ہوں، البتہ جو باتیں عرض کروں اسے غور سے سماعت فرمائیں۔ دل میں جگہ دیں اور اسے مستقبل کے لئے مشعل راہ بنائیں، اب ایک مرتبہ پھر ذرا عشق ومحبت کی توانائیاں سمیٹ کر دل میں جمع

(۱) پارہ ۲۸، رکوع ۳

کیجئے اور زبان سے رسول پاک کی بارگاہ میں نذرانہ درود وسلام پیش کیجئے۔

اللھم صلی علی سیدنا و مولانا محمد وبارک وسلم صلاۃ و سلاما علیک یا رسول اللہ۔

رفیقان گرامی! اللہ تبارک وتعالی نے اپنے رسول کریم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اس دنیا میں اپنا نائب مطلق اور خلیفہ اعظم بناکر بھیجا یہ نہیں کہ جیسے بعض فتنہ گروں نے سمجھا کہ نبی اللہ کی طرف سے قاصد بن کر آئے کہ لوگوں تک اللہ کا پیغام پہونچادیں اور بس ان کی باتیں قابل عمل نہیں، نہ ان کا عمل قابل تقلید ہے نہ ان کے افعال و کردار اور حالات ہمارے لئے واجب الاتباع ہیں بلکہ واجب الاتباع صرف وہی قرآن ہے جو لے کر آئے۔ یہ بعض کم فہم لوگوں نے سمجھا اور یہ بد عقیدگی کی وجہ ہے کہ جس کی تخم ریزی بہت پہلے یہود و نصاری نے کی۔ ان باتوں کو کلمہ پڑھنے والا بولے یا کلمہ کا منکر کہے بات ایک ہی ہے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ رسول کریم سرور عالم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو چھوڑ کر نہ قرآن پر عمل ہو سکے گا اور نہ ہی بعثت رسول کا مقصد پورا ہو سکے گا رسول آئے کیوں؟ اللہ تعالی یہ ہدایت جس کے دل میں پیدا کرنا چاہتا تھا کیا اس کے دل میں ڈائریکٹ یہ ہدایت پیدا نہیں کر سکتا تھا؟ کیا اللہ اس بات کے اوپر قادر نہیں ہے؟ قادر ہے مگر رسولوں کی آمد اسی لئے ہے کہ وہ اللہ کی وحی کو لوگوں تک پہونچائیں اور جو کچھ کہیں وہ اللہ کی وحی اور اللہ کا حکم مانا جائے، قرآن حکیم میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ "وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْہَوٰی اِنْ ہُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" (۱) نبی انسانی خواہشات کی بنیاد پر کوئی گفتگو نہیں کرتے جو کچھ وہ فرماتے ہیں وہ اللہ کی وحی ہے گرچہ زبان نبی کی ہے مگر نبی کا فرمان در حقیقت فرمان رب العالمین ہے اگرچہ نبی یہ کہیں کہ میں یہ کہتا ہوں مگر "میں کہنا"

(۱) پارہ ۲۷، رکوع ۵

بھی اللہ ہی کا فرمان ہے .... یہ میں کیوں کہتا ہوں ؟ اس وجہ سے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی کو اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے اور نائب اگر اختیار نہ رکھے گا تو نیابت کس چیز کی کریگا ؟ نائب اسی لئے ہوتا ہے کہ جس کا وہ نائب ہے اس کے دیئے ہوئے اختیارات کو اپنے تصرف میں لائے اس کے اختیارات کے مطابق تصرف کرے، اگر کلکٹر کا نائب ہوگا تو کلکٹر کے اختیارات کے مطابق وہ عمل کرے گا اور اگر داروغہ کا نائب ہوگا تو داروغہ کی نیابت اسی طریقے پر کرے گا جو داروغہ کے اختیار میں ہو۔ اور اگر وزیر کا نائب ہوگا تو اسی طرح اس کی نیابت کرے گا جس طرح وزیر کیا کرتا ہے تو جب اللہ کے رسول اللہ کے نائب ہیں تو ضروری ہے کہ اللہ جس طرح احکام صادر فرماتا ہے اسی طرح کے احکام آپ بھی صادر فرمائیں رسول پاک سرور عالم ﷺ کے صادر شدہ احکام کی وہی حیثیت ہوگی جو خدا کے احکام کی ہوتی ہے اسی لئے تو اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا کہ رسول جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ اگر بات وہی ہوتی جو اختیارات رسول کے منکرین نے سمجھی ہے تو اللہ کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ رسول کے دیئے اور نہ دیئے کا کوئی اعتبار نہیں ہے اگر ہم دیں تو لینا اور ہم روکیں تو رکنا۔ رسول کے دیئے اور نہ دیئے کا کوئی اعتبار نہیں۔ بلکہ اس کے برخلاف قرآن میں اللہ تبارک وتعالی نے رسول پاک کے اختیار کا ذکر کر کے یہ بتادیا کہ وہ ہمارے نائب مطلق ہیں ان کا حکم ہمارا حکم ہے ان کا کہنا ہمارا کہنا ہے ان کا فرمان ہمارا فرمان ہے ان کی اطاعت ہماری اطاعت ہے ان کی نافرمانی ہماری نافرمانی ہے اسی لئے اللہ تبارک وتعالی نے یوں فرمایا "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (۱) یہ کہنا چاہئے تھا "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" "فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ" کیوں کہا ؟ اللہ کی کتاب کو ہماری زندگی کا نمونہ بنانا چاہئے تھا ؟

(۱) پارہ ۲۱ رکوع ۱۸

مگر یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شخصیت کو ہمارے لئے قرآن نے نمونہ عمل اس لئے قرار دیا کہ رب العلمین بتانا چاہتا ہے کہ وہ ہمارے نائب مطلق ہیں کوئی شخص اس وقت تک کتاب اللہ پر عامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ رسول اللہ کی اتباع اور پیروی نہ کرلے۔ اور یہ مضمون قرآن میں ایک دو جگہ نہیں پچیسوں جگہ موجود ہے کہ رسول کی اطاعت کی جائے اللہ تعالی نے تو یہاں تک فرمایا کہ "اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ" (۱) اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو! اللہ کی اطاعت کے بعد اگر رسول کی اطاعت بے معنی تھی تو بے معنی بات قرآن میں آئی کیوں ؟ اس لئے کہ جو قرآن کے ایک لفظ کو بھی بے معنی کہے وہ آدمی خود ہی بے معنی ہے۔

رفیقان گرامی ! بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، بلکہ اللہ نے اپنی اطاعت کو رسول کی اطاعت کے اندر سمودیا ہے اور فرمایا "مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" (۲) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے بے شک اللہ کی اطاعت کرلی، کیا معنی ہے ؟ یہ نہیں فرمایا کہ جس نے اللہ کی اطاعت کرلی تو وہ رسول کی بھی اطاعت کر چکا بلکہ یہ فرمایا کہ رسول کی اطاعت کی تب اللہ کی اطاعت کی اللہ کی اطاعت کا حق اس وقت تک ادا ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ رسول کی اطاعت نہ ہو تو اللہ تعالی نے اپنے محبوب کی اطاعت میں اپنی اطاعت کو مدغم فرمادیا...................

اب آیئے ! اللہ تعالی نے رسول کو بھیجا تو کیوں بھیجا ؟ مقصد بعثت کیا ہے ؟ تو سنو ! اللہ تعالی نے خود فرمایا "وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ" (۳) ہم جتنے بھی رسول بھیجے صرف اس لئے بھیجے کہ اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت کی

(۱) پارہ ۵ رکوع ۵ (۲) پارہ ۵ رکوع ۸ (۳) پارہ ۵ رکوع ۹

جائے اللہ کے حکم سے ان کی اتباع کی جائے ان کی پیروی کی جائے، انکی فرمانبرداری کی جائے مقصد بعثت کیا ہے؟ نبی کی اطاعت اس لئے رسول کو بھیجا۔ مطلب کیا ہوا؟ مطلب یہ ہوا کہ ہم نے انسانوں کو پیدا کیا اپنی عبادت کے لئے اور بندے میری عبادت کس طریقے پر کریں گے؟ میری عبادت کا حق کیسے ادا کریں گے؟ انسان پیدا کیا اپنی عبادت کے لئے اور رسول پیدا کیا اس لئے کہ ان کی اطاعت کی جائے تاکہ ہماری عبادت ہو جائے رسول کی پیروی ہماری عبادت ہے رسول کی اتباع ہماری عبادت ہے رسول کی اطاعت ہماری عبادت ہے اب میں یہ کہنا چاہتا ہوں اور بڑے اجمال کے ساتھ گفتگو کر رہا ہوں کہ کوئی شخص حدیث کے بغیر قرآن پر عمل کر کے بتا دے، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" (۱) اللہ نے تجارت خرید و فروخت کو حلال کیا اور ربوا یعنی سود کو حرام کیا اب مثلاً کاروبار کا ہے کے لئے آپ کرتے ہو؟ کیا اس لئے کرتے ہو کہ جیب میں جو پیسہ ہے یا تجوری میں جو پیسہ ہے سب کو لٹا دو؟ کیا اسی لئے کاروبار کرتے ہو؟ نہیں نہیں نفع کمانے کے لئے کاروبار کرتے ہو تو پھر وہی پیسہ کسی کو دے کر کے آپ نفع لو تو کیوں سود ہو جاتا ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے ربوا کو حرام کیا تو ربوا کتنی صورتوں میں پایا جاتا ہے؟ ربوا کس کس طریقے پر ہوتا ہے؟ کیونکہ ہر کاروبار نفع کے مقصد سے ہوتا ہے تو ربوا اگر نفع کے مقصد سے ہوا تو وہ بھی جائز ہونا چاہئے مگر قرآن فرماتا ہے ربوا حرام ہے تو ربوا کا معنی بتایئے جناب کہ کیا ہے؟ اور اس کا معنی متعین نہیں ہو سکتا جب تک کہ رسول پاک کی حدیث کا سہارا نہ لیا جائے۔ جب تک کہ سرکار کی حدیث نہ پڑھی جائے حضور کی حدیثوں سے معنی متعین ہوگا اسی طرح اللہ نے فرمایا "اٰتُوا الزَّكٰوةَ" (۲) زکوٰۃ

(۱) پ ۳، رکوع ۶ (۲) پ ۱، رکوع ۵، ۱۳

ادا کرو اب بتاؤ! کتنی زکوٰۃ ادا کریں؟ سال بھر میں جتنا مال کمایا کر چا سب دیدیں؟ آخر کتنی دیں؟ قرآن کے اوراق بغور پڑھتے کرو دیکھو کہیں نہیں ملے گا ایک ایک سطر پڑھ جاؤ ملے گا نہیں کتنے میں سے کتنا دینا ہے قرآن میں نہیں مل پائے گا کس کس مال پر زکوٰۃ ہے زیور، کپڑا، روپیہ، تجارت کا مال، گھر، جوتا، ٹوپی، شیروانی یہ سب مال ہیں کہ نہیں؟ مال کی زکوٰۃ دیں تو کون کون سے مال کی زکوٰۃ دیں؟ چاہے وہ ہمارے بیٹھنے کی کرسی ہو چاہے ہمارے سفر کرنے کی سائیکل ہو یا پاؤں میں پہننے کا جوتا یا موزہ ہو یا بدن میں پہننے کا کرتا اور بنڈی ہو کیا سب کی زکوٰۃ نکالا کریں؟ اب اس کو متعین کرو، بغیر حدیث کے یہ سارے کے سارے مسائل متعین نہ ہوسکے کہ کتنے میں کتنا دیں پورا مال، آدھا مال، چوتھائی مال، دسواں حصہ، بیسواں حصہ، تیسواں حصہ آخر کتنا دیں؟ قرآن میں کہیں نہیں ملے گا زکوٰۃ جیسے اہم فریضہ پر کوئی بھی عمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ رسول اللہ کا دامن اطاعت نہ پکڑ لے اور آگے بڑھو! اللہ نے فرمایا أَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (۱) نماز قائم کرو کیا ہے نماز؟ کیسے پڑھی جاتی ہے نماز؟ پورب منہ کر کے، دکھن منہ کر کے یا بالکل لیٹ کر یا کھڑے ہو کر، رکوع پہلے کہ سجدہ، قیام پہلے کہ جناب قعدہ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے قرآن مجید میں از اول تا آخر آپ تلاش کر ڈالیں کہیں نہیں مل پائے گا؟ جب تک کہ تم رسول پاک کی اطاعت نہ کرو، اسی لئے میرے آقا نے فرمایا اللہ نے حکم دیا أَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ نماز قائم کرو، کیسے قائم کروگے فرماتے ہیں "صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ" (۲) اسی طرح نماز قائم کرو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اب نبی کی نماز دیکھ کر ہم پڑھیں تب نماز ہے اور اگر اس سے غافل ہو کر کے پڑھیں تو جناب پیاز ہے کچھ نہیں ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ

(۱) پ ۱، رکوع ۵، ۱۳ (۲) بخاری اول ص ۸۸

تعالی علیہ وسلم کی حدیث کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں قرآن مجید میں اللہ تعالی نے فرمایا "لَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا" (۱) منافقوں میں سے کوئی مر جائے تو اس کی نماز جنازہ مت پڑھو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھو، منافقوں کی نماز جنازہ مت پڑھو مگر عجیب زمانہ آگیا کہ کتنے مسلمان منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے چلے جاتے ہیں اور قرآن کے حکم کی پرواہ نہیں کرتے صرف اپنے تعلقات دیکھتے ہیں یا فائدہ دیکھتے ہیں کہ پانچ پیسہ ملنے والا ہے چلو نماز پڑھ لو آج نہیں ملے گا تو کل ملے گا۔ ارے باپ بھی اگر منافق ہو تو معاذ اللہ اس کی بھی نماز جنازہ نہ پڑھو.......... نماز جنازہ پڑھیں کیسے اب ہمیں یہ سمجھ میں نہیں آتا قرآن میں دیکھا اس میں ادھر ادھر دیکھا اور تلاش کیا کہ نماز جنازہ کیسے پڑھیں؟ جیسے پنجگانہ نماز پڑھتے ہیں ویسے ہی پڑھیں؟ کہ مسجد میں جنازہ سامنے رکھ دیا۔ خوب بلند آواز سے آذان پکاری پھر نیت باندھ کر قرأت کی امام صاحب نے پھر اللہ اکبر کہہ کر کے رکوع کیا پھر سجدہ کیا اس طرح دو رکعت چار رکعت پڑھ کر سلام پھیرا۔ کیا ایسے ہی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ یا کسی اور طریقے سے؟ کہاں سے آپ بتائیں گے؟ قرآن سے نکالو کہ کیسے نماز جنازہ پڑھی جائے تلاش بسیار کے باوجود آپ کو قرآن میں نہ ملے گا اور حدیث کا سہارا لینا پڑے گا یونہی اللہ تعالی نے فرمایا "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ" (۲) اے ایمان والو جمعہ کے دن جب اذان پکاری جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو، اور کاروبار بند کر دو، میں پورا قرآن تلاش کرنے لگا جمعہ کی اذان پکاری جائے تو کس طرح پکاری جائے وہ اذان؟ قرآن میں کہاں ہے وہ اذان؟ تلاش کرتے رہے کہ جمعہ کے دن جس اذان کے

(۱) پارہ ۱۰ رکوع ۱۷ (۲) پارہ ۲۸ رکوع ۱۲

پکارنے پر کاروبار بند ہو جاتا ہے اور مسجد کی طرف دوڑنے کا حکم لازم ہو جاتا ہے وہ کہاں ہے اذان؟ مگر ملی نہیں یہ حافظ ہیں اگر آدھی اذان بھی کہیں قرآن میں ہو تو ذرا سنا دیں جناب! قرآن میں آدھی اذان بھی نہ ملے گی جسے آپ سنا سکتے ہوں اچھا بھائی اگر قرآن میں کہیں اذان ہو تو اس میں سے پوری سنا دیجئے کیا سنا سکتے ہیں؟ کہاں قرآن میں حی علی الصلوۃ ہے کہاں حی علی الفلاح ہے؟ نہیں بتا سکتے اس لئے کہ کہیں قرآن میں یہ اذان ہے ہی نہیں تو اب مجھے بتاؤ کہ کہاں سے ہم اذان سیکھیں کہاں سے اذان کے کلمات سیکھیں؟ ذرا سا آپ بتا دیں۔ اذان اور کلمات اذان بھی سوائے رسول اللہ کی حدیث کے کہیں اور نہیں مل سکتے۔ اذان کے کلمات، اذان کا طریقہ آپ کو رسول کی حدیث میں ملے گا اس لئے میں سمجھ رہا ہوں کہ قرآن کی دعوت بے معنی ہو جائے گی اگر بیچ سے نبی کے اسوۂ حسنہ کو الگ کر دیا جائے قرآن پر عمل ناممکن ہو جائے گا اگر حدیث رسول کو الگ کر دیا جائے، اس لئے اللہ نے فرمایا کہ ہم نے قرآن کو تمہارے اوپر اس لئے اتارا تاکہ تم بیان کیا کرو "وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ" (۱) قرآن کو آپ کی طرف اس لئے اتارا کہ آپ لوگوں پر بیان کریں واضح کریں تو اب سارے مسائل رسول نے واضح کیے تو یہ منکرین حدیث جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں یہ بالکل لبڑ دھوں دھوں مچانے والا یہودیوں کا دلال ایک فرقہ ہے اب تک تو اہل قرآن سنتے چلے آئے تھے مگر اب ایک دوسرا فتنہ پرور آگیا ہے جو اپنے آپ کو اہل قرآن کے بجائے اہل حدیث کہتا ہے یہ فرقہ حدیث کو مانتا ہے قرآن کو نہیں مانتا ہے ارے یہ کہاں سے بات آگئی؟ جناب جب ان سے کہو کہ تم قرآن کو نہیں مانتے تو کہیں گے یہ بالکل جھوٹی بات ہے ہم قرآن کو مانتے ہیں۔

(۱) پارہ ۱۴ رکوع ۱۲

مجھے یاد آتا ہے کہ ڈھاکہ کے نواب صاحب حضرت مولانا فاخر
الہ آبادی علیہ الرحمہ کے مرید تھے وہاں پر کچھ اہل حدیث لوگوں نے اپنی تخم
ریزی شروع کی تو ڈھاکہ کے نواب صاحب نے کہا کہ پیر صاحب آئیں گے تو
فیصلہ کریں گے حضرت مولانا فاخر الہ آبادی علیہ الرحمہ حنفی تھے جب وہاں
پہونچے تو ساری بات ان کو بتائی گئی انہوں نے کہا ٹھیک ہے چند علماء کو بلا
یا جائے اور دونوں طرف سے مناظرہ کرایا جائے تو نواب صاحب آپ کے
دربار میں مناظرہ ہوگا آپ بھی مناظرہ سماعت کریں گے مگر پہلے ایک چیز
طے ہو جانا ضروری ہے دونوں طرف کے عالم خفیہ طریقے پر ایک ایک
لسٹ بنا دیں کہ کون کون سی کتاب ان کے اوپر حجت ہوگی اگر اس کی عبارت
پڑھی جائے تو ان کو ماننا پڑے گا دونوں طرف سے لوگ ایک ایک لسٹ
بنالیں تو ایک لسٹ سنی عالموں کی طرف سے بنی اور ایک لسٹ اہل حدیث
لوگوں کی طرف سے بنی دونوں لسٹ نواب صاحب کو لپیٹ کر کے دیدی
گئی نواب صاحب نے لسٹ دکھائی مولانا فاخر کو نواب صاحب نے لسٹ
دکھائی مولانا فاخر صاحب نے کہا کہ نواب صاحب میری گذارش ہے کہ ان
اہل حدیث عالموں سے کہہ دیں کہ ہمارے کہنے سے ایک کتاب اس میں اور
بڑھا دیں صرف ایک کتاب نواب صاحب نے ان سے کہا ان لوگوں نے کہا
کہ ہرگز نہیں اس پر ایک کتاب بھی نہیں بڑھ سکتی مولانا فاخر صاحب نے کہا
کہ آخر حرج ہی کیا ہے آپ لوگوں نے بیس پچیس کتابوں کے نام لکھ کے دیئے
ہیں میں تو صرف ایک کتاب بڑھانے کو کہہ رہا ہوں اور کچھ نہیں انہوں نے
کہا نہیں صاحب ہرگز نہیں ایک بھی کتاب نہیں بڑھے گی نواب صاحب
نے بھی سمجھایا کہ بھائی آپ مولانا کے کہنے کو مان تو لو ان لوگوں نے کہا ہرگز

نہیں ہم اپنی لسٹ میں جتنی کتابیں لکھ چکے ہیں اس پر ایک کتاب بھی نہ بڑھے
گی اس کے علاوہ کسی کتاب کو ہم نہیں مانیں گے بس یہی کتابیں مانیں گے
بخاری، مسلم، نسائی، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ، موطا امام مالک، صحیح ابن
خزیمہ، بیہقی، دار قطنی وغیرہ وغیرہ اس طرح حدیث کی انیس بیس
کتابیں لکھ کر کے انہوں نے دیں ادھر سے بھی پچیس تیس کتابوں کا نام
گیا تھا نواب صاحب نے جب دیکھا کہ مولانا فاخر صاحب کا اصرار بڑھ رہا
ہے اور اہل حدیث لوگوں کا انکار اس سے بھی زیادہ بڑھ رہا ہے تو نواب
صاحب نے کہا کہ حضرت کون سی وہ کتاب ہے جس کے لئے آپ اتنا زیادہ
اصرار کر رہے ہیں ؟ مولانا فاخر صاحب نے کہا کہ نواب صاحب ! اس کو
جاننے کی ضرورت نہیں مان لیں گے تو میں بتادوں گا کہ یہ کون سی کتاب
ہے ؟ ان لوگوں نے کہا ہم نہیں مانیں گے کسی قیمت پر نہیں مانیں گے تو
مولانا فاخر صاحب نے کہا کہ ان کی لسٹ میں ایک ایسی کتاب نہیں ہے
جس کو میں نے اپنی لسٹ میں سب سے پہلے نمبر پر رکھا ہے جس کا نام
"القرآن الحکیم" ہے ان کی لسٹ میں یہ کتاب نہیں ہے یہ لوگ کہہ رہے
ہیں کہ ان کتابوں کے علاوہ ہم ایک کتاب بھی نہیں مانیں گے اب آپ
لوگ خود ہی سمجھ لیں کہ یہ لوگ قرآن کو مانتے ہیں یا نہیں ؟ تو اب نواب
صاحب کا پارہ چڑھ گیا اور کہا نکالو ان کم بختوں کو یہاں آنے کی کوئی ضرورت
نہیں یہ تو قرآن ہی کو نہیں مانتے کوئی ضرورت نہیں ہے کہ یہ ہمارے ملک
کے اندر آکر تصرف کریں بات سمجھ میں آگئی کہ انہوں نے اتباع ہویٰ کا نام
اہل حدیث رکھدیا ہے یہ لوگ حدیث پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر
خدا کی قسم یہ لوگ حدیث پر بھی عمل نہیں کرتے صرف چار پانچ مسائل یہ

ذکر کرتے ہیں حدیث پر عمل کرنے کا مگر مجھے بتاؤ اس کے بعد کیا حدیثیں نہیں ہیں؟ رکوع سے پہلے اور بعد میں ہاتھ جھاڑ لیا تو یہ عمل بالحدیث ہو گیا اور جناب امام کے پیچھے قرأت کر لی تو عمل بالحدیث ہو گیا اور پھر آپ نے زور سے آمین کہہ دیا اتنے زور سے کہ مسجد گونج گئی تو یہ عمل بالحدیث ہو گیا یہی چار پانچ مسئلے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں اس کے علاوہ کیا حدیث میں کوئی حکم نہیں ہے؟ ان مسائل میں کیوں نہیں حدیث بولتے ہو ان معاملات میں کیوں نہیں حدیث کو سند بناتے ہو اس لئے میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث پر عمل نہیں کرتے ہیں بلکہ حدیث پاک کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں صحیح حدیثوں میں ذکر ہے کہ رسول پاک آہستہ آمین کہتے صحابہ کرام آہستہ آمین کہتے ایک حدیث میں جس کے اوپر بہت کلام ہے یہ بھی ہے کہ آمین زور سے کہتے تھے صحابہ سے تو دونوں چیزیں منقول ہیں تو آپ ایک ہی حدیث پر عمل کیوں کروگے؟ دونوں حدیثوں پر عمل کر کے دکھا دیتے تب ہم مانتے کہ ہاں حدیث پر عمل کرتے ہو ہم تو کہیں گے کہ اگر ایک طرف تم اہل حدیث ہو تو دوسری طرف تارک الحدیث بھی ہو کہ حدیث کو تم ٹھکرا رہے ہو۔ اب کو میں بتاؤں کہ کیا حدیث پاک میں رسول پاک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ "إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ" (۱) اٹھایئے ابو داؤد شریف ابن ماجہ شریف یہ حدیث ہے کہ نہیں کہ رسول پاک نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا جسم زمین کے اوپر حرام کر دیا ہے وہ ان کے جسم پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتی ان کے جسم کو کھا نہیں سکتی۔ فرماتے ہیں کہ اللہ کے

---

(۱) ابو داؤد و ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۲۱

نبی زندہ ہیں "یرزق" اور قبروں میں رزق بھی پاتے ہیں مجھے بتاؤ کہ حدیث کیا کہہ رہی ہے؟ اللہ کے نبی زندہ ہیں کہ مردہ؟ بولئے؟ صاحب! اہل حدیث سے جا کر پوچھو کہ نبی کو زندہ مانتے ہو کہ مردہ؟ اگر حدیث پر عمل کرتے ہو تو زندہ ماننا چاہئے اور اگر مردہ مانتے ہو تو حدیث کے منکر ہوئے تو پھر اہل قرآن کی صف میں جانا چاہئے اہل حدیث کی صف میں گھسنا نہیں چاہئے یہ دہرا لبادہ اوڑھنے کا کیا معنی؟ کہ جب چاہا ڈاکوؤں کی طرح پولس کا لباس پہن لیا اور جب چاہا اتار کر ڈکیتی کرنے لگے۔

اور آپ آگے سنئے! رسول پاک سرور عالم ﷺ کی یہ حدیث بخاری شریف میں کئی جگہ ہے اور حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی ہے ارشاد فرماتے ہیں "إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي" (۱) میں بانٹتا ہوں اللہ دیتا ہے میں تقسیم کرتا ہوں اللہ دیتا ہے؟ اسی لئے تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے — دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

اللہ اکبر! کیا شان ہے اختیار مصطفےٰ کی، اور پھر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا

اب مجھے بتاؤ! کہ میرے آقا فرماتے ہیں میں بانٹتا ہوں اللہ دیتا ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی بالکل بے اختیار ہیں جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

بولئے جناب! یہ حدیث پر عمل ہے یا حدیث کی مخالفت؟ تو اب ان کو اہل حدیث کے گروپ میں سے نکل کر منکر حدیث کی جماعت میں

---

(۱) بخاری جلد اول ص ۱۶

جانا چاہئے میرے آقا سرور کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں بخاری شریف میں ایک جگہ سے زیادہ جگہوں پر یہ حدیث موجود ہے فرماتے ہیں "اُوْتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدَیَّ" (۱) میرے پاس زمین کے سارے خزانوں کی تمام کنجیاں لائی گئیں اور میری مٹھی میں رکھدی گئیں اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ تمہارے جیسے بشر ہیں۔ بولو! تمہارے جیسے بشر ہیں تو تمہاری مٹھی میں کتنی کنجی رہتی ہے؟ سائکل کی بھی کنجی نہیں رہتی ہوگی وہ بھی کبھی کبھی چوری سے لے لیتے ہوگے کسی کی جیب سے نکال لیتے ہوگے گھر کی الماری کی کنجی بھی تمہاری مٹھی میں نہیں رہتی ہے اور جب کھولنا ہوتا ہے تو بیوی سے مانگا کرتے ہو ذرا سوچو! کہ نبی کی مٹھی میں اللہ نے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں رکھدی ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ کچھ بھی نہیں وہ تو ہماری طرح بے بس ہیں ہمارے ان کے درمیان فرق کیا ہے؟ ہم چھٹکے بھیا وہ بڑکے بھیا! یعنی اتنا بھی فرق نہیں جو باپ بیٹے میں ہوتا ہے بلکہ چھٹکے بڑکے بھیا بتارہے ہیں۔ دیکھ رہے ہیں آپ کہ حدیث کے منکرین کی جماعت ہے جس نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اپنا نام اہل حدیث رکھ لیا ہے۔

رفیقان ملت! کوئی بھی چور اپنے کو چور نہیں کہتا ہے دوست بن کر آتا ہے اور جیب صاف کر دیتا ہے ڈاکو ڈکیتی کرنے کے لئے آئیگا تو وہ یہ نہیں کہے گا کہ صاحبو! ہم ڈاکو لوگ آگئے ہیں بلکہ پہلے محلے میں یہ اعلان کرے گا کہ پولس کا دستہ آیا ہوا ہے ایسے ہی یہ لوگ بھی ہیں بڑے بھولے بھالے نیک شریف بن کر آتے ہیں آپ یاد رکھو گمراہ فرقے اچھے اچھے ناموں سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں کوئی بھی بد مذہب جماعت آج تک ایسی نہیں گذری جس نے اپنے آپ کو اخوان الشیاطین کہا ہو کہ یہ شیطانوں کے بھائیوں کی جماعت

(۱) بخاری جلد اول ص ۵۸۵، مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۲

ہے کوئی جماعت ایسا نام نہیں رکھتی بلکہ بہت خوبصورت پسندیدہ نام رکھ کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں کسی نے اپنا نام اہل القرآن رکھا، کسی نے اپنا نام اہل الحدیث رکھا کسی نے اپنا نام جماعت اسلامی رکھا، شیطانی کام کرنے والے اپنا نام اسلامی رکھے ہوئے ہیں "حزب الشیاطین" "اخوان الشیاطین" شیطانی جماعت کسی نے اپنا نام نہیں رکھا۔ آر ایس ایس اور بی جے پی جس کا کام ہی ہے مسجد گراؤ مسلمانوں کا خاتمہ کرو اسلام کو نیست و نابود کرو، مگر وہ بھی کہتے ہیں ہم جناب پبلک سیوا کے لئے آئے ہیں۔ جنتا کا سیوا ہمارا فرض ہے مزدوروں کا غریبوں کا ہر دین مذہب والوں کا اگر کوئی نمائندہ جماعت ہے تو بی جے پی ہے یہی اعلان کرتے ہیں نا؟ وہ یہ نہیں بتاتے ہیں کہ ہماری جماعت میں الکشن کا منشور یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کا ہندوستان سے خاتمہ کر دیں گے یہاں کسی کلمہ گو کو نہیں رہنے دیں گے کسی مسجد کا منارہ باقی نہیں رہنے دیں گے اور ہر مسجد کی اذان ختم کر دیں گے آر ایس ایس اور بی جے پی والے یہ سب کچھ کبھی نہیں کہتے بلکہ مسلمانوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم آپ کو بہت فیسیلٹی دیں گے۔ مدرسے والوں سے کہا کہ صاحب الکشن میں آپ لوگ ہم کو جتوا دیجئے تو مکتب میں پڑھنے والے بچوں کا وظیفہ ڈبل کر دیں گے۔ ایک درجے سے لے کر پانچ درجے والوں تک کا ایک سو چوالیس روپے سالانہ وظیفہ ہم ڈبل کر دیں گے۔ اور جو تین سو پانچ کا ہے اس کو بھی ڈبل کر دیں گے مگر جب حکومت بن گئی تو ڈبل کرنے کے بجائے سنگل کرنے لگے سنگل سے بھی سنگل کرنے لگے یہاں تک کہ وظیفہ ہی صاف کر دیا تو کیا ہوتا ہے جب پاور مل جاتا ہے تو گڑبڑی ہونے لگتی ہے یہی حال تھا معتزلہ جماعت کا جو بہت پہلے گذری تھی اور انہیں کی اولاد ہیں آج کل کے وہابی دیوبندی یہ سب معتزلہ کی اولاد ہیں خارجیوں کی اولاد ہیں ان لوگوں کا نام کیا

تھا؟ ہم لوگ کہتے ہیں معتزلہ یعنی دین سے الگ تھلگ ہو گئے اور وہ لوگ اپنے کو کہتے تھے "اصحاب العدل والتوحید" ہاں اتنا خوبصورت نام عدل قائم کرنے والے توحید میں بڑے پکے اللہ اکبر نام کتنا خوبصورت ہے؟ مگر کام اتنا ہی زیادہ گھناؤنا ان کے عدل کا حال تو یہ تھا کہ "الامان والحفیظ" کیا میں ان کی تفصیل بتاؤں میں بتاؤں تو ایک لمبی گفتگو شروع ہو جائے مگر جو ابھی سامنے فتنہ ہے اس کو میں بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں تو ان لوگوں نے اپنا نام اہل حدیث رکھا یہ سوچ کر کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا جب ذکر آجائے گا تو مسلمان کی گردن جھک جائے گی محض دھوکہ دینے کے لئے یہ نام رکھا گیا مگر حدیث پر کہاں عمل کرتے ہیں یہ تو میاں جی نذیر حسین کے مقلد ہیں اور نواب صدیق حسن بھوپالی کے مقلد ہیں انھیں لوگوں کے یہ مقلد ہیں اہل حدیث کہاں ہیں اگر واقعی اہل حدیث ہوتے تو حدیث پر عمل کرتے حدیث میں میرے آقا سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں "اَنَـا اَوَّلُ مَنْ يُّقْـرَعُ بَابَ الْجَنَّـةِ" (۱) اے لوگوں سن لو سب سے پہلے جنت کا دروازہ میں کھولوں گا یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی نہ دنیا میں کسی کو فائدہ پہونچا سکتے ہیں نہ آخرت میں، کچھ نہیں، کوئی فائدہ نہیں پہونچا سکتے مگر میرے آقا کہتے ہیں جنت کا پھاٹک میں کھولوں گا اور میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں سب سے پہلے جس کو پل صراط پار کرا کے جنت میں داخل کروں گا وہ میری امت ہوگی۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی کو کوئی اختیار نہیں اگر اختیار تھا تو حسین کو کربلا میں کیوں نہیں بچا لیا اگر اختیار تھا تو احد کے میدان میں اپنے دانت شہید ہونے سے کیوں نہیں بچا سکے؟ اس قسم کی بکواس کرتے ہیں میں کہتا ہوں کہ آپ نے کہا کیوں نہ بچا سکے؟ تو کیا یہ حدیث میں ہے؟ بولئے یا صرف اپنے من سے کہہ رہے ہو؟

(۱) مسلم جلد اول ص ۱۱۲

یہ تو حدیث میں ہے کہ حضور کے دندان مبارک شہید ہوئے مگر کیا یہ بھی حدیث میں ہے کہ اگر میرا اختیار ہوتا تو دانت بچا لیتا یہ حدیث میں ہے؟ جب نہیں ہے تو اپنے من سے گڑھ گڑھ کے کیوں بیان کرتے ہو؟ پھر اس کو حدیث کی بات کہتے ہو سنو! نبی کے دو جلوے ہوتے ہیں ایک جلوہ، جلوۂ رسالت ہے اور ایک جلوہ جلوۂ بندگی اور عبدیت ہے۔ نبی جب اپنی بندگی ظاہر کرنے پر آئے تو یہ بندگی ظاہر کی کہ دندان مبارک شہید ہو گیا آپ لہو لہان ہو گئے مگر میرے آقا نے اف تک نہ کیا۔ اور ایک وہابڑے کو اگر مچھر کاٹ لے تو سات پشت مچھر کی ماں بہن کر ڈالے سمجھ گئے آپ؟ مگر میرے آقا سرور کائنات کے دندان مبارک شہید ہو گئے تو میرے آقا فرماتے ہیں "كَيْفَ يَفْلَحُ قَوْمٌ شَجُّوْا نَبِيَّهُمْ" (۱) ہائے افسوس یہ قوم کیسے ہدایت پائے گی جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا۔ اے اللہ ان کو ہدایت دیدے وہ اب تک مجھے پہچان نہیں پائے ہیں۔ سوچو یہ نبی کا جلوۂ عبدیت بھی ہے اور مقام رسالت بھی کہ اپنی امت کی گمراہی پر انھیں افسوس ہو رہا ہے بولئے اس میں نبی کا ایک جلوہ نظر آرہا ہے کہ نہیں؟ صبر و تحمل استقامت اور تبلیغ و اشاعت میں ان کی پامردی کس شان کی ہے یہ سب دیکھا کہ نہیں ہاں یہ ہے جلوۂ عبدیت اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے سامنے نبی کا ایک دوسرا رخ بھی پیش کر دیا "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (۲) نبی کی شخصیت کا ایک رخ یہ دیکھو کہ ان کی شخصیت تم سب کے لئے بہترین نمونہ عمل ہے اگر تم آخرت چاہتے ہو تو نبی کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ عمل بناؤ۔

تو اب میدان جہاد میں نبی پاک اگر زخمی نہ ہوتے تو زخمی ہونے والے سپاہیوں کو کہاں سے زخم لگنے کے وقت صبر و استقامت سے کام لینے

(۱) بخاری شریف جلد ثانی ص ۶۸۲ (۲) پارہ ۲۱، رکوع ۱۸

کی کوئی نظیر ملتی ؟ اس لئے میدان جنگ میں جب نبی زخمی ہو گئے تو سپاہیوں
کو ایک سنت مل گئی کہ پامردی اور جوانمردی کا اس وقت بھی مظاہرہ کرو جب
تم میدان جہاد میں زخمی ہوتے ہو اب آیئے اس موقع پر .... ایک
بات میں پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالی اپنے نبی سے محبت کرتا ہے کہ نہیں ؟
رسول گرامی وقار اللہ کے محبوب ہیں یا نہیں ؟ بولئے صاحب ! ہاں ہاں ! ان
سے بھی پوچھو تو بولیں گے ہاں، وہ یہ کبھی نہیں کہیں گے کہ نہیں ہیں ہاں وہ
بھی کہیں گے اہل حدیث سے پوچھو کہے گا ہاں اللہ کے محبوب ہیں۔ میں
کہتا ہوں کہ نبی کا کوئی پاور نہیں تھا مگر جب زخم لگ رہا تھا تو اللہ نے اپنے
محبوب کو کیوں نہیں بچایا ؟ کیا مان لوگے کہ اللہ کو بھی کوئی پاور نہیں ہے ؟ اگر
اللہ کو پاور ہوتا تو اس نے اپنے محبوب کو بچا لیا ہوتا یہ کہدو گے ؟ ہرگز نہیں
اس لئے مانو ! نبی پاک نے اگر امام حسین کے لئے دعا کی ہے کہ اے اللہ حسین
کو صبر واستقامت دے اے اللہ حسین کے پاؤں کو لغزش سے بچا۔ اے اللہ
حسین پر جب مصیبتیں آئیں تو ان کو پامردی دے۔ یہ دعا کی تو کیا ان دعاؤں
سے نہیں سمجھ میں آرہا ہے کہ رسول اپنے نواسے کو بچانا نہیں چاہتے ہیں بلکہ
اسلام کے نام پر کٹانا چاہتے ہیں اسی لئے تو صبر واستقامت کی دعا فرما رہے
ہیں اور پھر یہ بھی دیکھو کہ اگر امام حسین اپنے آپ کو اور اپنے سارے اہل خیمہ
کو بچا کے لے آتے تو آج امام حسین کا اتنا اونچا نام نہ ہوتا جتنا آج ہے اس لئے
میرے آقا نے چاہا کہ میں تو اپنے صحابہ کی قربانیاں دین کے لئے لیتا رہا ہوں۔
چاہتا ہوں کہ دین کے لئے اپنے گھر کی بھی ایک ایسی قربانی پیش کر دوں کہ
رہتی دنیا تک نظیر بن جائے بے مثال قربانی آفات وبلیات میں قربانی بھوک
اور پیاس کے عالم میں قربانی، دھوپ اور تپش کی سختیوں میں قربانی خاک
وخون کے عالم میں قربانی ایسی قربانی جس کی تاریخ میں نہ کوئی نظیر ملے نہ کوئی
مثال اور پھر تمہیں امام حسین کا پاور نظر نہیں آیا ؟ نانا جان کے اختیارات کا

اندازہ لگانے سے پہلے نواسے کے اختیارات کی ایک جھلک دیکھو۔ کربلا کی
تاریخ دیکھو امام حسین سے کسی نے کہا اے حسین ! تم نے اپنے خیمے کے گرد
جہنم کی آگ سے پہلے ہی آگ لگائی ہے ؟ امام حسین کو آگیا جلال فرماتے
ہیں اے اللہ اس کو آگ کا عذاب دے گھوڑے پر وہ آدمی سوار تھا فوراً اس کا
گھوڑا بدک گیا وہ شخص اپنے گھوڑے سے گرا اور اس کا پاؤں گھوڑے کی رکاب
میں پھنس گیا گھوڑا اس کو لے کر ادھر ادھر دوڑ تا رہا اور پھر اس کو اسی خندق
میں گرا دیا جس میں امام حسین کی آگ جل رہی تھی آناً فاناً جل کر کباب ہو گیا۔
بولئے صاحب ! عبرت کی آنکھیں کھولئے اور دیکھئے امام حسین کی زبان میں کچھ
اثر نظر آرہا ہے کہ نہیں ؟ ان کے ہاتھ میں کچھ پاور اور اختیار نظر آرہا ہے کہ
نہیں ؟ ایک دوسرا بد خو آیا اور کہنے لگا حسین ! تم نے یزید کی مخالفت کی ہے
یزید کی بیعت سے انکار کیا ہے دیکھو یہ نہر فرات کا پانی کس طرح موجیں مار
رہا ہے اس کا پانی چرند و پرند پی رہے ہیں کیڑے مکوڑے اس سے سیراب ہو
رہے ہیں مگر تم کتنے بد نصیب ہو کہ ایک قطرے کے لئے ترس رہے ہو یزید
کی طرف ہوتے تو تمہیں بھی اللہ کا پیدا کیا ہوا پانی ملتا۔ امام حسین نے نظر
آسمان کی طرف اٹھائی اور عرض کی اے اللہ اس کو پیاسا تڑپا تڑپا کر مار بس گھوڑا
اس کا بھاگنے لگا یہ اس کو پکڑنے کے لئے لپکا چند ہی قدم گیا تھا کہ پیاس سے
اس کے حلق میں کانٹے پڑ گئے چلّانے لگا چیخنے لگا "العطش العطش" ہائے
پیاس پانی پلاؤ پانی پلاؤ لوگ مشکیزہ میں پانی بھر کے لائے اس کے منہ میں
مشکیزہ کا منہ ملا دیا مگر پانی سب بہتا رہا ایک قطرہ پانی حلق کے نیچے نہ گیا اور اسی
پیاس سے تڑپ تڑپ کے مر گیا۔ امام حسین نے اپنی اس کرامت سے بتا دیا
کہ یزیدیو ! پانی پر پہرا تمہارا ہے حکومت ہماری ہے ہم نہیں پیتے ہیں تو یہ
ہماری استقامت ہے اور تم پی لیتے ہو تو یہ ہماری سخاوت ہے سمجھ رہے ہیں
یہ اختیارات دیکھ رہے ہیں اور آگے چلئے !

ایک یزیدی آیا کہنے لگا حسین! کیا تم بار بار اپنے حسب و نسب کو دہرا رہے ہو کہ میں رسول کا نواسہ ہوں رسول نے مجھے اپنا بیٹا کہا کاندھے پہ اٹھا دیا یہ کیا وہ کیا یہ سب بلا وجہ کہتے ہو تمہیں رسول سے کیا نسبت ؟! ایسی کھلی گندی بات اس نے کہی تو امام حسین کو ایک جلال آگیا کہ میرے نسب نامے پر اعتراض کرتا ہے اسی وقت اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ اسے ذلیل ورسوا کرکے مار! بس اس کے پیٹ میں مروڑ ہوتے لگا ٹٹی لگی میدان کے کنارے جا کر بیٹھ گیا اور اپنے پیٹ کی ساری گندی اس نے خارج کر دی اور پھر اتنے میں کسی طرف سے ایک بچھو آیا اور اس کے مقام خاص پر ایک بوسہ لے لیا بچھو کا ڈنک مارنا تھا کہ تڑپنے لگا اور اپنی اسی غلاظت میں لوٹنے پوٹنے لگا اور پھر اسی گندگی میں تڑپ تڑپ کر مر گیا ایسی ذلت کی موت ہوئی کہ کوئی اس کا جنازہ اٹھانے کو تیار نہیں کہ کون اپنا ہاتھ ناپاک کرے جس کے منہ میں نجاست سر میں نجاست پاؤں میں نجاست سراپا نجاست میں بالکل پینٹ ہو گیا نجاست میں پوری پینٹنگ ہو گئی اب بھی نہیں سمجھ میں بات آئی ؟ امام حسین کا پاور اب بھی نظر نہیں آیا ؟ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر امام حسین اس وقت یہ کہہ دیتے کہ اے اللہ ساڑھے بائیس ہزار کے اس لشکر کو تباہ کر دے تو لشکر تباہ ہو جاتا مگر امام حسین کا گلی گلی، شہر شہر، ڈگر ڈگر، نگر نگر جو ذکر جمیل ہو رہا ہے، ذکر شہادت ہو رہا ہے اور جو سبیلیں لگائی جا رہی ہیں یہ سب نہ ہوتا تو یہ نبی کے اختیار کا انکار نہیں کر رہے ہیں بلکہ کڑھ رہے ہیں کہ ہمارے بابا کی سبیل کیوں نہیں چل رہی ہے حسین کی سبیل کیوں چل رہی ہے سمجھے یہ ہے ان کو کڑھن۔

تم نبی پاک کا اختیار کیا سمجھو گے اختیار مصطفےٰ اگر سمجھنا ہے تو آؤ صحابہ

کرام کی بارگاہ میں جو ہر وقت سرکار سے مدد مانگتے رہتے تھے ہر وقت سرکار سے استمداد اور استعانت کرتے رہتے تھے یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا "مَا أَدْرِي وَاللّٰهِ وَأَنَا رَسُولُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِي" (۱) خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں پھر بھی مجھے پتہ نہیں کہ میرا انجام کیا ہوگا بس اتنا ہی ان کو یاد رہا جس سے اپنا مطلب پورا ہو جائے اور دوسری تمام حدیثیں گول۔ اور خود بخاری شریف میں اس روایت کے اوپر جتنی جرح کی گئی ہے الٹ پلٹ کر کے راویوں کا جو ذکر کیا گیا ہے اور وہم کے جو اشارات کئے گئے ہیں وہ سب کہاں گئے ؟ اہلحدیث بننے والے لوگ کیوں نہیں سوچتے کہ وہاں پر امام بخاری نے ثابت کیا ہے کہ وہ "ما یفعل بہ" ہے کہ میں عقل کے حساب سے نہیں جانتا مجھے قیاس سے یہ نہیں معلوم کہ اس کا انجام کیا ہوگا ؟ سرکار نے اپنے بارے میں نہیں کہا یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے تو اپنی بیٹی فاطمہ کے بارے میں فرمایا "لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا" (۲) آخرت میں تیری کوئی مدد نہ کر پاؤں گا تو جب اپنی بیٹی کی مدد نہیں کر سکتے تو دوسروں کی کیا مدد کریں گے ؟

مسلمانو ان سے ہوشیار رہو یہ بہت جھوٹے ہیں اس حدیث کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں جو یہ بیان کر رہے ہیں بلکہ وعظ و تبلیغ کے موقع پر میرے آقا نے فرمایا اے فاطمہ اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اللہ پر ایمان لاؤ ورنہ اللہ کے حکم کے مقابلے میں میں تیری کوئی مدد نہیں کروں گا کیا مطلب ؟ مطلب یہ ہے کہ بیٹی فاطمہ اگر تو ایمان نہیں لائے گی تو اللہ کا حکم جہنم میں جانے کا ہوگا تو اس وقت میں تجھے نہیں بچاؤں گا اللہ کے حکم سے میں مقابلہ نہیں کروں گا یہ میرے آقا نے فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ بیٹی تو مسلمان بھی ہو جائے گی تب بھی میں تیرا کچھ نہیں کر پاؤں گا بابا کیوں نہیں کر پاؤں گا آقا فرماتے ہیں "فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ" (۳)

(۱) بخاری جلد اول ص ۵۵۹ (۲) مشکوۃ باب الانذار والتحذیر ص ۴۶۰ (۳) بخاری جلد اول ص ۵۳۲

میری بیٹی فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔ بولو! نبی نے ہی تو سرداری دی ہے کہ اہل حدیث لوگوں نے دی ہے اپنی بیٹی کو سرداری انھوں نے دی جو پوری کائنات کے سردار ہیں اگر ان منحوسوں کے ہاتھ میں سرداری آجائے یا کچھ پاور آجائے تو خدا کی قسم یہ لوگ خدا کے انبیاء کو چیلنج کر ڈالیں گے خدا کے حضور اس کی توہین کرنے سے دریغ نہ کریں گے مقابلے کے لئے آگے کھڑے ہو جائیں گے یہ لوگ حدیث پر عمل کرنے کے دعوی بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جناب کسی کو ایصال ثواب نہ کرو ہر آدمی کو خود اس کے عمل کا ثواب ملے گا جو آدمی عمل کرے گا اسی کو اس کا اجر ملے گا میں نے ایک ختم قرآن پڑھا تو مجھے ثواب ملے گا اب اپنے باپ کو پہونچاؤں تو کیسے پہونچے گا میں نے کہا تم لوگ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہو تو اب بتلاؤ کہ حدیث میں کہاں لکھا ہے کہ اگر کوئی میت کو ثواب پہنچائے تو نہیں پہونچے گا تم لوگوں نے کہہ تو دیا مگر حدیث میں یہ کہاں فرمایا رسول پاک نے کہ تم کسی کو ثواب مت پہنچاؤ پہونچاؤ گے تو پہونچے گا نہیں میرا دعوی ہے کہ تم قیامت تک نہیں دکھا سکتے مگر میں تمہیں کئی حدیثیں دکھا دے رہا ہوں جس سے ایصال ثواب کا مسئلہ ثابت ہو جائے گا۔

ابو داؤد شریف اٹھایئے ! ایک مرتبہ حضور کی بارگاہ میں حضرت عمرو ابن عاص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ عاص جب مرنے لگا تو اس نے مجھے اور میرے بھائی کو وصیت کی کہ میں مر رہا ہوں جب مر جاؤں تو پچاس غلام تم اور پچاس غلام تم دونوں بھائی میرے نام پر آزاد کر دینا کہ مرنے کے بعد اگر کوئی تکلیف سامنے آئی تو یہ غلاموں کی آزادی میرے کام آجائے زندگی بھر وہ عاص نبی کی مخالفت کرتا رہا جنت و جہنم کا انکار کرتا رہا

۱؎ ابو داؤد شریف ص ۳۹۹

قیامت کی تردید کرتا رہا اور قبر کے سوال و جواب اور عذاب کا منکر رہا مگر جب موت قریب آئی تو بالکل فلمی ایک چنتائی والا حال ہو گیا۔ فلمی ایک چنتائی زندگی بھر کمیونسٹوں کی طرح ان باتوں کا انکار کرتا رہا کہ حشر و نشر کچھ نہیں مگر یہ اتنا بڑا مزاحیہ اور مزاح نگار فنکار تھا کہ ہر وقت ہر مجلس میں مذاق کرتے رہتا تھا ہر وقت مذاق میں رہتا مگر موت آنے کے تین روز پہلے سے چپ سادھ لی دوستوں نے کہا کہ آپ کیوں چپ رہنے لگے ہیں؟ بولتے کیوں نہیں؟ اس نے کہا یار زندگی بھر تو میں قبر و حشر اور جنت و دوزخ سب کا انکار کرتا رہا اب مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں مر جاؤں گا اور خدا نخواستہ مرنے کے بعد یہ سب چیزیں نکل آئیں تب کیا ہوگا؟ یہ سوچ رہا ہوں اب تک تو میں انکار کرتا رہا اب مرنے کے بعد یہ سب نکل آیا تب کیا ہوگا یہی سوچ رہا ہوں یہی حال عاص ابن وائل کا تھا امور آخرت کا انکار کرتا رہا مرنے کا وقت آیا تو عمرو ابن عاص اور ہشام ابن عاص کو بلا کر کے کہا تم لوگ پچاس پچاس غلام آزاد کر دینا مرنے کے بعد اگر کچھ نکل آیا تو یہ آزادی کام آئے گی سمجھ گئے؟ عمرو ابن عاص تو عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ میرے باپ نے مرتے وقت یہ وصیت کی تھی اور میرے بھائی نے پچاس غلام اپنے حصے کے آزاد کر دیئے اور میں مسلمان ہو چکا ہوں اگر آپ اجازت دیں تو میں آزاد کروں ورنہ میں آزاد نہ کروں گا یعنی اگرچہ معاملہ باپ کا ہے مگر نبی کے مقابلے میں باپ کی کیا حیثیت یا رسول اللہ آپ بتائیں کہ میں کیا کروں اب جواب جو ارشاد ہوا سنو! فرمایا میرے آقا نے لَوْكَانَ مُسْلِمًا فَاَعْتَقْتُمْ عَنْهُ اَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ اَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهُ ذَالِكَ (۱) سن لو اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو تم اس کی طرف سے جو غلام آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا حج کرتے اس کا ثواب اس کو پہنچتا اگر مسلمان ہوتا تو

(۱) ابو داؤد شریف ص ۳۹۹

غلام آزاد کرنے کا ثواب پہونچاتے تو پہونچتا نفع ہوتا مگر وہ کافر مرا تو کیا نفع پہونچے گا؟ اس سے پتہ چلا کہ کسی نیک عمل کا ثواب کافر کو پہنچانے سے نہیں پہنچتا۔ اور مسلمانوں کو پہونچانے سے پہونچتا ہے جو لوگ پہونچانا ناجائز کہتے ہیں ٹھیک ہی کہتے ہیں ان کے مردے ویسے ہی ہیں کہ پہونچانے سے پہونچے گا نہیں اور جن کو پہونچاتا ہے اور پہونچتا ہے وہ پہونچارہے ہیں ہمارے مردے کئے مردہ نہیں ہیں وہ نبی کے عشق میں وفات پانے والے لوگ ہیں ایمان کی سلامتی کے ساتھ جانے والے لوگ ہیں اس لئے ان کا ایصال ثواب کیوں نہ ہوگا؟ ان تک ثواب کیوں نہ پہونچے گا؟

ابوداؤد شریف پھر اٹھایئے حضرت سعد ابن عبادہ بارگاہ رسالت میں آ کے عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ میری ماں مر گئی ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کے نام پر کچھ صدقہ کر دوں کہ انکو فائدہ پہونچے حضور نے فرمایا (مدینے میں پانی کی کمی ہے) ایک کنواں اپنی ماں کی طرف سے کھودوا دو اس کا ثواب تیری ماں کو پہونچے گا ثواب انہوں نے ایک کنواں کھودوانے پر مزدور لگائے کنواں تیار ہو گیا تو آپ کنویں کے پاس آئے اور آ کر انگلی سے کنویں کی طرف اشارہ کیا اور کہا "هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ" (۱) یہ کنواں ام سعد کے ثواب کے لئے ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ثواب پہونچ سکتا ہے اور پہونچتا بھی ہے مگر مسلمان مردوں کو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ثواب پہونچانے کے وقت سامان جو ثواب پہونچانے کا ہے اس کو سامنے رکھو اشارہ کرو تو ٹھیک ہے اس میں کوئی حرج نہیں اب سوال یہ ہے کہ گھر میں بیٹھ کر کے بھی تو کہہ سکتے تھے مگر نہیں سامنے رکھ کر ثواب پہونچایا یہ کہتے ہیں کہ وہ سامنے رکھنے کا کہاں سے ثبوت لائے؟ ہم کہتے ہیں کیا صحابی کا یہ عمل ثبوت نہیں؟ مگر قصہ یہ ہے کہ ہم کچھ کہیں تو ثبوت؟ اور آپ کہیں تو مسلم الثبوت؟ آپ مجھے بتاؤ کہ حدیث پر عمل ہم

(۱) ابوداؤد شریف ص ۲۳۶ ومشکوٰۃ شریف ص ۱۶۹

نے کیا کہ انہوں نے ثواب پہونچانا حدیث میں ہے ایصال ثواب کا انکار کرنا حدیث کا انکار کرنا ہے تو اب یہ اہل حدیث ہیں یا منکر حدیث بولو! ہاں منکر حدیث اب آئیں کچھ اور مسئلے بھی بیان کر دوں۔

محترم حضرات! یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول کریم سرور عالم ﷺ سے اگر مدد مانگیں اور ان کو وسیلہ بنائیں تو شرک ہے ان لوگوں کے نزدیک حضور سے مدد مانگنا شرک ہے ہم نے پوچھا کیسے شرک ہے؟ ایک حدیث سناؤ کہنے لگے حدیث کی کیا ضرورت لوگ بتوں سے مانگتے تھے تو وہ مشرک ہوئے اب کوئی رسول سے مانگے تو وہ بھی مشرک، میں نے کہا یہ تو تمہارے ذہن کی پیداوار ہے حدیث سے ثابت نہیں اہل حدیث ہو تو حدیث لاؤ تو حدیث تو ملے گی نہیں میں نے کہا سن لو! بتوں کو اللہ نے فرمایا یہ جہنم کا ایندھن ہیں اللہ نے فرمایا ان کے بارے میں کہ یہ اللہ کے دشمن ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ" (۱) شراب بھی ناپاک کپڑے میں لگ جائے تو کپڑا ناپاک جوا ناپاک جو کھیلے اس کی روح ناپاک ہے جب تک توبہ نہ کرے اس کے قریب نہ جاؤ ورنہ تمہیں بھی آلودہ کر دے گا اس کو چھونے سے پتہ نہیں کون کون سے جراثیم لگ جاتے ہیں اور بتوں کو بتایا کہ یہ بھی ناپاکی ہیں ایسی ناپاکی کہ جو اس کو سلام کرلے اس کا دل ناپاک عقیدہ ناپاک۔ اور دوسری جگہ فرمایا "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ" (۲) اے ایمان والو! مشرکین ناپاک ہیں تو سمجھ میں آیا کہ مشرکین کے بت بھی ناپاک اور مشرکین بھی ناپاک لہذا ان سے دور رہنے کا حکم ہوا اور یہ سب صرف ناپاک ہی نہیں ہیں بلکہ شیطان کا ہتھکنڈا بھی ہیں جیسا کہ قرآن نے کہا من عمل الشیطان یہ سب شیطان کا ہتھکنڈا ہیں۔

اب بتلائے صاحب! نبی اور بت کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے؟ بت ناپاک اور سرور کائنات پاک ایسے پاک وصاف اور طیب وطاہر کہ خود سرکار فرماتے ہیں

(۱) پارہ ۷ رکوع ۲ (۲) پارہ ۱۰ رکوع ۱۰

"إِنَّمَا بُعِثْتُ طَاهِراً فِیْ طَاهِرٍ" میں ہمیشہ پاک رحموں اور صلبوں میں منتقل ہوتا رہا اور صرف سرکار ہی پاک نہیں ہیں بلکہ آپ کا نور جن جن اصلاب وارحام سے ہوتا ہوا حضرت آمنہ تک پہونچا وہ سب کے سب پاک۔ سرورکائنات فرماتے ہیں "لَمْ أَزَلْ أُنْقَلُ مِنْ أَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ إِلٰى أَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ" (۱) اور دوسری جگہ سرکار ارشاد فرماتے ہیں "لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ يَنْقُلُنِیْ مِنَ الْأَصْلَابِ الْكَرِيْمَةِ وَالْأَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ حَتّٰى أَخْرَجَنِیْ بَيْنَ أَبَوَیَّ" (۲) میں وہ طیب وطاہر نبی ہوں کہ اصلاب طاہرہ بطون طاہرہ میں مسلسل منتقل ہوتا آیا کوئی بھی میرے آباء واجداد میں کافر نہیں ہوا اور میری امہات وجدات میں بھی کوئی کافرہ نہیں ایسا میں طیب وطاہر نبی ہوں پھر قرآن فرماتا ہے کہ نبی کی پاکی کیا پوچھتے ہو؟ "إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا" (۳) اے نبی کے گھر والو اللہ نے ارادہ کرلیا ہے کہ تمہیں ہر گندگی سے پاک رکھے اور خوب خوب پاکیزہ اور صاف ستھرا بنادے بولئے صاحب! نبی کے اہل بیت نبی کی نسبت سے کیا ہوگئے خوب خوب پاکیزہ وطاہر ومطہر وآل اطہار واہل بیت اطہار، نبی تو نبی ہیں نبی کا گھرانہ بھی پاک اور صاف ستھرا ہوگیا مت ناپاک اور اس کے پجاری نجس، تو اب دونوں میں کتنا فرق ہوگیا نبی صاف ستھرا اور طیب وطاہر اور مت ناپاک شیطان کا ہتھکنڈا تو تم نبی کو بت کے برابر کرتے ہو؟ اے اہل حدیث کیا بخاری شریف میں یہ حدیث تمہیں نظر نہیں آئی؟ یا جان بوجھ کر گول کر گئے؟۔

بخاری شریف میں رسول پاک فرماتے ہیں "إِنَّ عِفْرِيْتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَیَّ الْبَارِحَةَ لِيَقْطَعَ عَلَیَّ الصَّلٰوةَ فَأَمْكَنَنِی اللّٰهُ مِنْهُ وَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلٰى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِیِ الْمَسْجِدِ حَتّٰى تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوْا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ" (۴) ایک شیطان آج رات میرے اوپر حملہ آور ہوا میں نماز پڑھ رہا تھا آیا مجھ سے

(۱) شرح الزرقانی باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم ار ۲۰۳ (۲) کتاب اعتقاد الباب الثالث ار ۱۳۲
(۳) پارہ ۲۲ رکوع ا (۴) بخاری جلد اول ص ۶۶ و مسلم جلد اول ص ۲۰۵

کھینچا تانی کرنے لگا تاکہ میری نماز توڑ دے فرماتے ہیں میں نے اس کو پکڑ لیا "وَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلٰى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِی الْمَسْجِدِ" فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو پکڑا اور چاہا کہ مسجد کے کھمبے میں اس کو باندھ دوں تاکہ صبح کے وقت مدینے کے بچے آئیں اور اس کے ساتھ کھیل تماشا کریں کوئی اس کا کان پکڑ کر کھینچے کوئی ناک میں لکڑی ڈالے کوئی اس کی دم کھینچے کوئی ٹانگ میں رسی باندھ کے ادھر ادھر کھینچے کوئی اس کے گلے میں پھبانگا کے کہے بول شیطان اب کہاں چلے گا؟........... اور خوب تماشا ہو جیسے کہ محلے کے بچے کتی کے پلے کھلواڑ کرتے ہیں ویسے شیطان کو بھی کتی کا پلہ بنادیں اب تم بتاؤ! شیطان رسول کی بارگاہ میں کتنا بے بس ہے۔ بولو یہ مت شیطان کا ہتھکنڈا اور نبی کی بارگاہ میں شیطان ایک دم مچھر ہوجاتا ہے ایک نبی کی طاقت اور قوت کا کیا عالم ہے دیکھ رہے ہو؟ شیطان بھی نبی کی بارگاہ میں بالکل بے بس نظر آرہا ہے اور یہی شیطان اگر پہلوانی پر آجاتا ہے تو کتنے لوگوں کا کس بل نکال دیتا ہے۔ مگر نبی پاک کے پاس آجائے تو سارا کس بل بھول جاتا ہے تو اب مجھے بتاؤ کہ مت ناپاک اور ناپاک کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا اچھا ہے؟

کوئی مہمان آجاتا ہے تو اس کو خوش کرنے کے لئے آپ دستر خوان کا وسیلہ بناتے ہیں کہ اس کی اچھی مہمان نوازی کریں تو دستر خوان پر گاجر کا حلوہ، بالائی، پیڑا، وہ برفی۔ یہ چم چم یہ فلاں یہ فلاں یہ نمکین یہ گجراتی نمکین یہ مہاراشٹری نمکین۔ کلکتوی نمکین اور کیا کیا سب آپ لگائے چلے جایئے مگر اسی دستر خوان پر ایک پیالے میں گوبر بھی رکھ دو تو کیا ہوگا؟ وہ خوش ہوکے جائے گا کہ ناراض ہوکر؟ اللہ کی بارگاہ میں ایک شخص ناپاکی کو وسیلہ بنارہا ہے اور ایک مسلمان پاکیزہ مخلوق کو وسیلہ بنارہا ہے تو کیا دونوں برابر ہیں اللہ کی بارگاہ میں ایک شیطان کے ہتھکنڈے کو وسیلہ بنارہا ہے اور ایک رحمان کے محبوب کو وسیلہ بنارہا ہے تو کیا دونوں برابر ہیں؟ نہیں مگر ان لوگوں نے سمجھا کہ بتوں کا معاملہ اور نبی کا معاملہ یکساں ہے۔

العیاذ باللہ! اب تو صاحب قرآن نے تو فرمایا کہ مت جہنم کا ایندھن ہے تو اب ان کے وسیلے سے جہنم ہی ملے گا اور نبی: ت کا وسیلہ ہیں تو ان کے وسیلے سے جنت ملے گی۔ دونوں میں واضح فرق ہے کہ نہیں ہے؟ ہاں! اب آیئے! کچھ اور باتیں بھی عرض کردوں بخاری شریف کتاب المغازی، کتاب الجہاد وغیرہ میں متعدد جگہوں پر یہ حدیث موجود ہے مگر ایک مرتبہ پہلے خوب دل لگا کر درود شریف پڑھیں تو میں اپنی بات آگے بڑھاؤں" اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و بارک و سلم" .... میرے آقا سرور کائنات نے حنین کا مال غنیمت جب مجاہدین میں بانٹا تو مکے کے نو مسلموں کو بہت دیا سو سو اونٹ سو سو بکریاں اور مدینے کے انصار کو یا تو برائے نام دیا یا کچھ نہ دیا تو بعض منافقوں نے ہوا اڑا دی کہ دیکھ رہے ہو! ہم لوگوں نے رسول اللہ کے لئے اپنی کتنی قربانیاں دیں ہماری تلواریں دشمنوں کے خون سے رنگین ہیں اور اب تک زخموں کے نشانات ہمارے جسم پر بھی موجود ہیں مگر آج مکہ فتح کر کے جب خاندان والے نو مسلم آگئے تو اپنے رشتہ داروں کو سب سے زیادہ دیا اور ہم لوگوں کو محروم کر دیا ہم نے رسول کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا مگر مال غنیمت دینا ہوا تو اپنے خاندان والوں کو اپنے رشتہ داروں کو سارا مال دیدیا اور ہم لوگوں کو بھول گئے اس طرح کی ہوا انصار مدینہ میں اڑائی جانے لگی۔ حضرت انس جو انصار میں سے ایک ہیں رسول پاک کے خادم ہیں وہ حضور کی بارگاہ میں آئے یا رسول اللہ انصار میں اس طرح کی ہوا اڑائی جارہی ہے کہ رسول اللہ نے مکے والوں کو سب مال دیدیا ہم لوگوں نے اتنی وفاداری کی کچھ نہیں ملا جو لوگ حضور کو گالی دیتے تھے لڑائی کرتے تھے مصیبتیں کھڑی کرتے تھے فتنہ گری کرتے تھے آج وہ توبہ کر کے مسلمان ہو گئے تو

سب کچھ ان کو دیدیا اور ہم لوگوں کو محروم کر دیا۔ حضور نے فرمایا خیمہ خالی کیا جائے خیمہ خالی ہوا اعلان کردو کہ انصار میرے خیمے میں جمع ہو جائیں خیمے میں سب لوگ آگئے تو میرے آقا نے اللہ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا اے لوگو! اے انصار! تمہارے درمیان یہ کیسی بات ہو رہی ہے جو میرے کانوں میں آرہی ہے؟ میں سن رہا ہوں کہ میں نے اپنے رشتہ داروں کو سارا مال دیدیا اور تمہیں کچھ نہیں دیا؟ کیا تم لوگ ایسی بات کرتے ہو میرے بارے میں؟ صحابہ کے بڑے بوڑھے کھڑے ہو گئے عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ہم لوگوں میں سے کسی نے یہ بات نہیں کی کچھ نو عمر لوگ ہیں انہوں نے اس طرح کی بات کہدی ہے۔ رسول پاک نے فرمایا سن لو صحابہ "اَلَمْ اَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِیْ وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِيْنَ فَاَلَّفَكُمُ اللّٰهُ بِیْ وَعَالَةً فَاَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِیْ "(۱) سن لو اے انصار! کیا تم سب کے سب گمراہ بنے ہوئے بد دین نہیں تھے اللہ نے مجھے بھیجا تمہارے درمیان تو میری بدولت تمہیں ہدایت ملی۔ اللہ کو پہچاننے لگے جنت کے راستے پر لگ گئے میری وجہ سے تمہیں ہدایت ملی کیا تم لوگ آپس میں تلواریں نہیں چلاتے تھے تم لوگ آپس میں جنگیں، خونریزیاں نہیں کرتے تھے مگر اللہ نے مجھے بھیجا تو تمہارے دلوں کو میں نے جوڑ کر کے ایک کر دیا۔ ساری جنگیں مٹا دیں دل جوڑ دیے سب کو ایک کر دیا۔ کیا تم میرے آنے سے پہلے محتاج کنگال نہیں تھے "فَاَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِیْ" اللہ نے مجھے بھیج کر تمہیں مالدار بنایا بتایئے اس حدیث کی روشنی میں مالداری کس کی وجہ سے آئی؟ صحابہ کس کی وجہ سے مالدار ہو گئے؟ میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں "اَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِیْ" یعنی میری وجہ سے اللہ نے تمہیں مالدار

---

(۱) بخاری جلد اول ص ۶۲۰

اے اہل حدیث اب تم لوگ
ماردیا۔ یہ تو حدیث ہے اور وہ انکار حدیث ہے
اپنے کو اہل حدیث نہ کہو اس لئے کہ تم لوگ اہل حدیث نہیں ہو بلکہ خدّث
سے بہت ہی گھٹیا ہو اہل محدِّث ہو۔..............

اب کور فیض ملت! صحابہ کرام خود بتاتے ہیں کہ جب ہمیں محتاجی
ہوتی تو سرکار کے پاس آتے تھے کہاں سے ملتا تھا؟ کون دیتا تھا؟ وہ آتے حضور
سے سوال کرتے حضور سے مانگتے تھے۔ جنت حضور سے مانگی، بارش حضور
سے مانگی، قحط سالی کا دفع حضور سے مانگا، سیلاب آگیا تو اس کی مدافعت حضور
سے مانگی، پنڈلی ٹوٹ گئی تو اس کو جوڑوایا حضور سے۔ آنکھ پھوٹ گئی تو اس کو
صحیح کروایا حضور سے، سب تو حضور کر رہے ہیں مگر ایک مرتبہ بھی حضور
نہیں کہتے کہ اے لوگو! میں تو کلمہ پڑھانے کے لئے آیا ہوں نماز کا ڈھنگ
سکھانے کے لئے آیا ہوں پھوٹی آنکھ جوڑنے کے لئے نہیں آیا ہوں، میں کوئی
ڈاکٹر نہیں ہوں، جراح نہیں ہوں کہ ٹوٹی ہڈی جوڑا کروں، میرے پاس
مت آیا کرو رسول پاک سب کی حاجت روائی کر کے بتا رہے ہیں کہ

خدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

رسول پاک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ حاضر ہوئے
یارسول اللہ کھانا پینا بالکل ختم ہے غزوۂ تبوک میں سارا زادِ راہ ختم ہو گیا اب
کچھ نہیں بچا چربی پگھل گئی گوشت گھل گیا چمڑی جھول گئی یارسول اللہ اجازت
دیجئے ہم اونٹ ذبح کریں، اٹھایئے مسلم شریف اور حدیث کی دوسری کتاب
بخاری شریف میں بھی ہے۔ ہاں یارسول اللہ اجازت دیجئے سواری کے اونٹوں
کو ذبح شرعی کر کے کھائیں پئیں۔ رسول پاک نے فرمایا جاؤ ذبح کرو۔ اب
اونٹوں کو باندھنے چھانٹنے لگے حضرت عمر فاروق کی نظر پڑ گئی ارے یہ لوگ
چھرا اور کاٹا لے کر لٹھ بردار چھانٹے کر اونٹوں کو باندھ چھان رہے ہیں کیا مطلب

ہے؟ قریب آئے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو خبردار خبردار کوئی اونٹ ذبح نہ
کرے صحابہ نے کہا آپ منع کرنے والے کون ہیں؟ رسول اللہ نے اجازت
دیدی ہے آپ کون ہیں جو منع کر رہے ہیں پوچھا رسول اللہ نے اجازت دے
دی ہے؟ کہا ہاں آپ نے فرمایا ٹھہرو ذرا میں بھی تو حضور سے پوچھ لوں
اور حضور کے پاس آئے عرض کرتے ہیں یارسول اللہ "هَلْ اَذِنْتَ لَهُمْ
اَنْ يَّنْحَرُوْا الْاِبِلَ" (۱) حضور آپ نے اجازت دیدی ہے اونٹوں کو نحر
کرنے کے لئے کہ لوگ نحر کریں ذبح کریں اور کھائیں۔ حضور نے فرمایا
"نَعَمْ كَانُوْا جُوْعًا فَاَذِنْتُ لَهُمْ" (۲) لوگ بھوک سے تڑپ رہے
تھے تو میں نے اجازت دیدی حضرت عمر نے عرض کی یارسول اللہ ایسا نہ
کریں سواری کے جانور ختم ہو جائیں گے یہ سارے اونٹ کاٹ کاٹ کر کے
لوگ کھا جائیں گے کچھ بچے گا نہیں۔ مدینہ ایک مہینے کا راستہ ہے راستہ ہوا
پر خطر ہے جگہ جگہ کنکر کا راستہ پتھر کا راستہ ملے گا یارسول اللہ زمین پتھریلی
اور سنگلاخ ہے لوکی جھکڑ چل رہی ہے یارسول اللہ آپ ایسا نہ کریں آپ اگر
چاہیں تو ہمارا کام بن جائے گا رسول پاک نے فرمایا اچھا ٹھیک ہے اے بلال!
اعلان کر دو جس کے پاس کھانے کا جو سامان ہو رسول اللہ کے دربار میں حاضر
کرے بلال پہلے چمڑے کا دستر خوان بچھاؤ چمڑے کا دستر خوان بچھ گیا پھر
حضرت بلال نے اعلان کیا کہ جس کے پاس کھانے کا جو سامان ہے لے کر
بارگاہ رسالت میں آجائے سب اپنا اپنا ناشتہ دان جھولا جھپڑ لے کر آئے دستر
خوان پر بالکل الٹ کر جھاڑ دیا سب جھاڑ دیا۔

اب بخاری شریف کے الفاظ سنو فرماتے ہیں حضرت ابو ہریرہ "قَلَّمْ
يَكُنْ اِلَّا قَبْضَةٌ اَوْ قَبْضَتَانِ" (۳) جو کچھ لا کر سب لوگوں نے جھاڑا
وہ کتنا ہوا ایک مٹھی یا دو مٹھی چالیس ہزار کا لشکر ہے ایک مٹھی دو مٹھی مان لو تو

(۱) مسلم جلد اول ص ۴۲، ۴۳ (۲) مسلم جلد اول ص ۴۲، ۴۳ (۳) ایضاً

ایک ایک چٹکی بھی بانٹے تو دو چار سو میں ختم ہو جاتا میرے آقا نے اس پر ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا "بَارَكَ اللّٰهُ" اللہ برکت دے اس طرح فرمایا اور اس کے بعد آپ نے اعلان کر دیا آؤ! سب لوگ اپنا ناشتہ دان بھر لو تو سب لوگ اپنا پیٹ بھی بھر لو اپنا اپنا جھولا بھی بھر لو سب لوگوں نے اپنا اپنا جھولا بھر لیا چالیس ہزار آدمیوں کے جھولے بھر گئے سب کے پیٹ بھر گئے سب کا ناشتہ دان بھر گیا لبالب سب بھر گیا اور وہ مٹھی بھر جو دستر خوان پر تھا وہ ویسے ہی دستر خوان پر بچ گیا اسی لئے تو اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

ملاحظہ کیجئے! حدیث سے ثابت ہو گیا کہ نبی کا بڑا اختیار ہے ایک وہابی ایک غیر مقلد ایک اہل حدیث خدا کی قسم ایک روٹی کو سوا روٹی کیا بنائے گا ایک روٹی کو آدھی روٹی بنا دے گا سمجھ گئے آپ رسول سے بد لحاظی اور نبی کے اختیارات کا انکار کرنے والے یہ اہل حدیث نہیں ہیں یہ منکر حدیث ہیں۔ جیسے منکر قرآن نے اپنا نام منکر قرآن نہیں رکھا بلکہ اہل القرآن رکھا اسی طرح ان منکرین حدیث و قرآن نے اپنا نام اہل حدیث رکھا یہ ان کی فریب کاریاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام احباب اہل سنت اور تمام دختران اہلسنت کو اپنی امان میں رکھے۔ اور ہمارے ایمان کی حفاظت کرے۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

☆☆☆

۷

اثبات مسئلہ شفاعت وعلم غیب اور منکرین کا تعاقب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ [illegible] ونستعینہ [illegible] بقدرتہ [illegible] عددہ [illegible] رفع السموات بغیر عمد وبسط الارض علی الماء وخلق الخلق [illegible] ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الھا واحدا صمدا [illegible] ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ المبعوث الی الاحمر والاسود [illegible] وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ابدا ابدا۔

اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم

یایھا الذین امنوا لاتکونوا کالذین اذوا موسی فبرأہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیھا (۱)

صدق اللہ العلی العظیم. وصدق رسولہ النبی الکریم علیہ وعلی آلہ واصحابہ افضل الصلوۃ واکمل التسلیم.

"ایک بار نہایت عقیدت واحترام اور عشق ومحبت کے ساتھ بارگاہ سید کائنات ﷺ کی طرف لولگا کر نذرانہ درود وسلام پیش کریں۔

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وبارک وسلم

رفیقان گرامی، اور عزیزان ملت اسلامیہ! اللہ تعالی نے انسانوں کو ایک ذمہ دار کی حیثیت سے وجود دیا اور ان کی ذمہ داریوں کو پہچوانے کے لئے انبیاء ومرسلین کی جماعت کو اس کائنات میں مبعوث فرمایا، حضرات انبیاء ومرسلین علیھم السلام نے انسانوں کو خدا سے قریب کرنے کے لئے ان کے سامنے ہدایت کے راستے واضح فرمائے اخیر میں آقائے کائنات خاتم الرسل امام الانبیاء افضل المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سیدنا احمد مجتبی

(۱) پارہ ۲۲، رکوع ۶

محمد مصطفے ﷺ کی بعثت فرمائی، آپ نے ساری کائنات میں بسنے والوں کو حق تعالی دعوت ہدایت پیش فرمائی۔

قرآن کریم میں رب قدیر نے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے محبوب آپ اعلان فرمادیجئے "یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا" (۱) کہ اے ساری کائنات کے انسانوں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہونے کی حیثیت سے تشریف لایا ہوں، کسی کو بھی میری دعوت سے مستثنی قرار نہیں دیا جاسکتا، اس بنیاد پر رب جلیل نے ارشاد فرمایا "انما انت منذر ولکل قوم ھاد" (۲) پیارے محبوب آپ ہر قوم کے لئے ہادی اور منذر بن کر تشریف لائے ہیں کوئی قوم آپ کی ہدایت کے زمرے سے باہر نہیں ہے ہر قوم کی ہدایت کا آپ نے ذمہ لیا ہے ہدایت کی روشنی ساری کائنات میں پھیل گئی حق اور باطل واضح ہوگیا "جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" (۳) کہ حق آگیا اس کو پہچوانے کے لئے اب الگ سے کوئی دلیل نہیں چاہئے اللہ نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول کی زبان اقدس سے ان تمام چیزوں کو واضح فرمادیا باطل پسپا ہوگیا اور حق کبھی پسپا نہ ہوا اور نہ ہوگا اس کو دبانے کے لئے بہت کوشش ہوئی مگر حق ہمیشہ بلند ہوکر رہا اور انشاء اللہ رہے گا اور باطل پسپا ہونے کے بعد بھی رہ رہ کر سر ابھارتا رہتا ہے مگر ہمیشہ منہ کی کھاتا ہے "اذا لم تستحی" بے حیاباش ہرچہ خواہی کن۔ اگر حیا ہوتی تو باطل پرستی کیوں ہوتی اسی لئے بدمذہبوں کو ہر دور میں ہر زمانے میں ان کی بدمذہبیت کا دندان شکن جواب دیا گیا ان کا کوئی بھی ایسا سوال نہیں جس کا جواب آج سے سینکڑوں سال قبل بھی نہ ہوچکا ہو مگر ان کا سوال ہمیشہ ایسے ہی کھڑا رہتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سوال کا جواب آج تک ہوا ہی

(۱) پارہ ۹، رکوع ۱۰ (۲) پارہ ۱۳، رکوع ۸ (۳) پارہ ۱۵، رکوع ۹

نہیں ؟آپ مجھے بتائیں کہ یہ سوال کیا ایک بار ہوا ہے کہ نبیوں سے مدد مانگنا کیسے جائز ہے ؟ اللہ کے ولیوں کو اللہ کی طرف سے کچھ خاص طاقتیں ودیعت ہوتی ہیں یہ کیسے مان لیا جائے ؟ کیا اس کا جواب صرف ایک بار دیا گیا ؟ بلکہ متعدد بار تو ہم نے اس کا جواب دیا اور نہ جانے کب سے علماء اہلسنت اس کا جواب دے رہے ہیں۔ مگر ہمیشہ انکا یہ سوال قائم رہتا ہے اس طریقے پر ان لوگوں نے نہ جانے کتنی بار ہمارے اوپر قرآن اور حدیث کا سہارا لے کر اپنے زعم باطل کی بنیاد پر حملے کئے اور ہمیشہ ہم نے حق کی وضاحت کی مثال کے طور پر یہ آیت ہمیشہ پڑھتے رہے "لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ" (١) میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں" وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ" (٢) اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں اس کے علاوہ غیب کوئی نہیں جانتا یہ آیت ہمیشہ یہ لوگ پڑھتے رہتے ہیں اور ہم نے جب دوسری آیت پڑھ کر سنائی جس میں یہ بتایا گیا کہ "عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ" (٣) اللہ عالم الغیب ہے غیب کا جاننے والا ہے جملہ غیوب کا وہ عالم ہے اپنے غیب پر کسی کو بھی مسلط نہیں کرتا مگر اپنے رسولوں میں جس کو مرتضٰی بنالے جس کو مجتبیٰ بنالے جس کو منتخب کرلے اس کو اپنے غیب پر مسلط کر دیتا ہے " اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ" (٤) قرآن کی ایک آیت پر ایمان رکھتے ہو کہ اللہ کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں اور جب دوسری جگہ اللہ فرماتا ہے کہ غیب کا علم ہم نے اپنے انبیاء کرام کو عطا کیا اپنے رسولوں کو عطا کیا تو اس کا انکار کرتے ہو؟ یہ تو یہودیوں کی خصلت ہے کیا اسی طرح قرآن نے یہ نہیں فرمایا کہ ساری کائنات کا نظام رب العلمین چلاتا ہے کوئی اس میں اس کا شریک نہیں ؟ اسی کی قدرت سے آسمان پر

(١) پارہ ١٢، رکوع ٣ (٢) پارہ ٧، رکوع ١٣ (٣) پارہ ٢٩، رکوع ١١ (٤) پارہ ١، رکوع ١٠

جگمگاتے ہوئے کواکب اور ماہ و انجم ہیں۔ اور یہ شمس و قمر سب کچھ اللہ کی قدرت سے وجود میں آیا کیا اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ قدرت نہیں ہے کہ اس نے ہمیں بصیرت بھی عطا کی ؟ علم بھی عطا کیا۔ حیات بھی عطا کی، ہمیں عقل بھی عطا کی، کیا سب چیزیں اللہ کی عطاء سے ہم کو نہیں ملیں ؟ بلاشبہ یہ سب کچھ اسی کی عطاء سے ہے تو اب بتاؤ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ" (١) اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے وہ حی ہے اور کیا آپ حی ہیں کہ میت ہیں اپنے بارے میں بتائیں ؟ آپ اگر حی ہیں تو اللہ کے شریک ہوئے اور اگر میت ہیں تو یہاں کیوں ہو ؟ کسی قبرستان یا کسی مرگھٹ میں چلے جاؤ۔ یہاں کیوں وجود ہے آپ کا ؟ حی ہو تو پھر اللہ کے شریک ہوئے اور اگر میت ہو تو یہاں پر کیوں زندوں کی مجلس میں بیٹھے ہو ؟ اس لئے ضرورت پڑی کہ اب "حی" کے معنی پر غور کیا جائے اور یہ طے کر دیا جائے کہ اللہ کے حی ہونے کا کیا مطلب ہے ؟ اور بندوں کے حی ہونے کا کیا مطلب ہے ؟ اللہ کی حیات حیات ذاتی ہے اس پر کسی کا کوئی رعب نہیں ہے اور نہ ہی کسی کی عطا ہے اور نہ ہی اپنی حیات میں وہ کسی کا محتاج ہے مگر ہماری حیات اللہ کی عطاء کی ہوئی ہے اور اگر وہ اپنی عطائیں روک لے تو کوئی حی، حی نہیں رہ سکتا کوئی زندہ زندہ نہیں رہ سکتا اللہ تبارک و تعالیٰ نے کیا اپنے بارے میں یہ ارشاد نہ فرمایا ؟ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" (٢) اللہ ہی کے لئے ساری خوبیاں جو تمام عالم کا پالنے والا ہے جو رحمٰن ہے رحیم ہے اور یہ بھی فرمایا "اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ" (٣) بیشک اللہ لوگوں پر بڑا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے اور اپنے محبوب کے بارے میں یہ فرمایا "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ" (٤) اللہ خود اپنے آپ کو بھی رؤف اور رحیم فرمائے اور اپنے محبوب کو بھی رؤف اور رحیم

(١) پارہ ٣، رکوع ٢ (٢) پارہ ١، سورہ فاتحہ (٣) پارہ ٢، رکوع ١ (٤) پارہ ١١، رکوع ٥

فرمائے تو کیا اس میں شرک ہوا؟ ہرگز نہیں خدا کی رحمت رحمت ذاتی ہے۔ اور مصطفےٰ کی رحمت عطائی ہے، خدا کی عطاؤں سے دور رحیم ہیں اور اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ بلاشبہ رؤف ہے۔ جو اس کی رأفت پر ایمان نہ رکھے وہ کافر ہے جہنمی ہے مگر کیا کوئی انکار کرسکتا ہے کہ اللہ کے محبوب رؤف نہیں ہیں؟ قرآن نے فرمایا لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ(۱) یقیناً تمہارے ہی درمیان سے ایک رسول آیا۔ اس پر گراں گزرتا ہے تمہارا تکلیف اٹھانا۔ تمہاری بھلائی چاہنے والا ہے اور مومنین پر بڑا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے اللہ نے اپنے محبوب کو بھی رؤف کہا، اور اپنے بارے میں بھی فرمایا کہ میں رؤف ہوں، قرآن میں ارشاد فرمایا: وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ(۲) میرے آقا رؤف بالمومنین ہیں اور اللہ رؤف بالعباد ہے۔ بولو! یہ مومنین کیا عباد اللہ نہیں ہیں؟ اللہ کے بندے نہیں ہیں؟ اللہ اپنے بندوں پر رؤف اور اللہ کے بندوں پر محمد رسول اللہ رؤف، تو مجھے بتایا جائے کہ یہ رؤف کہے جانے پر کیوں نہیں ان کو شرک نظر آتا ہے؟ اس طرح اگر آپ کتاب وسنت کا مطالعہ کریں تو واضح طور پر جواب آپ کے سامنے آجائے گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ تصرف کیا ہے اس کا تصرف ذاتی اس کی قوتیں، ذاتی صفات ہیں اور بندے جو کچھ تصرف کرتے ہیں وہ ان کی ذاتی قوتیں اور صفات نہیں ہیں بلکہ وہ وہبی قوت ہے عطائی قوت ہے وہ محتاج ہیں اپنے تصرف میں اللہ کے۔ محتاج ہیں رب کی عطاؤں کے اور رب اپنے تصرف میں کسی کی عطاؤں کا محتاج نہیں ہے بس اتنا فرق کرنے کے بعد شرک مٹ جائے گا دنیا سے شرک کا خاتمہ ہو جائے گا اگر اتنا فرق کرلیا جائے تو کوئی شبہ نہ رہ جائے گا مگر کسی کو یہ فرق نہ سمجھ میں آئے تو اب اسے سوائے اس کے کہ رانچی کے پاگل خانے میں داخل کرادیا جائے یا نہیں آگرہ سپلائی کردیا جائے اور کیا علاج ہوسکتا ہے؟

---

(۱) پارہ ۱۱، رکوع ۵ (۲) پارہ ۳، رکوع ۱۱

رفیقانِ ملت، عزیزانِ گرامی! یاد رکھئے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول کریم علیہ السلام نے حق کو بالکل واضح کردیا۔ مگر آج ایضاحِ حق کے لئے نئی نئی ٹولیاں پیدا ہو رہی ہیں نئے نئے گروپ بنائے جارہے ہیں اور پھر بھی حق واضح نہیں کیا جارہا ہے بلکہ حق پر حق کا نام لے کر پردہ ڈالا جارہا ہے اور باطل کو حق کے نام پر اجاگر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اس کا جواب ہم دیتے ہیں علماء اہلسنت دیتے ہیں آپ سب لوگ دیتے ہیں تو یہ لوگ ہمیں کوئی بھی طعنہ دیں ہمیں ان کے طعنے سے مرعوب نہیں ہونا چاہئے، ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ اللہ کی ہدایت کا پرچم لے کر جو لوگ اٹھیں گے ان کی مخالفت کی جائے گی کیا میرے آقا علیہ السلام جب کے میں پرچم ہدایت لے کر اٹھے تو اس وقت تمام لوگوں نے رسول اللہ کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا تھا؟ نہیں؟ نہیں؟ بلکہ مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے، پتھر برسائے گئے، دندان مبارک بھی شہید ہوا، پاؤں بھی لہولہان ہوئے، گالیوں کی بوچھار بھی ہوئی تھی کسی نے پاگل کا خطاب دیا کسی نے کاہن کہا، کسی نے جادوگر کہا، کسی نے اور بھی کچھ کہا مگر میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جادوگر کہا گیا تو کیوں؟ رسول کے اندر کونسا پاور تھا، جس پاور کو دیکھ کر وہ جادوگر کہہ رہے تھے؟ رسول کوئی خاص علم القاء کرتے تھے جس کی وجہ سے لوگ کاہن کہہ دیا کرتے تھے؟ آخر کیا معاملہ تھا کہ لوگ رسول کو جادوگر اور کاہن کہہ رہے تھے؟ تو سنو! کاہن کا علم شیطانی علم ہوتا ہے اور نبی کا علم ربانی علم ہوتا ہے جادوگروں کا تصرف بالکل آنکھوں کی بندش ہوتی ہے اور نبی کا تصرف انقلاب زمانہ ہوتا ہے نبی زمانے میں انقلاب برپا کیا کرتا ہے میرے آقا سید عالم علیہ السلام نے اپنے معجزات کو دکھا کر قوموں میں اسلام پھیلایا! کوئی یہ دیکھ کر مسلمان نہیں ہوا کہ نبی ہمارے جیسے ہیں، کوئی یہ دیکھ کر مسلمان نہیں ہوا ہے کہ نبی غیب سے جاہل ہیں، کوئی یہ دیکھ کر ایمان نہیں لایا کہ نبی بے بس اور مجبور ہیں، بلکہ نبی پر ایمان لائے ہیں تو

ان کی طاقت اپنی طاقت سے زیادہ مان کر عام انسانوں سے منفرد اور بے مثال مان کر ان کے اندر کچھ خصوصیتیں دیکھ کر ایمان لانے والے ایمان لائے کفار قریش اور مشرکین عرب رسول کو اپنے ہی جیسا سمجھتے تو ایمان کیوں لاتے مجھے آپ بتائیے کہ مشرکین کیوں یہ مطالبہ کرتے تھے کہ چاند کو دو ٹکڑے کر دیجئے کیوں مطالبہ کرتے تھے کہ کنکریوں سے کلمہ پڑھا دیجئے؟ کیوں مطالبہ کرتے تھے کہ جانوروں سے اپنی نبوت کا اعلان کروا دیجئے؟ کیوں مطالبہ کرتے تھے کہ اگر آپ نبی ہیں تو درخت کو اپنے قریب بلوا لیجئے؟ یہ اس لئے مطالبہ کرتے تھے کہ یہ کام عام لوگ نہیں کر پاتے ہیں اگر آپ کریں گے تو ہم لوگ مان لیں گے کہ ہاں آپ نبی ہیں اور نبی اتنا پاور رکھتا ہے جتنا دوسرا نہیں رکھتا یہ کیوں مطالبہ کرتے تھے کہ یہ بتا دیجئے کہ میں کیا کھا کر آیا ہوں یہ بتا دیجئے کہ ہمارے ان کے درمیان کیا گفتگو ہوئی ہے؟ یہ بتا دیجئے کہ ہمارے گھر میں کیا ہو رہا ہے؟ یہ بتا دیجئے کہ فلاں کس نتیجہ پر پہونچے گا؟ یہ سوالات کیوں کئے جاتے تھے؟ یہ سب غیب ہی سے متعلق تو سوال ہو رہا ہے؟ اس لئے کہ یہ لوگ جانتے تھے کہ نبی وہ نہیں ہوتا جو عام لوگوں کی طرح معلومات رکھتا ہو بلکہ نبی وہ ہوتا ہے جو عام لوگوں سے بڑھ کر علم رکھتا ہے اس لئے لوگ مومن ہوئے مگر اس زمانے کے کچھ لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ نبی تو ہمارے جیسا بشر ہوا کرتا ہے اور نبی کا علم ہمارے علم سے ماورا نہیں ہوا کرتا ہے نبی کی طاقت ہماری طاقت سے زیادہ نہیں ہوا کرتی ہے ارے نادانو! جب نبی کے ساتھ برابری ہی کرنا چاہتے ہو تو کیوں نہیں کہہ دیتے کہ نبی جیسے وہ ہیں ہم بھی نبی ہیں یہ بھی ایک جملہ بڑھا لو جیسے ہم امتی ہیں وہ بھی امتی ہیں اب نہ کوئی نبی رہے اور نہ کوئی امتی، سب برابر ہو جائیں یا تو سب کے سب امتی ہو جائیں یا سب کے سب نبی ہو جائیں اس لئے ماننا پڑے گا کہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن لوگوں کو منصب نبوت پر فائز کیا ہے ان کے اندر کچھ خصوصیتیں بھی رکھی ہیں...............اور یہ خصوصیتیں صحابۂ کرام جانتے تھے جس کی بنیاد پر رسول پاک سرور عالم ﷺ کی بارگاہ میں مختلف قسم کے سوالات لے کر آتے تھے کیا یہ حدیث نہیں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے کچھ باتیں بتائیں اور اس کے بعد ایک صاحب نے پوچھا کہ میرا اونٹ کہاں پر ہے؟ میرا اونٹ اس وقت کہاں ہے؟ تو رسول پاک نے فرمایا کہ تیرا اونٹ فلاں جگہ ہے دوسرے صاحب کھڑے ہو گئے "مَنْ اَبِیْ؟(۱) میرا باپ کون ہے؟ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ تیرا باپ جو مشہور ہے وہ تیرا باپ نہیں ہے کوئی ناجائز انسان تیرا باپ ہے "مَنْ اَبِیْ یَا رَسُوْلَ اللہ؟ یا رسول اللہ آپ واضح فرما دیں کہ میرا باپ کون ہے آپ بتا دیں کہ یہ سوال کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ارے وہ بھی جان رہے تھے اور دنیا بھی جان رہی ہے کہ یہ فلان کا بیٹا کہلاتا ہے اس کو فلاں کا بیٹا کہا جاتا ہے لہذا اسی کا بیٹا ہوگا؟ مگر آج انہوں نے یہ سوال کیوں کیا؟ یہ تو ایک مرد اور ایک عورت کو پتہ ہے کہ یہ جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ ہم دونوں کا مشترک ہے کہ نہیں یہ وہ جانیں رسول پاک سے کیوں پوچھا جا رہا ہے کہ رسول کریم ﷺ جانتے ہیں کہ نہیں؟ میرے آقا سرور کائنات ﷺ نے جواب میں فرمایا تیرا باپ فلاں ہے کیوں نہ رسول پاک نے ایسے موقع پر فرمایا تیرا باپ کون ہے وہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کیوں نہ فرمایا کہ تیرا اونٹ گم ہو گیا ہے تو مجھ سے کیوں پوچھتے ہو؟ میں کیا جانوں جاؤ تلاش کرو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو استخارہ کرو یہ کرو وہ کرو یہ سب میرے آقا نے جواب نہیں دیا بلکہ لوگوں کو ان کے سوال کا جواب دیدیا گیا بتا دیا گیا کہ اس سوال کا جواب یہ ہے۔

پھر میرے آقا سرور کائنات کثرت سے یہ فرمانے لگے اے لوگو!

(۱) بخاری جلد ثانی ص ۱۰۸۳

پوچھو جو مجھ سے پوچھنا ہے پھر میرے آقا سرورِ کائنات یہ فرمانے لگے خدا کی قسم مجھ سے تم جو بھی پوچھو گے میں تمہیں اس کا جواب دونگا جب تک میں اس جگہ ہوں میرے آقا سرورِ کائنات ﷺ نے عام دعوت دیدی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ نبی اسی لئے دنیا میں آتا ہے کہ وہ ایسی ایسی چیزوں کے بارے میں جواب دیدے جس کا جواب دوسروں سے نہیں بن پاتا تو سن لو میرے آقا کا تصرف اس طرح کا ہے میرے آقا کی قدرتیں اس طرح کی ہیں ان کی قوتیں عام لوگوں سے الگ ہیں اس لئے کہ ان کی قدرت اور ان کی قوت ان کے تصرفات اور ان کے اختیارات عام انسانوں سے بالاتر ہیں اور ان تصرفات پر دوسروں کے تصرفات کا قیاس نہیں کیا جاسکتا اسی بناپر تو شارح بخاری حضرت علامہ امام بدرالدین عینی قدس سرہ العزیز اپنی کتاب "شرح بخاری" میں ارشاد فرماتے ہیں "اَنَا اَعْتَقِدُ اَنَّهٗ ﷺ لَا یُقَاسُ عَلَیْهِ غَیْرُهٗ فَاِنْ قَالُوْا غَیْرَ ذٰلِكَ فَاُذُنِیْ عَنْهُ صَمَّاءٌ" کہ میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اوپر دنیا کے کسی انسان کا قیاس کیا ہی نہیں جاسکتا اور اگر اس کے علاوہ کوئی بات کہتا ہے تو میرے کان اس سے بہرے ہیں میں سننے کو تیار نہیں آپ ہی بتائیں! ان حقائق کی بنیاد پر جو رسول پاک سے محبت رکھے اور اپنے اعتبار سے بے حساب انداز میں بڑی والہانہ عقیدت و محبت رسول پاک سے وابستہ کرے تو کیا اب اس کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ محبت آدمیوں کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے؟ ارے نبی کی محبت آدمیوں کو انکھیارا بنادیتی ہے نبی کی محبت آدمی کو عظیم الشان بنادیتی ہے عام انسانوں کی محبت تمہیں اندھا اور بہرا بناسکتی ہے مگر نبی کی محبت روشنیٔ چشم اور نورِ قلب عطا کرتی ہے۔

کہنے کو کہہ دیا کہ محبت ایک ایسی بلا ہے کہ آدمی جس کی وجہ سے پاگل ہو جاتا ہے اور غلط غلط باتیں کرتا رہتا ہے دنیا کی محبت ایسی ہوتی ہے تم لوگ

ایسی محبت کرتے ہوگے، مگر سنو یہ قاعدہ ہے کہ کسی چیز کی نفرت جب دل میں بیٹھ جاتی ہے تو وہ نفرت آدمی کو بہرہ اور گونگا بنادیتی ہے اندھا اور پاگل بنادیتی ہے تمہارے دلوں میں نبی کے بارے میں نفرت بیٹھ گئی اسی لئے اب تم کسی حقیقت کو دیکھ نہیں پاتے، کسی حقیقت کو سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور کسی حقیقت کو بولنے کے لئے تیار نہیں ہوتے کیا پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا صحابہ کرام رسول اکرم سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں دنیا اور آخرت کی ضرورتیں لے کر حاضر نہیں ہوتے تھے؟ اور کیا میرے آقا سرورِ کائنات ﷺ نے ایک بار بھی یہ فرمایا کہ مجھ سے کیوں مانگتا ہے اللہ سے مانگ! تو تو مشرک ہو گیا اور ابوجہل اور تو شرک میں برابر ہو گئے ایک بار بھی میرے آقا سرورِ کائنات ﷺ نے یہ جواب دیا ہرگز نہیں کوئی مانگنے والا آرہا ہے کہ یا رسول اللہ میں بیمار ہوں شفا ملتی ہی نہیں یا رسول اللہ میں محتاج اور کنگال ہوں اور میری ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں یا رسول اللہ بار قرض سے دب گیا ہوں میرا قرض میرے سر سے اترتا ہی نہیں یا رسول اللہ میرے دشمنوں نے میرے مخالفوں نے مجھے ایسا تنگ کر دیا ہے کہ میں سر اٹھا نہیں پارہا ہوں یا رسول اللہ دنیا نے مجھے بہت تنگ کر دیا ہے اور پریشان کر دیا ہے یا رسول اللہ یہ پریشانی وہ پریشانی صرف اتنے ہی پر بس نہیں کہ دنیا کی ضرورتیں ہی لے کر آتے تھے میرے آقا کے سامنے کیا لوگ آخرت کی ضرورتیں لے کر کے نہیں آتے تھے؟ اور ایک بار بھی میرے آقا نے یہ فرمایا کہ مجھے نہ علم ہے اور نہ مجھے قوت و طاقت حاصل ہے میں کیا کر سکتا ہوں خود اپنے طور پر اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے اپنا کام کرالو میں کیا کر سکتا ہوں۔

میرے آقا نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری امت میں ستر ہزار ایسے افراد ہیں جو بے حساب وکتاب جنت میں جائیں گے۔ وُجُوْهُهُمْ كَالْقَمَر

لَیْلَۃَ الْبَدْرِ"(۱) ان کے چہرے چودہویں کے چاند کی طرح دمکتے ہونگے، تو حضرت عکاشہ بن محصن اسدی نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ "اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْھُمْ" (۲) میرے لئے بھی دعا کر دیں کہ ان ستر ہزار بے حساب و کتاب والے جنتیوں میں میرا بھی نام آجائے یا رسول اللہ میرے لئے بھی دعا کر دیں۔ میرے آقا نے یہ نہ فرمایا کہ دعا کوئی محال کام تو نہیں ہے تو بھی دعا مانگ سکتا ہے مانگ لے میں ہی کیوں دعا کروں میرے آقا نے ایسا کیوں نہ فرمایا؟ اس لئے کہ میرے آقا بھی جانتے تھے اور سارے صحابہ کرام بھی جانتے تھے اور ان کو یہ یقین تھا کہ نبی کی دعا اور امتی کی دعا برابر نہیں ہے امتی کی دعا تردد میں ہے کہ مقبول ہو کہ نہ ہو، مگر نبی کی دعا مقبول ہی ہوتی ہے اور پھر یہ بھی بتانا تھا کہ ستر ہزار رسول کے امتی بے حساب و کتاب جنت میں جائیں گے مگر یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ وہ خود اپنے عمل سے جنت میں بے حساب و کتاب چلے جائیں گے بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان ستر ہزار کا سلکشن رسول پاک کی شفاعت سے ہوگا اس لئے کہتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے بھی اللہ سے دعا کر دیں یعنی آج ہی شفاعت کر دیں کہ ان ستر ہزار میں میرا بھی نام آجائے تو میرے آقا ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں شفاعت تو آج نہیں کر سکتا قیامت میں جب اللہ تعالیٰ شفاعت کا حق دے گا تو شفاعت کرونگا نہیں جناب میرے آقا نے خود فرمایا کہ جب میری معراج ہوئی تو اللہ نے ہمیں مقام شفاعت سے سرفراز فرمایا مجھے مقام شفاعت عطا کیا گیا اور فرمایا کہ میری امت کے اہل کبائر میری شفاعت کے مستحق ہونگے ان کی شفاعت کرونگا میرے آقا سرور کائنات ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں کیسے تمہاری شفاعت کر سکتا ہوں دنیا میں کیسے تمہیں جنت کی بشارت دے سکتا ہوں بلکہ

(۱) مسلم جلد اول ص ۱۱۶ (۲) ایضاً

میرے آقا سید عالم ﷺ جواب دیتے ہیں بخاری شریف میں دیکھو مسلم شریف میں غور کرو، فرماتے ہیں کہ "اَنْتَ مِنْھُمْ" (۱) ان میں سے ایک تم بھی ہو ان ستر ہزار میں ایک تو بھی ہے اب کیا مطلب ہوا کہ میرے آقا ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ وہ ستر ہزار بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جائیں گے تو جائیں مگر ان کا سلکشن میں کرونگا کہ وہ کون لوگ جائیں گے۔ اسی لئے اعلیٰحضرت امام اہلسنت فرماتے ہیں:

جانفزاں مژدہ شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری واہ واہ

بولئے صاحب! جنت ہر مسلمان کو ملنی ہے کسی گنہگار کو عذاب چکھنے کے بعد اور کسی نیکوکار کو پھٹکار سننے کے بعد بڑی نیکی کی ہے مگر بڑا تو نے گھمنڈ کیا ہے فلاں نیکی پر تو اتراتا تھا کہ چلو ہم نے بہت نماز پڑھ لی ہے ہم ان لوگوں سے اچھے ہیں جو تین سو ساٹھ دن کے بعد پڑھا کرتے ہیں، ہم پنجگانہ نمازی ہیں، ہم تہجد گزار ہیں، ہم اوابین ادا کرتے ہیں ہم ان لوگوں سے بہتر ہیں جو صرف جمعہ جمعہ پڑھا کرتے ہیں نماز پڑھ کر اپنی نمازوں پر اتراتے ہیں مگر سنو؟ ان کو بھی پھٹکار ملے گی کہ تو نے نمازیں پڑھیں مگر ان نمازوں کو پڑھنے کے بعد یہ کیوں نہ کہا کہ اے اللہ ہم نے تیری عبادت کی مگر حق ادا نہ کیا، اے اللہ میں نے نماز تو پڑھی مگر جو اس کا ذمہ تھا اس کو پورا نہ کر سکا جس طرح ادا کرنا چاہئے تھا اس طرح ادا نہ کر سکا یہ کیوں نہیں سوچا کہ کتنے نیکوکار پھٹکار سن کر کے بھی جائیں گے، کتنے بدکار عذاب جھیل کر بھی جائیں گے مگر میرے آقا نے یہ نہ فرمایا کہ سب کے سب جنت میں چلے جاؤ گے مجھ سے بچے کہنے اور سننے کی ضرورت نہیں ہے میرے آقا سرور کائنات ﷺ یہ

(۱) مسلم جلد اول ص ۱۱۶

فرمارہے ہیں "انت منہم" اور صحابی سوال کررہے ہیں اور میرے آقا ﷺ فرمارہے ہیں مطلب یہ ہے کہ صرف یہ نہ سمجھ لینا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں ہی میرے پاس ہیں بلکہ جنت کی بھی کنجیاں میرے ہی ہاتھ میں ہیں فرماتے ہیں "اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ" (۱) سب سے پہلا نبی میں ہوں کہ جنت کا پھاٹک، جنت کا دروازہ اپنے ہاتھ سے کھلواؤنگا میں کھلواؤنگا جنت کا دروزاہ، میں کھلواؤنگا جنت کا پھاٹک۔

اب بولئے جناب والا؟ رسول پاک ﷺ کیا ارشاد فرمارہے ہیں اس کے بعد بھی کچھ لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں تو اب میں کیا کروں بخاری اور مسلم میں یہ حدیث تو پڑھ لیجئے کہ نبی کا کتنا اختیار ہے حضرت عباس بن عبدالمطلب جو رسول پاک ﷺ کے چچا ہیں اسلام تو لائے جنگ بدر کے بعد مگر سنو! رسول پاک پر جان نثار کرتے تھے جنگ بدر کے موقعہ پر مشرکین کی طرف سے تو آگئے اور گرفتار بھی ہوئے اور بعد میں انہوں نے اسلام بھی قبول کر لیا مگر جان نثاری رسول پاک ﷺ کے لئے ان کی پہلے ہی سے تھی جب آپ اسلام لے آئے تو اب اس وقت کا واقعہ سنو! کسی نے ان سے پوچھا تھا کہ "اَنْتَ اَكْبَرُ اَمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ" (۲) آپ بڑے ہیں یا رسول اکرم بڑے ہیں؟ کیونکہ دونوں ہم عمر نظر آتے تھے جب "ہم عمر" آدمی سامنے آتے ہیں تو اس وقت سوال کیا جاتا ہے آپ بڑے ہیں یا یہ بڑے ہیں۔ دو ہی دن کے سہی ایک ہی دن کے سہی، دو گھنٹے کے ہی سہی، کون آپ دونوں میں بڑا ہے، تو کوئی کہتا ہے میں ایک مہینہ قبل پیدا ہوا کوئی کہتا ہے کہ میں ایک دن پہلے پیدا ہوا حضرت عباس بن عبد المطلب جو رسول پاک ﷺ کے چچا ہیں ان سے پوچھا گیا "اَنْتَ اَكْبَرُ اَمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ" آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ بڑے ہیں تو جواب ذرا ان کا دیکھو! کتنا پیارا جواب ہے اس میں کتنا ادب کا خزینہ ہے "ھُوَ

(۱) مسلم جلد اول ص ۱۱۲ (۲) کنز العمال

اَكْبَرُ مِنِّي وَاَنَا اَسَنُّ مِنْهُ" بڑے تو وہی ہیں عمر زیادہ میری ہے ذرا دیکھو کتنا ادب سے بھر پور جواب ہے دو سال قبل حضرت عباس کی پیدائش ہوئی اور میرے آقا ﷺ دو سال بعد تشریف لائے۔ مگر حضرت عباس کہتے کیا ہیں "ھُوَ اَكْبَرُ مِنِّي وَاَنَا اَسَنُّ مِنْهُ" (۱) عمر تو زیادہ میری ہے مگر بڑے وہ ہیں ادب دیکھ رہے ہیں اگر اس زمانے کا کوئی وہابی ہوتا تو دوسرے انداز میں جواب دیتا صحابۂ کرام کا ادب دیکھو اور عبرت حاصل کرو وہی حضرت عباس ہیں انہو بخاری شریف، مسلم شریف میرے آقا کی بارگاہ میں حاضر ہیں عرض کرتے ہیں اِنَّ اَبَا طَالِبٍ كَانَ يَحُوْطُكَ وَيَنْصُرُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ فَهَلْ نَفَعَهُ ذَالِكَ قَالَ نَعَمْ وَجَدْتُهُ فِيْ غَمَرَاتٍ مِّنَ النَّارِ فَاَخْرَجْتُهُ اِلٰى ضَحْضَاحٍ (۲) اور بخاری شریف کے الفاظ یوں ہیں مَا اَغْنَيْتَ عَنْ عَمِّكَ فَاِنَّهُ كَانَ يَحُوْطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ قَالَ هُوَ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِّنْ نَّارٍ وَلَوْلَا اَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۳) یا رسول اللہ ابو طالب آپ کی وجہ سے بڑے بڑے لوگوں سے جنگ کر لیتے تھے ٹکر لے لیا کرتے تھے مگر کلمۂ اسلام نہ پڑھا تو کیا آپ نے ان کو کوئی فائدہ پہونچایا؟ کچھ بھی فائدہ پہونچ سکتا ہے کافر کو کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے؟ کافر کے لئے تو قرآن مقدس نے حکم دے دیا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ" (۴) اللہ کے ساتھ کوئی شرک کرے گا تو اللہ اس کی مغفرت نہیں کرے گا "وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ" (۵) کفر کے علاوہ کوئی بھی گناہ اگر اللہ تعالی چاہے تو معاف کر سکتا ہے مگر کفر و شرک کے لئے بالکل معافی نہیں اس کی معافی نہیں ہو سکتی تو اب حضرت عباس بن عبد المطلب کے اس سوال کرنے کا کیا مطلب؟ کہ ابو طالب کو کوئی فائدہ آپ نے پہونچایا وہ آپ کی طرف سے بڑی لڑائی لڑتے تھے کتنے لوگوں سے دشمنی مول لے لیا کرتے تھے تو ارشاد فرماتے ہیں آقائے

(۱) کنز العمال (۲) مسلم جلد اول ص ۱۱۵ (۳) بخاری جلد اول ص ۵۴۸
(۴) پارہ ۵ رکوع ۲۱ (۵) پارہ ۵ رکوع ۲۱

دو جہاں ﷺ "نعم" ہاں! میں نے ان کو فائدہ پہونچایا "قَالَ نَعَمْ وَجَدْتُهٗ فِیْ غَمَرَاتٍ مِّنَ النَّارِ فَاَخْرَجْتُهٗ اِلٰی ضَحْضَاحٍ" (۱) جہنم کے نچلے گڈھے میں تھا میں نے اسے نکال کر کنارے رکھا اونچی جگہ پر پہونچادیا، اب ذرا آپ مجھے بتلا کہ رسول پاک سرور کائنات ﷺ کے ہاتھ میں جہنم کا عذاب ہے کہ نہیں جس کو چاہیں دیدیں جس کو چاہیں کم کردیں............ میرے آقا ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ جہنم کے عذاب میں ہیں تو میں کیا کروں جہنم بھرو کائی اللہ نے جہنم کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے فرمائی جن کو اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل کرے گا میں ان کو کیسے نکالونگا میں کیا کروں میں تو بے بس ہوں، اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے میرا کچھ نہ چلے گا بے شک اللہ کے حکم کے آگے کسی کی کوئی چیز نہیں چلتی مگر اللہ اپنے حکم دینے کے بعد کسی کی وجاہت کے لئے کسی کے اعزاز کو بڑھانے کے لئے یہ فرمادے کہ میرا حکم یہ ہے مگر اب آپ جو چاہو کہو وہ کردوں جو کہوگے کیا جائے گا اب رسول پاک سرور عالم ﷺ فرمارہے ہیں کہ وہ جہنم کے بہت گہرے گڈھے میں تھا اس لئے کہ ابو طالب عام انسانوں میں نہیں ہے ابو طالب وہ ہے جس نے پیدائش کے دن سے لے کر میری جوانی تک دیکھ بھال کی میرا بچپن دیکھا میرا عنفوان شباب دیکھا میری جوانی دیکھی میرا ادھیڑ پن دیکھا، میرا اکتنا زمانہ دیکھا، دور نبوت دیکھا، معجزات دیکھے، خلوت دیکھی، جلوت دیکھی، معاملات دیکھے، قوت دیکھی، جلال دیکھا، جمال دیکھا، کمال دیکھا، مگر اس کے باوجود بھی کلمہ نہ پڑھا تو اب اسے جہنم میں نہ ڈالا جائے گا تو کہاں ڈالا جائے گا؟ ضرور بالضرور جہنم کا نچلا گڈھا مقرر ہوا؟ سخت ترین بد ترین، عذاب اس کے لئے مقرر ہوا مگر میرے آقا فرماتے ہیں کہ میری محبت میں بڑے بڑے لوگوں سے اس نے جنگ مول لی ابو جہل سے ٹکرلی،

(۱) مسلم جلد اول ص ۱۱۵

امیہ سے لڑ گیا، عتبہ اور شیبہ سے ٹکرلی، سارے اہل مکہ ایک طرف اور ابو طالب سارے بنو ہاشم کو لے کر شعب ابی طالب میں ایک طرف، کیا رسول پاک ﷺ کے لئے انہوں نے جنگ نہیں مول لی؟ تو اسی لئے میرے آقا فرماتے ہیں "نعم" ہاں، ہاں! میں نے تو اس کو فائدہ پہونچایا ہے کہ وہ جہنم کے نچلے گڈھے میں تھا اس کو نکال کر اونچی جگہ پر رکھ دیا اب یہ میرے آقا سرکار کائنات ﷺ کا تصرف ہے یہ اختیار کامل ہے اسی لئے میں کہتا ہوں کہ جس حدیث میں یہ فرمایا گیا "اُوْتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدِیْ" (۱) کہ زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں میرے پاس لاکر میری مٹھی میں رکھدی گئیں اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں ہی مجھے نہیں دی گئیں بلکہ جنت کی کنجی بھی میرے ہاتھ میں دی گئی، جہنم کی کنجی بھی میرے ہی ہاتھ میں دی گئی اور میں جس کو چاہونگا جنت عطا کردونگا کیا یہ حدیث طبرانی کی آپ نے نہیں سنی؟ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی سے رسول پاک کسی کام پر خوش ہوگئے میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں "سَلْ مَا بَدَالَكَ" (۲) جو جی میں آئے مانگ لے اس حدیث میں یہی ہے سَلْ مَا بَدَا لَكَ سمجھ گئے، حضرت ربیعہ اسلمی کی حدیث میں تو صرف سل کا لفظ ہے مانگ مطلق بات کہی گئی اور یہاں پر تعمیم بھی کردی گئی جو جی میں آئے مانگ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس بدو کے اوپر مجھے رشک آنے لگا کہ حضور نے اس کو بڑا اختیار دے دیا کہ جو جی میں آئے مانگ جو چاہے مانگ ہمیں رشک آنے لگا کہ اب وہ جنت مانگے گا جنت میں کوئی شاندار محل مانگے گا جنت میں اونچی جگہ مانگ لے گا، فرماتے ہیں کہ ہمیں اس پر رشک آنے لگا مگر تھوڑی دیر کے بعد اس نے سوچ سمجھ کر مانگا تو کہتا ہے یا رسول اللہ ﷺ غلوں سے لدا ہوا ایک اونٹ عنایت فرمادیں غلوں

(۱) بخاری جلد ثانی ص ۵۸۵ (۲) مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۲

سے لدا ہوا ایک اونٹ مجھے عطا فرمادیں، رسول پاک نے ارشاد فرمایا ایک
اونٹ پر غلہ لاد دو اور اس کے حوالے کر دو تاکہ یہ لے جائے پھر
ارشاد فرماتے ہیں کہ سنو اس اعرابی میں اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کی
بوڑھی عورت میں کتنا بڑا فرق ہے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس
بوڑھی کا ماجرا کیا ہے ؟ ارشاد فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے ہجرت
کر کے بیت المقدس کی طرف جانے لگے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی
طرف وحی کی کہ موسیٰ جب مصر سے جا رہے ہو تو حضرت یوسف علیہ
السلام کی قبر میں سے ان کا تابوت نکال لو اور وہ تابوت بھی ساتھ لیتے جاؤ
اور بیت المقدس میں لے جا کر اسے دفن کر دو حضرت یوسف علیہ السلام
جس تابوت میں آرام فرما رہے ہیں وہ تابوت نکال کر اپنے ساتھ لیتے جاؤ
کہاں لے جاؤ بیت المقدس اور وہاں لے جا کر دفن کر دو، حضرت موسیٰ علیہ
السلام نے حکم الٰہی سن لیا اب اپنی امت اور بنی اسرائیل سے پوچھ رہے
ہیں کہ تم میں سے کسی کو معلوم ہے کہ ان کی قبر کہاں ہے ؟ مجھے اس تابوت
کو نکالنا ہے سب جوان بوڑھے اور تیز لوگوں نے کہا ہمیں تو نہیں معلوم ہے
ہمیں تو پتہ نہیں ہے کئی سو سال پہلے کی بات ہے اب وہ بات لوگوں کو معلوم
نہیں ہے آپ نے ارشاد فرمایا جاؤ بنی اسرائیل کی اس بوڑھیا کو بلا لاؤ بہت
پرانی خرانٹ بوڑھی ہے اس کو بلا کر لاؤ اب وہ بوڑھی بارگاہ اقدس میں حاضر کی
گئی آپ نے فرمایا اے بوڑھی یوسف علیہ السلام کی قبر کے بارے میں جانتی
ہے کہ وہ کہاں ہے ؟ کہا مجھے معلوم ہے آپ نے فرمایا بتا اس نے جواب دیا
آپ پہلے اپنا معاملہ طے کیجئے فرمایا کیا معاملہ طے کروں ؟ عرض کیا حضور ان
کی قبر ضرور بتا دوں گی مگر آپ ایک وعدہ کیجئے کہ جب قیامت میں اللہ تعالیٰ آپ
کو اونچی جگہ میں پہونچائیگا تو آپ مجھے بھی اسی جگہ میں رکھیں گے مجھ خادمہ کو
بھی اپنی جنت میں جگہ دیں تبھی میں بتاؤں گی موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں

بوڑھی جنت مانگتی ہے تو مانگ لے، نبیوں کی جنت میں جانے کا خیال کیوں
کرتی ہے ؟ یہ منہ اور مسور کی دال، یہ کہنے کا مطلب کیا ہے ؟ مطلب یہ ہے
کہ نبیوں کی جنت میں جانے کا خیال کیوں کرتی ہے ؟ سن میں جنت دے دونگا
کوئی بھی جنت مانگ" اس نے کہا اے اللہ کے نبی مجھے جنت نہیں اونچی والی
جنت چاہئے مجھے صرف جنت نہیں چاہئے آپ والی جنت چاہئے جہاں آپ
رہیں گے وہاں میں بھی رہنا چاہتی ہوں موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں ارے یہ
سب بات چھوڑ بتا دے ان کی قبر کہاں ہے ؟ عرض کرتی ہے ان کی قبر بتا دوں گی
مجھ سے وعدہ کیجئے ....

سنئے ! اگر نبی کو کوئی اختیار نہیں ہوتا تو وہ بوڑھی عورت جنت کیوں
مانگتی ؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیوں نہ کہا ارے تو کافرہ ہو گئی مشرکہ
ہو گئی نبی کی جنت میں کیا جائے گی تمہارا ٹھکانہ تو جہنم ہے اور تم کہہ رہی ہو
جنت مانگتی ہوں، تو تو جہنم میں پہونچ گئی اب جنت کا کیوں خواب دیکھ رہی ہو
یہ نہیں فرمایا بلکہ آپ فرماتے ہیں اور کوئی جنت مانگ، میں دیدونگا میری جنت
کی بات مت کر، مگر وہ بوڑھیا بھی اپنی ضد پر اڑ گئی، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا
اے اللہ اس بوڑھی کے علاوہ قوم میں کسی کو یوسف علیہ السلام کی قبر کا پتہ
معلوم نہیں ہے اور یہ بڑی بھاری قیمت مانگ رہی ہے تو مطلب یہ ہوا اس کا
کہ اے اللہ تو ہی بتادے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کہاں ہے نبی کو اللہ
بتادے اس میں کیا برائی ہے تو اللہ نے فرمایا اے موسیٰ تیرا کیا جائے گا اگر اس
بوڑھی کی بات مان لے گا اگر تم اس کی بات مان لوگے تو اس کا کام بن جائے گا
تمہارا تو کچھ بھی نہیں بگڑے گا اس لئے تم اس کی بات مان لو، اب موسیٰ علیہ
السلام اس بوڑھی عورت سے فرماتے ہیں کہ چل تجھے اپنی جنت میں رکھونگا

ان کی قبر بتا اب مجھے بتادو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اگر یہ اختیار نہیں تھا تو انہوں نے صاف صاف کیوں نہیں کہدیا کہ مجھ سے میرے اختیار کی چیز مانگ جو میرے کنٹرول میں ہے وہ مانگ اور جو میرے کنٹرول سے باہر ہے اس کو کیوں مانگتی ہے؟ اور پھر اللہ نے کیوں نہیں فرمادیا کہ اے موسیٰ اس بوڑھیا سے کہدو کہ تمہاری نافرمانی کرنے کی وجہ سے جہنم میں جلے گی، یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ اس بوڑھیا کی بات مان لو اب تو بوڑھی نے بڑی آسانی کے ساتھ بتادیا چلئے یہ قبر ہے اتنا فرمانے کے بعد میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں میں نے اس اعرابی بدو سے کہا کہ مانگ کیا مانگتا ہے تو وہ بدو غلے سے لدا ہوا ایک اونٹ مانگا اور موسیٰ علیہ السلام نے اس بوڑھیا سے نہ کہا تھا کہ مانگ کیا مانگتی ہے پھر بھی وہ مانگنے پر تلی تو کتنی اونچی بات مانگی فرماتے ہیں دیکھ لو اس بوڑھی اور اس اعرابی کے درمیان کتنا بڑا فرق ہے اب انبیاء کرام کے اختیار کچھ سمجھ میں آتے ہیں؟ نہیں سمجھ پاتے؟ یہ ہزار مرتبہ وہابی سن لے گا مگر اس کے باوجود اس کا سوال کھڑا رہتا ہے بالکل تڑکل کے گاچھ کی طرح جسپر ایک بھی پتی نہ ہو۔

رفیقان ملت! عزیزان گرامی! ایسی کتنی ہی آپ کو حدیثیں ملیں گی قرآن مقدس کی آیات بھی ملیں گی صحابہ کرام کی زندگی میں بھی اس کے لئے نمونہ اور مثال ملے گی، کہ وہ لوگ سرکار سے مانگتے تھے اور کیا آپس میں آپ لوگ نہیں مانگتے ہیں تم لوگ مانگتے نہیں ہو؟ کیوں مانگتے ہو؟ اگر اللہ نے کسی کو دینے کی طاقت نہیں دی ہے تو آپس میں ایک دوسرے سے کیوں مانگتے ہو؟ آپ دس روپئے قرضہ دیدو دس روپئے مدد کرو، سو روپئے چندہ دیدو، جناب والا ہزار روپئے دیدو، ڈونیشن دیدو، اور یہ کر دو وہ کر دو ہبہ کرو، یہ کیوں

مانگتے ہیں اگر آپ کے اختیار میں لینادینا نہیں ہے؟ مگر کوئی بھی کسی بنئے کے پاس وہ چیز مانگنے نہیں جاتا جو اس کے پاس نہ ہو کہ چل ہواری لال جنت الفردوس کا ایک کمرہ مجھے پانچ ہزار روپئے میں دیدو کوئی وہاں جنت خریدنے جاتا ہے کوئی جنت مانگنے جاتا ہے کہ اتنے میں دیدو؟ نہیں نہیں اس لئے کہ جنت اس کے اختیار میں نہیں ہاں جس کے پاس جو ہوتا ہے وہ اس سے مانگا جاتا ہے تو نبی کے پاس جو کچھ ہے وہ ہم مانگتے ہیں ہمارے عقیدہ میں جو ہے وہ ہم مانگتے ہیں اور مانگیں گے جنت مانگیں گے، نجات مانگیں گے، کبھی شہادت مانگیں گے، کبھی دنیا کی جھنجھٹوں سے فرصت مانگیں گے کبھی دولت مانگیں گے کبھی بے نیازی مانگیں گے کبھی قرض کے بوجھ سے سبکدوش ہونے کا سوال کریں گے اور ہم ہر چیز مانگیں گے کیوں کہ ان کے پاس سب کچھ موجود ہے اب آئیں اس سلسلے میں کتنی مرتبہ بات ہو چکی ہے مگر اپنی جگہ پر ان کا سوال باقی رہتا ہے بجر ڈیہہ کے مناظرے میں ایک نیا نکتہ نکالا ان لوگوں نے یہ نکتہ نکالا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو جو کچھ قوتیں دی ہیں اس کے کچھ حدود ہیں اس کے علاوہ کچھ مانگنا شرک ہے اس سے زیادہ مانگنا بھی شرک ہے ماننا بھی شرک ہے یعنی جیسے انسانوں کو اللہ نے ایک قوت دی ہے اب انسانوں کی جو قوت ہوتی ہے اس سے زیادہ کی قوت اگر کسی بھی انسان کے لئے مان لو، تو شرک ہے ہم نے ان سے مطالبہ کیا تھا کہ قرآن کی کسی آیت سے اس چیز کو ثابت کردو کہ اگر کسی نے چیونٹی کے بدن میں ہاتھی کی طاقت مان لی تو مشرک ہو گیا یہی بتادو کیا اس سے آدمی مشرک ہو جائے گا؟ اگر چیونٹی کو ہاتھی کی طرح طاقتور کوئی مان لے تو کیا اس سے وہ شخص مشرک ہو جائے گا؟ یہ کہاں سے مشرک ہوگا؟ یہ ان لوگوں نے اپنے گھر سے ایک عقیدہ گڑھا ہے خدا کی قسم کتاب و سنت میں کہیں اس چیز کا پتہ نہیں ہے کہ

کسی مخلوق کو اللہ نے جو محدود طاقت دی ہے اس سے تھوڑی زیادہ یا بہت زیادہ طاقت اللہ کی عطا سے مان لینا شرک ہو جاتا ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی زیادہ طاقت ماننا غلط تو ہو سکتا ہے مگر کفر نہیں مثال کے طور پر میں کہدوں کہ حضرت مولانا غلام یسین صاحب قاضی بنارس کو پانچ گاما پہلوان کے برابر طاقت ہے یہ جھوٹ تو ہو سکتا ہے مگر اس کو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ کہنا کفر ہے تو یہی چیز ان لوگوں نے اپنے دل سے گڑھ لی ہے انہوں نے جھوٹ اور کفر و شرک کے درمیان فرق سمجھا ہی نہیں اس لئے جتنے وہابی جھوٹ بولتے ہیں اپنے فتاوی کی روشنی میں سب مشرک ہیں اب کو کیا قرآن مقدس میں ایسے واقعات نہیں ملتے کہ اللہ تعالیٰ نے چھوٹی مخلوق کا کام بڑی مخلوق سے لیا؟ اگر سمجھ میں نہیں آتا ہے تو سورۂ الم ترکیف پڑھیے "اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيْلِ" کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ ہاتھی کے لشکر والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا "اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ" ان کی ساری چال بازی اور ساری طاقت کو ملیا میٹ نہیں کردیا! "وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ" اللہ نے چھوٹی چھوٹی چڑیوں کو ان کے اوپر بھیجا "تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ" کھنکھناتی ہوئی مٹیوں کی چھوٹی کنکریاں ان پر گراتی تھیں، "فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ" (۱) تو سب کے سب چبائے ہوئے بھوسہ کی طرح ہوگئے اٹھاؤ ایک کنکری اور مار دو کسی کو پھر دیکھو ایک چھوٹی چنسی کے برابر بھی کوئی چوٹ آتی ہے؟ مگر اللہ نے ابابیل کے پنجوں کی چھوٹی کنکریوں میں اگر ایٹم بم کی طاقت رکھدی ہے تو کیا اس میں شرک ہو گیا؟ ایسا ماننے والا مشرک ہو گیا؟

توجہ سے سنئے کہ ایک چھوٹی کنکری کے اندر وزن اور اس کی چوٹ

(۱) پارہ ۳۰، رکوع ۳۰

کا معیار محدود ہوتا ہے مگر اس کی حدوں کے ہزاروں گنا زیادہ کام لینا یہ اللہ کی قدرت ہے اور اللہ کی قدرت پر جو ایمان رکھتا ہے وہ اس بات پر بھی ایمان رکھتا ہے کہ اللہ ایک کنکری سے بڑی چٹان کا کام بھی لے سکتا ہے اور ایک چڑیے سے بڑے بڑے بمبار جہازوں کا کام بھی لے سکتا ہے کیا اللہ کی قدرت پر ایمان رکھنے والا اس کو نہ مانے گا؟ وہابیہ خدا کی قدرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ خدا کو اس پر قادر نہیں تسلیم کرتے، وہ محض ایسا قادر مانتے ہیں کہ اللہ نے بڑی چیز بنائی ہے تو اس سے زیادہ طاقت نہیں دے سکتا، اگر اس سے زیادہ طاقت دے دیگا تو خدا کی خدائی بگڑ جائے گی اس کی الوہیت میں رخنہ پڑ جائے گا معاذ اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ اگر کسی درخت کے پتے کو جٹ طیارہ کردے تو یہ اللہ کی قدرت ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اگر ایک کاغذ کے پرزے پر ایئربس کی طرح ہزاروں آدمیوں سینکڑوں انسانوں کو بٹھا کر ایک ملک سے دوسرے ملک کی سیر کرادے تو یہ خدا کی قدرت بالغہ ہے ہو سکتا ہے کہ نہیں؟ ممکن ہے کہ نہیں؟ مگر وہابیہ کو اتنی قدرت تسلیم نہیں ہے اللہ کی قدرت پر ایمان نہیں، اگر ایمان ہوتا تو اس طرح کی کجزیاتیں نہیں بناتے اسی لئے میں نے سوال کیا تھا کہ آپ بتادیں کہ ایک چیونٹی کے اندر ہاتھی یا گینڈے کی طاقت مان لی جائے تو اس میں زیادہ سے زیادہ یہ بات آئے گی کہ ہم نے چیونٹی کو ہاتھی کا شریک ٹھہرا لیا یہ کہاں لازم آتا ہے کہ خدا کا شریک ٹھہرایا؟ اگر یہی بات ہے تو آپ آؤ اللہ کے رسول سرور کائنات ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے کردیئے دنیا میں کوئی ہے کہ میزائل یا راکیٹ پھینک کر بھی چاند سے ایک چپی نکال سکے؟ ہے کوئی؟ مگر رسول پاک نے نہ کوئی راکٹ پھینکا اور نہ کوئی گولی چلائی اور نہ تیر ترکش استعمال کیا اپنے ناخن مبارک کا اشارہ کردیا چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے

اور قرآن کی آیت اترآئی "اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" (۱)........................

رفیقان ملت! سارے معجزات اسی طرح ملیں گے اب آیئے ان لوگوں نے ہم پر اعتراض کرنا شروع کیا کہ آپ لوگ مقلد ہو، آدمی کو اہل حدیث ہونا چاہئے کا ہے کو نبی کے علاوہ کسی اور کی تقلید کریں، میں نے کہا تم نے تقلید کا معنی نہیں سمجھا؟ ہم نے امام ابو حنیفہ کی تقلید کی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ اور رسول کا حکم بالائے طاق؟ امام ابو حنیفہ جو کہیں گے وہی ہم کریں گے، امام ابو حنیفہ کہدیں کہ چار وقت کی نماز پڑھا کرو تو ہم لوگ پانچ وقت کی نہیں پڑھا کریں گے تو کیا یہی مطلب ہے تقلید کا؟........................ ہرگز نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ قرآن اور حدیث ہم سے زیادہ اور بہتر انداز میں سمجھتے تھے قرآن واحادیث کی باریکیوں پر ان کی نظر ہم سے زیادہ گہری تھی تو ان کی تقلید کا مطلب یہ ہے کہ ذہانت اور دیانت کے ساتھ انہوں نے جو مسائل قرآن وحدیث سے باہر نکالے ہیں ان مسائل پر ہم عمل کرتے ہیں یہ نہیں کہ امام ابو حنیفہ کے کہنے پر عمل کرتے ہیں بلکہ امام ابو حنیفہ بیان کر رہے ہیں یہ خراب مال ہے یہ عیب دار مال ہے، جب بیچنا ہو تو کھول کر سارے عیوب بتا دینا، اس کے بعد جو دام لگے اس پر بیچنا اور یہ ٹھیک اور فریش مال ہے اس کو فریش دام پر بیچنا ایک مرتبہ ان کا وکیل مال لے کر گیا کسی دور کے شہر میں اور سارا مال بیچ کر جب واپس ہوا سب پیسہ ان کے سامنے رکھا تو امام ابو حنیفہ نے پہلے ہی فرمایا کہ حساب وکتاب بعد پہلے ایک سوال کا جواب دو وہ چند گاتھیں جو ریڈیکشن کی تھیں تم نے خریداروں کو بتا دیا تھا؟ وکیل نے جواب دیا، حضور! بھیڑ بھاڑ میں بھول گیا امام ابو حنیفہ نے کہا تو اب کیا حساب میں تم سے لوں اگر میں تم سے

(۱) پارہ ۲۷ رکوع ۸

حساب لے لیتا ہوں تو کل قیامت کے دن مجھے حساب دینا گاڑھا پڑ جائے گا یہ سارا پیسہ جتنا ہے فریش مال کا اور ریڈیکشن مال کا مخلوط مجموعہ ہے مجھے پتہ نہیں ان میں کون فریش کا ہے اور کون ریڈیکشن کا یہ سارے کے سارے پیسے فقراء مسلمین غربائے اسلام میں تقسیم کر دیئے جائیں میں اپنے پاس نہیں رکھ سکتا میں اس کو اپنے خرچ میں نہیں لا سکتا کیونکہ تم ہتا رہے ہو کہ جن لوگوں نے وہ مال لیا ہمیں پتہ نہیں کہ وہ کون لوگ تھے اور وہ مال لے کر کہاں گئے اگر یہ پتہ ہوتا کہ کس کو کس کو بیچا تو وہاں میں بھیج کر ان کو پیسہ واپس کر دیتا مگر جب ان کا پتہ ہی نہیں چلتا تو اب اس کا حق فقرا مساکین ہی کے لئے خاص ہے میں اس کو استعمال نہیں کر سکتا۔ بولئے! آج کل کے اہل حدیث لوگ ریڈیکشن کی ساری پونجی بیچ کر پیٹ پالتے ہیں ان کے مولوی بھی اور عوام بھی، حاجی بھی پاجی بھی، ان کو کبھی امام ابو حنیفہ کے اس تقوی پر اس طہارت پر اس پاکیزگی پر عمل کرنے کا موقع نہیں ملا تو وہ صاحب تقوی ہیں صاحب دیانت ہیں ہم نے تقلید کی ایک ایسے عالم کی جن کا علم ثریا کی چوٹی تک پہونچا ہے ہم نے تقلید کی ایک ایسے امام کی جس کا تقوی پہاڑوں سے زیادہ باوزن ہے ہم نے تقلید کی ایک ایسے مجتہد کی جس کے دل میں خوف الہی عام انسانوں سے بڑھ کر ہے اس کی تقلید کی اور آپ نے ان مولویوں کی تقلید کی جو صبح سے شام تک کم از کم پانچ سو جھوٹ بولتے ہیں اور لوگوں میں دن بھر فساد مچاتے پھرتے ہیں۔ لوگوں میں جنگ وجدال کا ماحول برپا کرتے ہیں ان کی تقلید اچھی ہے یا امام اعظم کی تقلید اچھی ہے بولو اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ہم بھی مقلد تم بھی مقلد مگر فرق ہے دونوں تقلید میں "من لم یکن له امام فامامه الشیطان" جن کا کوئی امام نہ ہو تو شیطان اس کا امام بن جاتا ہے ہمارا امام بہت مضبوط ہے تمہارا امام تم لوگوں کو لے کر جب

ڈوبے گا تب پتا چلے گا، جب اکی نیا منجدھار میں ڈوبے گی تب سمجھ میں آئیگا۔

رفیقان ملت! چاروں مذہب ایک مذہب ہے، ایک عقیدہ ہے ایک مسلک ہے ایک دین ہے، ایک طریقہ ہے اور میرے آقا علیہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ۷۳ رفرقے ہونگے جن میں ایک فرقہ جنتی ہوگا باقی سب جہنمی، حدیث کے الفاظ ہیں تَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّ سَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (۱) صحابہ نے دریافت کیا وہ جنتی فرقہ وہ نجات پانے والا فرقہ کون ہے؟ تو حضور نے یہ نہیں فرمایا "هُمْ أَهْلُ الْحَدِيْثِ" وہ اہل حدیث لوگ ہیں بلکہ آقا فرماتے ہیں "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ" (۲) وہ لوگ جو میرے طریقے پر اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہونگے حضور کے طریقے کا نام سنت ہے اور صحابہ کا نام جماعت تو جب دونوں کو ملاؤ گے تو ہوگا اہل سنت، اہل جماعت، یعنی اہل السنۃ والجماعۃ، یہی ایک نجات پانے والا فرقہ ہوگا حضور کے اس فرمانے کی کیا ضرورت تھی کہ "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ" (۳) جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں "مَا أَنَا عَلَيْهِ" کہہ دیتے مگر واصحابی کیوں کہا؟ سنو! یہ اس لئے کہا کہ میرے آقا کو معلوم ہے کہ تہتر فرقے بن جائیں گے مگر سب کہیں گے ۷۲ ربہتر میں ہم نہیں ہیں، ہم تو نجات پانیوالے ہیں وہ آئے تو وہ بھی کہنے لگے کہ ہم جنتی ہیں ہم جنتی ہیں باقی سب جہنمی ہیں یہ صاحب آئے ہم جنتی باقی سب جہنمی تو کیسے پہچانا جائے کہ کون جنتی ہے کون جہنمی ہے سب لوگ دعوی کر رہے ہیں ہم جنتی ہیں کوئی تو کہہ دیتا کہ میں جہنمی ہوں مگر کوئی نہیں کہتا۔ اس لئے میرے محترم کان کھول کر سن لو! اس حدیث میں کئی علامتیں ہیں حضور نے فرمایا

(۱) ترمذی ج ۲ ص ۸۹ (۲) ایضا (۳) ایضا

میری امت میں ۷۳ رفرقے بنیں گے کیا فرمایا تہتر فرقے بنیں گے تو یہ غیب کی خبر ہے نہ کہ حاضر کی خبر حضور نے یہ کل آئندہ کی خبر دی جب آئندہ کی خبر دی ہے تو علم غیب ثابت ہوا لہذا جو علم غیب مانے وہ حضور کے طریقہ پر ہے اور جو علم غیب کا انکار کرے وہ حضور کے طریقہ سے الگ ہے تو اب اس کسوٹی سے سمجھ میں آگیا کہ جو نبی کے لئے علم غیب کو مانتے ہی نہیں وہ حضور کے طریقے پر نہیں ہیں سمجھ گئے، پھر حضور نے فرمایا "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ" (۱) جس پر میں ہوں یہ نہیں فرمایا "مَا عَلَيْهِ حَدِيْثِيْ" جس پر میری حدیث ہے بلکہ میں جس پر ہوں یہ فرمایا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول کریم سرور عالم علیہ ﷺ پر نگاہ رہنی چاہئے کہ حضور کا طریقہ کیا ہے سمجھ میں بات آگئی؟ واصحابی بھی فرمایا تو جو لوگ صحابہ کو مانتے ہیں وہ بھی اپنے آپ کو سمجھ لیں کہ میں کس میں سے ہوں جو لوگ صحابہ کے منکر ہیں وہ بھی سمجھ لیں کہ میں کس میں سے ہوں اور جو لوگ سنت کے منکر ہیں وہ بھی سمجھ لیں کہ میں کس میں سے ہوں اس لئے یہاں پر طے ہو گیا کہ ہم اہل سنت و جماعت ہیں اور صحابہ کے زمانے میں اہل السنۃ کا نام چلتا تھا مگر اہل حدیث نام کسی فرقہ کا نہ تھا صحابۂ کرام ایک دوسرے کو اہل السنۃ اہل السنۃ کہتے تھے مگر کوئی بھی صحابی اپنے آپ کو یہ نہ کہتے تھے کہ میں اہل حدیث ہوں اب جو اپنے آپ کو اہل الحدیث کہتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ ان کا نام کس گروہ میں ہے میں ناجی ہوں یا ناری..................

بہر حال............ رفیقان ملت، عزیزان گرامی! ہم اللہ کی اللہ کے رسول کی اور رسول پاک کے چہیتوں کی محبت میں ہیں اس محبت میں اگر عوام سے کوئی غلطی بھی ہو تو میری طرف سے یہ تعلیم ہے کہ اصلاح کر دی جائے

(۱) ترمذی ج ۲ ص ۸۹

اگر کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ محبت اصلاح کی طرف متوجہ کر دیا جائے اور رسول پاک نے یہ نہ فرمایا کہ تو مجھے اپنی طرح سمجھا میری جماعت کے بزرگوں کو اپنی طرح سمجھا کسی کو اپنے سے بڑا مت سمجھنا بلکہ رسول پاک نے ارشاد فرمایا "لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" (۱) تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک ماں باپ اولاد سب سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں، اب بات سمجھ میں آرہی ہے کہ جب تک کہ رسول کریم ﷺ کی محبت دل میں سب سے زیادہ نہ ہو اس وقت تک کوئی مومن ہو نہیں سکتا یہی محبت ہے جس پر یہ لوگ طعنہ زنی کرتے ہیں جس محبت کا ہمارے ایمان کے لئے مطالبہ ہے اس محبت کے بغیر تم مومن ہو نہیں سکتے یہ ترجمہ نہیں کر رہا ہوں کہ مومن کامل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس محبت سے مراد محبت اختیاری ہے اور جب اختیار سے محبت کرنی ہے تو رسول پاک کی محبت کو ہر محبت سے بڑھا چڑھا کر کرنی ہے کیونکہ رسول کی محبت کا سب سے زیادہ ہونا یہ عین ایمان ہے............... آیئے حضور اکرم ﷺ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا "اَیُّکُمْ مِثْلِیْ" (۲) اور یہ بھی فرمایا "لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ" (۳) اے میرے صحاب تم میں سے کون ہے جو میرے جیسا ہو یعنی تم میرے جیسے نہیں میں تمہارے جیسا نہیں سمجھ گئے آپ؟ یہ حدیث بخاری ہی میں ہے تو اب رسول کو اپنے جیسا ماننا حدیث پر عمل ہوا یا حدیث کے برخلاف مگر اہل حدیث پانچ منٹ پر عمل کرتے ہیں وہ بھی زنانے طریقے پر انہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ کس حدیث کا مورد کیا ہے؟ کون سی حدیث ناسخ ہے اور کون سی حدیث

(۱) بخاری ج ۱ ص ۷ مسلم ج ۱ ص ۴۹ (۲) بخاری ج ۱ ص ۲۶۳ (۳) بخاری جلد اول ص ۲۶۳

منسوخ، یاد رکھئے ہم نے جو عمل کیا ہم نے خوب سمجھ کے عمل کیا ہم نے ہر ایک کے موقع محل کو سمجھا ہم نے ناسخ و منسوخ کو سمجھا ہم نے علتوں کو سمجھا ہم نے تمام مناط و موارد کو سمجھا اور ہم نے اس کے علاوہ دلالتوں کو سمجھا کہ کون سی دلالت عبارۃ النص ہے اور کون اشارۃ النص ہے کون اقتضاء النص ہے کون کیسی دلالت ہے یہ سب ہم نے سمجھا تو اس کے بعد ہم نے عمل کیا ہمارے ائمہ نے یہ سب کما اور ہم نے ان کی تقلید کی ہماری زندگی میں نہ اتنی وسعت ہے اور نہ ہمارے ذہن میں اتنا پھیلاؤ ہے کہ ہم اتنا علم حاصل کر سکیں اور اتنے سارے علوم کو اپنے ذہن میں سمیٹ سکیں اس لئے جن کو اللہ نے ان تمام علوم کا حامل بنایا ہم ان کے طریقے پر چلتے ہیں سیدنا امام اعظم نے جب اپنے عنفوان شباب میں ایک خواب دیکھا کہ رسول پاک ﷺ کی قبر سے مٹی کھود کھود کر ادھر ادھر کر رہا ہوں تو گھبرا گئے امام محمد ابن سیرین جو ائمہ تابعین میں سے ہیں ان کی بارگاہ میں تعبیر معلوم کرنے کی غرض سے گئے اور کہنے لگے کہ میں نے ایک ایسا خواب دیکھا ہے جس کو بیان کرتے ہوئے خوف زدہ ہوں فرمایا بے جھجھک بیان کرو انشاء اللہ تمہارا خواب مبارک ہوگا امام اعظم نے خواب جب بیان کیا تو امام محمد ابن سیرین نے فرمایا ابو حنیفہ مبارک ہو رسول پاک ﷺ کی بارگاہ سے تمہیں اتنا علم ملے گا کہ دنیا میں تم علم پھیلاؤ گے وہ قبر کی مٹی نہیں ہے وہ علم رسول ہے جو کھود کھود کر پھیلا رہے ہو سمجھ گئے! اس علم کے سر چشمے سے ہمیں بھی دو چند قطرے ملے ہیں اور جو لوگ اس بارگاہ سے محروم ہیں وہ محروموں کی بولی بولتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلائے "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی" (۱)

(۱) پارہ ۲۲ رکوع ۶

اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہونچائی كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا تو اللہ تعالیٰ نے ان باتوں سے موسیٰ علیہ السلام کی صفائی ظاہر فرمادی۔ ان کے الزام سے موسیٰ علیہ السلام کی برأت ظاہر فرمادی "وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا" اور اللہ کی بارگاہ میں موسیٰ بڑے مرتبے والے تھے کیا ہوا تھا موسیٰ علیہ السلام کو؟ حضرت موسیٰ اپنی شان نبوت کے اعتبار سے تنہائی میں غسل فرماتے تھے تو بنی اسرائیل جنہیں ابھی تربیت نہیں ملی تھی وہ لوگ تالابوں میں دریا میں اپنے کپڑے اتار کر ننگے نہا لیتے تھے اور باہر نکل کر کپڑے پہن لیتے تھے موسیٰ علیہ السلام اس غلط طریقہ سے پرہیز فرماتے تھے اور اسے ناپسند فرماتے تھے تو بنی اسرائیل کہنے لگے موسیٰ علیہ السلام کیوں نہیں ہم لوگوں کے ساتھ مل کر نہاتے ہیں معاذ اللہ انہیں فلاں چیز کی بیماری ہے اسی وجہ سے ہمارے ساتھ غسل نہیں کرتے ہیں کہ یہ عیب ظاہر نہ ہو، قرآن فرماتا ہے کہ اللہ نے ان کی پاکی بیان فرمادی اور وہ پتھر والا واقعہ بخاری شریف وغیرہ میں مذکور ہے کہ غسل کرنے کے لئے پانی میں اترے تو وہ پتھر کپڑا لے کر بھاگا یہی واقعہ سامنے آیا موسیٰ علیہ السلام کی جب یہ حالت بنی اسرائیل نے دیکھی تو بول پڑے قسم خدا کی موسیٰ کو تو کوئی بیماری نہیں ہے ہم لوگ غلط فہمی میں تھے اللہ نے فرمایا اے مسلمانو! تم لوگ اپنے بڑے کے بارے میں ایسے نہ ہو جانا جیسا کہ بنی اسرائیل ہو گئے تھے وہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلط فہمی کے شکار ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی صفائی بیان فرمائی اور پھر یہ ظاہر فرمایا کہ موسیٰ اللہ کی بارگاہ میں اونچا مقام رکھتے ہیں ہم نے کبھی بھی انبیاء علیہم السلام اصحاب رسول علیہ السلام اور اپنے بزرگان دین کے بارے میں زبانیں دراز

نہیں کیں، کیونکہ اللہ نے اس جیسی حرکت کو محرومی کا سبب بنادیا ہے اللہ سے توفیق کی دعاء کرتے ہیں کیونکہ جو بے ادب گستاخ ہو جاتا ہے وہ توفیق سے محروم کردیا جاتا ہے مولانا روم فرماتے ہیں کہ اللہ آخرت میں جس کو رسوا کرنا چاہتا ہے تو نیکوں اور بدکردار محبوبوں کی شان میں ان کی زبان لمبی کر دیتا ہے اور پھر اس کو ذلیل اور رسوا کر دیتا ہے تو ان کو یہی چڑھ ہے کہ ہم نے اپنے بزرگوں کے بارے میں کبھی بدگوئی نہیں کی، اور یہ لوگ ہمیشہ بدگوئی سے پیش آتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے شر سے بچائے اور ان کے سایہ سے محفوظ رکھے ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنے لوگوں کی حالتوں پر بھی دھیان کریں اور اگر وہ ان دشمنان رسول سے کوئی میل جول رکھتے ہیں تو انہیں سختی سے روکیں۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے　　ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

تم نے ان کے ساتھ نرمیاں کر کے اپنے گھر میں گمرہی کے لئے دروازہ کھولدیا ہے اور ان بدمذہبوں کی زبانیں ہمارے خلاف چلنے لگیں، اور نسلیں ایمان کے راستے سے بہکنے لگیں۔

تمہارے اندر اگر تصلب دینی ہوتا اور ان کی دہن دوزی کرتے ہوتے تو آج یہ سب کچھ نہ دیکھنا پڑتا اور ان درندوں کو بولنے کی ہمت نہ ہوتی۔

دیوار کیا گری میرے خستہ مکان کی
لوگوں نے آنے جانے کے رستے بنا لئے

وماعلينــــا الا البــــلاغ المبيــن

والســـلام عليــــكم ورحمة الله وبركاته

☆☆☆

حضور محدث کبیر، حیات وخدمات

مولانا صدر الوریٰ قادری استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور

حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفے صاحب قبلہ امت برکاتہم القدسیہ ان علماء اعلام میں سے ایک ہیں جو گوناگوں خوبیوں وکمالات کے مالک ہیں، تدریس، تقریر، تصنیف وتالیف، انشاء پردازی، دعوت وارشاد، بحث ومناظرہ میں آپ کی ہمہ گیری وجامعیت خاص طور پر قابل ذکر ہے، آپ کی ذکاوت ودقت نظر کا عالم یہ ہے کہ کتنی باتیں آپ اپنی خداداد ذہانت سے ارشاد فرمادیتے ہیں اور جب کتابوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو اس وقت یہ رائے قائم کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے کہ یہ حضرت کی وسعت مطالعہ ہے یا توارد ذہنی ہے اور حاضر دماغی کا حال یہ ہے کہ مسلسل شب بیداری اور عدیم الفرصتی کے باوجود مروجہ علوم وفنون میں سے کسی بھی فن کا کوئی مسئلہ پیش کیا جائے تو فی البدیہہ جواب دیتے ہیں۔

نام ونسب: علامہ ضیاء المصطفے بن صدر الشریعہ علامہ مفتی ابو العلی محمد امجد علی قدس سرہ (مصنف بہار شریعت) بن مولانا حکیم جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین۔

تاریخ پیدائش تعلیم وتربیت: آپ کی پیدائش ۲ر شوال المکرم ۱۳۵۴ھ بروز یکشنبہ مدینۃ العلماء گھوسی کے مشہور ومعروف علمی وثقافتی خانوادہ میں ہوئی ابتدائی تعلیم والد ماجد حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل کی اس مرحلہ کے آغاز ہی میں ذہانت وفطانت، بحث وتمحیص، دقیقہ سنجی، نکتہ رسی کا ستارہ جبین اقدس پر نمایاں تھا یہی وجہ ہے کہ خود

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کو بھی اس حقیقت کا دعائیہ لب ولہجہ میں اعتراف کرنا ہی پڑا میرے اس دعویٰ کی تائید واقعہ ذیل سے بھرپور ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ پارہ عم پڑھتے وقت سورہ فیل کے سبق میں دریافت کیا کہ یہ "ابابیل" یہی تو نہیں جسے ہم دیکھتے ہیں "سجیل" کا کیا مطلب؟ جب حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے سمجھایا تو آپ نے عرض کی کیا یہ انھیں ابابیل کا واقعہ ہے جنھوں نے ہاتھیوں کو مار گرایا تھا؟ اس پر حضرت صدر الشریعہ بہت ہی مسرور ہوئے اور فرمایا میرا یہ بچہ انشاء اللہ آئندہ بہت بڑا عالم ہوگا۔

ابھی آپ نے عقل ہیولانی کی منزل طے کی ہے پارہ عم کا ناظرہ ہورہا ہے مگر صرف حروف کے صحیح تلفظ ہی کی فکر نہیں بلکہ کلمات قرآنیہ کے معانی پر بھی غور وخوض ہو رہا ہے ادب کے ساتھ جرأت وبے باکی کا یہ عالم کہ صدر الشریعہ جیسے باعظمت اور پرجلال استاذ سے سوال ہو رہا ہے کہ ابابیل وہی معروف پرندہ تو نہیں ہے اور سجیل کا کیا مطلب؟ جب کہ اس صغر سنی میں عام بچوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ معانی پر غور وخوض تو دور کی بات ہے حروف کے صحیح تلفظ پر بھی قدرت نہیں رکھتے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے جواب پانے کے بعد ابھی تشنگی بجھی نہیں بلکہ اور بڑھتی گئی سوال وجستجو کا جذبہ اور ابھر آیا چنانچہ پھر دریافت کیا۔ کیا یہ انھیں ابابیل کا واقعہ ہے جنھوں نے ہاتھیوں کو مار گرایا تھا۔

میں مبالغہ وغلو سے اجتناب کرتے ہوئے پورے وثوق کے ساتھ یہ رائے قائم کر رہا ہوں کہ ابرہہ کے تباہی کا واقعہ آپ نے والدہ ماجدہ علیہا الرحمہ سے سنا ہوگا جو اس وقت ذہن میں مستحضر تھا کیسی زبردست قوت حافظہ تھی کہ نا معلوم کتنا پہلے یہ واقعہ سنا اسے ذہن میں محفوظ رکھا پھر جیسے ہی ناظرۂ عم پارہ کے وقت اس کا ذکر آیا فوراً اس کی جانب تبادر ذہنی ہوگیا۔

کہ آج بیشتر لوگوں کے حافظے کا حال بالکل ناگفتہ بہ ہے کتنی باتیں روزانہ عنفوان شباب میں پڑھتے اور سنتے ہیں کتابوں کی ورق گردانی کرتے ہیں مگر ایک ہفتہ کے بعد یہ امتیاز کرنا مشکل ہوتا ہے کہ وہ باتیں خواب میں نظر آئی تھیں یا کسی کتاب میں مطالعہ کیا تھا۔

یہاں صغر سنی کے باوجود وہ حفظ و استحضار کہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے دعائیہ لہجہ میں فرمارہے ہیں "انشاء اللہ تعالیٰ میرا یہ بچہ بہت بڑا عالم ہوگا"۔

اس واقعہ سے جہاں آپ کا مبلغ ذہانت معلوم ہوتا ہے وہیں یہ بھی خوبی عیاں ہوتا ہے کہ آپ کو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے شاگرد ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔

دوسرے سفر حج کی روانگی سے قبل حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے آپ کو ناگپور بھیج دیا وہاں فیض العارفین علامہ غلام آسی اطال اللہ تعالیٰ بقاءھم سے عربی کی ابتدائی کتابوں کا درس لیا۔

پھر شوال المکرم ۱۳۶۹ھ درس نظامیہ کی تکمیل کے لئے جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ تشریف لائے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان نے آپ پر خصوصی نگاہ رکھی پوری توجہ کے ساتھ آپ کو تعلیم و تربیت دی اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ امور عامہ وغیرہ بغیر کسی رفیق درس کے تنہا پڑھائیں۔

۱۳۷۲ھ میں سند فراغت حاصل کی مگر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ابھی آپ کی تعلیم کا سلسلہ بند نہیں فرمایا بلکہ مزید دو سال تعلیم جاری رکھی۔ جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں بھی آپ نے اپنی ذہانت و فطانت کا بھرپور ثبوت دیا چنانچہ یہاں تمام رفقائے درس میں ممتاز رہے طلبہ نے بھی اس ذکاوت و بیدار مغزی کا اعتراف کیا اور اساتذہ نے بھی، حضرت علامہ سید شاہ عبدالحق صاحب

قبلہ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے دریافت کیا "باؤ کیا پڑھتا ہے؟ حافظ ملت نے انتہائی مسرت کے عالم میں ارشاد فرمایا۔ انھیں (علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری) تنہا امور عامہ پڑھانے میں اتنی خوشی حاصل ہوتی ہے کہ سو طلبہ بھی ہوتے تو وہ خوشی نہ ہوتی۔

جس کو بھی تدریس کا ذوق اور اس کا مشغلہ ہے وہ طلبہ کی بھیڑ سے کبھی متاثر نہیں ہوتا ورنہ بھیڑ دیکھ کر وہ خوش ہی ہوتا ہے بلکہ اسے خوشی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب ذہین و محنتی طلبہ اس کے زیر درس ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ قلیل مقدار ہی میں ہوں۔ صاحب بصیرت غور فرمائیں کہ شیخ کیا فرمارہے ہیں۔ "سو طلبہ کو پڑھانے میں اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی ضیاء المصطفےٰ کو تنہا پڑھانے میں ہوتی ہے" گویا کہ سو طلبہ کی ذہانت و محنت پر بھی آپ کی ذکاوت و محنت بھاری تھی۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان اکثر فرمایا کرتے تھے۔

"میں نے جو کچھ بھی حضرت صدر الشریعہ سے حاصل کیا وہ سب ضیاء المصطفےٰ کو دیدیا"

حافظ ملت "جو کچھ بھی" فرمارہے ہیں اور یہ عربی زبان میں کلمہ "ما" کا ترجمہ ہے جو عموم کے لئے آتا ہے اس میں وہ سارے ظاہری و باطنی علوم شامل ہیں جو حافظ ملت نے صدر الشریعہ سے حاصل کئے تھے۔ اب ان علوم و معارف کی کیا مقدار تھی اس سے میں صرف نظر کرتے ہوئے۔ صرف یہ کہہ کر گذر جارہا ہوں کہ وہ کوئی بحر ناپید اکنار تھا جو حافظ ملت کو صدر الشریعہ سے ملا تھا۔

پھر یہ نہیں فرمایا کہ "صدر الشریعہ سے جو کتابیں میں نے پڑھی تھیں وہ ضیاء المصطفےٰ کو پڑھادیں" بلکہ فرمایا "جو کچھ صدر الشریعہ سے حاصل کیا وہ سب ضیاء المصطفےٰ کو دے دیا" محسوس ہورہا ہے کہ وہ کوئی عظیم امانت

صدر الشریعہ کی حافظ ملت کے پاس تھی جسے ضیاء المصطفے کے حوالہ کی گئی۔
یہی وجہ ہے کہ علم شریعت ہو یا علم طریقت سب میں آپ کو یکساں درک و رسوخ ہے۔

اجازت و خلافت: ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضور حافظ ملت نے آپ کو یاد فرمایا۔ شیخ کا حکم ہوا آداب حاضر بجالائے ارشاد فرمایا۔ " آپ حضور مفتی اعظم ہند قبلہ کے پاس جایئے اور ان سے کہئے کہ میں نے بھیجا ہے چنانچہ آپ قبلہ مفتی اعظم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مجھے حافظ ملت نے بھیجا ہے حضور مفتی اعظم قبلہ اندر تشریف لے گئے پھر باہر تشریف لائے فوراً آپ کو سند خلافت و اجازت عطا فرمائے خاص طور پر دعائے سیفی شریف اور تمام اوراد و وظائف کی بلا شرط اجازت عنایت کی "۔
ظاہر ہے کہ آپ کا قلب و جگر مزکی و مصفّٰی ہی تھا جبھی عارف کامل قطب ربانی نے ریاضت و مجاہدہ کی ضرورت محسوس نہ کی اور نہ کوئی شرط ہی متعین فرمائی۔ پھر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے بھی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے مزار اقدس پر خلافت اور تمام ظاہری و باطنی علوم کی اجازت عطا فرمائی۔

فرفرہ میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر: آپ کی منجھی علم خاص طور سے فن حدیث میں آپ کی مہارت کا حافظ ملت کو یقین ہو چکا تھا یہی وجہ ہے کہ چھبیس سال کی مختصر سی عمر میں دار العلوم فتحیہ فرفرہ شریف ضلع ہگلی، بحیثیت شیخ الحدیث آپ کو روانہ فرمایا۔ وہاں جب آپ پہونچے تو آپ کی کم سنی سے وہاں کے لوگ کبیدہ خاطر ہو گئے سوچا کہ یہ نوخیز طالب علم شیخ الحدیث کا عظیم منصب کیسے سنبھالے گا۔ مگر ان لوگوں کو یہ نہیں معلوم تھا یہی نوخیز طالب علم عنفوان شباب ہی میں علوم و معارف کا گنجینہ ہو چکا ہے۔ اور اس کی

رگوں میں فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا خون سرایت کئے ہوئے ہے اور اپنے باپ سے علم و فضل کی عظیم میراث ملی ہوئی ہے چنانچہ دوسرے روز جب آپ نے جلالین شریف، میبذی، مقامات حریری، اور اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف کا بغیر مطالعہ کے درس دیا تو دار العلوم کے اساتذہ، طلبہ، اراکین حیرت و استعجاب میں انگشت بدنداں ہو گئے اور آپ کی جلالت علمی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے اور یہ کہنا پڑا کہ یہ عمر میں اگرچہ نوخیز ہے مگر علم و معرفت میں نوخیز نہیں ہے بلکہ یہ وقت کا کوئی عظیم علامہ ہے جو علوم عقلیہ و نقلیہ میں یکساں مہارت رکھتا ہے تقریباً دس سال وہاں بحیثیت شیخ الحدیث اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔

ہوڑہ میں احیاء سنیت: اسی دوران معلوم ہوا کہ ہوڑہ میں اہل سنت و جماعت کے خلاف شورشیں اٹھ رہی ہیں عقائد حقہ کے خلاف ہوش ربا آندھیاں چل رہی ہیں فتنہ وہابیت و دیوبندیت کی آگ بھڑک رہی ہے بیچارے سنی مسلمانوں پر بدعتی و گمراہ کا بدترین الزام لگایا جا رہا ہے۔ تو حضرت محدث کبیر مدظلہ ہوڑہ تشریف لے گئے اور جرأت و ہمت اور ثبات قدمی کے ساتھ تمام فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا باطل فرقوں کو سرنگوں کیا اور آپ کے جاتے ہی وہاں کی کایا پلٹ گئی دیوبندیوں وہابیوں میں ہیجان برپا ہو گیا ایوان باطل میں زلزلہ آگیا۔

دار العلوم ضیاء الاسلام کا قیام: پھر آپ نے سوچا کہ یہاں سنیوں کا کوئی ادارہ نہیں ہے جب کہ عوام کی بہت سی دینی و دنیاوی ضرورت مدرسہ ہی سے پوری ہوتی ہے لہذا کسی ادارہ کا قیام ضروری ہے۔ تو وہاں کے ارباب حل و عقد کے مشورے سے دار العلوم ضیاء الاسلام قائم کیا یہ مدرسہ آپ کے زمانے ہی میں اپنی دینی و ملی خدمات کی بنا پر غیر معمولی شہرت کا حامل

ہو چکا تھا اور آج بھی اپنی نمایاں شان و شوکت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہا ہے اور شاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔

جامعہ اشرفیہ میں بحیثیت نائب شیخ الحدیث : ۱۳۹۱ھ

مطابق ۱۹۷۱ء میں جامع علوم عقلیہ ونقلیہ محقق عصر حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ والرضوان نائب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ کا سانحہ ارتحال ہوا اور جامعہ میں ایک غیر معمولی خلا محسوس کیا جانے لگا اور حافظ ملت کو دلی صدمہ ہوا تو وہ خلا پر کرنے کے لئے حافظ ملت نے ۱۹۷۲ء میں آپ کو دعوت تدریس دی۔ شیخ کا حکم تھا بلا تردد آپ حاضر ہوئے حافظ ملت نے آپ کو بحیثیت نائب شیخ الحدیث مقرر فرمایا اور وہی ذمہ داریاں سونپ دیں جو سابق نائب شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے سر تھیں اور ارشاد فرمایا کہ میری عدم موجودگی میں میری جگہ بخاری شریف کا درس دیا کریں، محدث کبیر نے عرض کیا حضور میں اس شرط پر بخاری شریف کا درس دونگا کہ آپ جب تشریف لائیں تو میرے پڑھائے ہوئے اسباق کا اعادہ فرمادیں۔ حافظ ملت نے فرمایا ہاں مجھے بھی مسئلہ معلوم ہے کہ فاسق ہو تو اس کے پیچھے نماز واجب الاعادہ ہے (یعنی امام اگر فاسق نہیں تو اعادہ کی ضرورت نہیں) ناظرین غور فرمائیں کہ حضرت محدث کبیر پر حضور حافظ ملت کو کس قدر اعتماد تھا کہ آپ کے پڑھائے اسباق کو دوبارہ پڑھانے کی ضرورت محسوس نہ کی جیسے کوئی متقی امام ہو تو اس کے پیچھے ادا کی ہوئی نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ مروجہ علوم وفنون میں مہارت کی وجہ سے طلبہ نے کوئی تشنگی محسوس نہ کی بلکہ آپ کی قابلیت وصلاحیت کا لوہا مان لیا کتنی بار طلبہ نے ترمذی شریف ڈسک پر نہیں رکھی تو آپ نے بغیر کتاب دیکھے ہوئے

جامع ترمذی کا درس دینا شروع کر دیا خود میرے ہم وطن ایک عالم اس چیز کے عینی شاہد ہیں۔

جامعہ اشرفیہ میں بحیثیت شیخ الحدیث : ۱۹۸۴ء میں

بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مستعفی ہوئے تو جامعہ کی مجلس انتظامیہ نے آپ کو جامعہ کا شیخ الحدیث مقرر فرمایا اور شیخ الحدیث وصدر المدرسین کی تمام تر ذمہ داریاں آپ کے سپرد کر دیں۔

حضرت محدث کبیر قبلہ نے انتہائی ذمہ داری کے ساتھ اپنے تمام فرائض انجام دیئے اور تادم تحریر انجام دے رہے ہیں۔

تدریس : گوناگوں مصروفیتوں ومشاغل کے باوجود تدریس میں کبھی فرق نہیں آیا بلکہ آج بھی وہی تحقیق وتدقیق اور نکتہ آفرینی کی جھلک نظر آتی ہے جو پہلے نظر آتی تھی۔ چنانچہ ترمذی شریف کا ایک اہم عنصر فی الباب ہے یعنی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد اس کی بھی صراحت کرتے ہیں کہ اس باب میں اور کتنے صحابہ سے روایت ہے۔ ان کا نام بھی بیان فرماتے ہیں۔ اور باب کے تحت جن صحابہ کا ذکر ہوتا ہے ان میں یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ حدیث کی کن کن کتابوں میں ان سے روایت کی گئی ہے۔ ترمذی شریف پڑھنے والے طلبہ اس بات کے گواہ ہیں کہ حضرت محدث کبیر قبلہ جب جامع ترمذی کا درس دیتے ہیں تو فی الباب پر مفصل کلام فرماتے ہیں کہ فلاں صحابی سے فلاں نے تخریج کی فلاں سے فلاں نے۔

ذیل میں ہم ایک نظیر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عن النبی ﷺ انه سئل عن المسح علی الخفین فقال

للمسافر ثلث وللمقیم یوم امام ترمذی۔

نبی کریم ﷺ سے موزے پر مسح کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا مسافر کے لئے تین دن اور مقیم کے لئے ایک دن۔

امام ترمذی اس حدیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں۔

فی الباب عن علی وابی بکرة وابی ہریرة وصفوان بن عسال وعوف بن مالك وابن عمر وجریر۔

اس باب میں حضرت علی حضرت ابوبکرہ حضرت ابوہریرہ حضرت صفوان بن عسال حضرت عوف بن مالک حضرت ابن عمر حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے۔

میرے پاس جہاں تک محفوظ ہے حضرت محدث کبیر قبلہ نے فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابوداؤد نے تخریج کی حضرت ابوبکرہ سے ابن خزیمہ نے حضرت صفوان بن عسال سے امام احمد، نسائی، ترمذی، ابن خزیمہ نے اور حضرت عوف بن مالک سے امام احمد نے۔

یہ ہے طرق روایات پر حضرت محدث کبیر قبلہ کی وسعت نظر۔

یونہی روایات میں جو اضطراب ہوتا ہے امام ترمذی نے اسے بھی کافی حد تک بیان کیا۔ حضرت محدث کبیر اضطراب پر مفصل کلام فرماتے ہیں۔ چنانچہ آداب خلا سے متعلق حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں۔

حدیث زید بن ارقم فی اسناده اضطراب۔

حدیث زید بن ارقم کی سند میں اضطراب ہے۔ یہ اضطراب عموماً تین طریقے سے بیان کیا جاتا ہے بلکہ تقریر ترمذی میں تین ہی کے ذکر پر اکتفا کیا۔ مگر حضرت محدث کبیر اس موقع سے چھ طریقوں سے اضطراب بیان فرماتے ہیں کتنا خوبصورت بھی ہو جانے کی ورنہ میں دور بین تدریس حضرت کے بیان کئے ہوئے سبھی طریقوں کو ضرور ذکر کرتا تاہم اگر کسی کو ضرورت پڑے تو انشاء اللہ بیان بھی کر سکتا ہوں۔

یونہی جب بخاری شریف کا درس دیتے ہیں تو بظاہر اپنے معارض احادیث کی توجیہ پھر اپنی تائید میں اس کثرت کے ساتھ حدیثیں بیان فرماتے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کوئی موجودہ دور کا مدرس ہے یا امام ابو جعفر طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاگرد ہے جو اپنی تائید میں حدیثیں وافر مقدار میں مستحضر کئے ہوئے ہے۔ شاید انھیں سب بنیادوں پر اساتذہ واکابر سب نے آپ کو محدث کبیر کے لقب سے یاد کیا اور اس طرح آپ اس لقب کے ساتھ مشہور ہوئے کہ اب یہ علم کا درجہ اختیار کر گیا ہے یہ حال ہے حدیث دانی کا۔ اس کے علاوہ آپ فلسفہ، منطق، ہیئت وغیرہ کا بھی درس دیتے ہیں ان میں بھی کافی مہارت معلوم ہوتی ہے زمانہ طالب علمی میں بارہا میں مذکورہ فنون کی کتابیں اوقات درس کے علاوہ میں لے کر جاتا فوراً ہی برجستہ آپ پڑھا دیتے جب کہ معلوم نہیں کتنے برس پہلے ان کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا۔

تقریر: حضرت محدث کبیر جہاں ایک نابغہ روزگار مدرس ہیں وہیں ایک عظیم خطیب بھی ہیں۔ اس وقت آپ کی خطابت کا ڈنکا صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ہند، برطانیہ، افریقہ، ماریشس، ہالینڈ، پاکستان، ابو ظہبی، وغیرہ میں بھی بج رہا ہے۔ آپ کی تقریر خالص علمی، تحقیقی فکری ہوتی ہے بے شمار جواہر پارے اس میں ہوتے ہیں جہاں کہیں آپ کی تقریر کا اعلان ہوتا ہے لوگ سننے کے لئے کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔ کتنے مقررین تو اس لئے سنتے ہیں کہ انھیں خود تقریر کرنے کے لئے نادر و نایاب

مواد بغیر کسی محنت کے مل جاتے ہیں جو سالہا سال کی ورق گردانی کے باوجود بھی نہ ملتے۔ علمی حلقوں میں آپ کی تقریر ہر دلعزیز سمجھی جاتی ہے۔

تصنیف: حضرت محدث کبیر ایک اچھے مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک معیاری مصنف بھی ہیں۔ ایک زمانے میں آپ نے ترمذی شریف کی مفصل شرح لکھنی شروع کی مختصر سی مدت میں ایک اچھا خاص ذخیرہ جمع کر دیا۔ شرح کا جو بھی کام ہوا بہت وقیع ہوا جس میں احادیث کی تشریح متعارض احادیث کے درمیان تطبیق اپنی تائید میں احادیث کا ذکر، اسماء الرجال اور فی الباب؟ اضطراب پر مفصل کلام فرمایا مگر عدیم الفرصتی کے باعث وہ کام فی الحال ملتوی ہے۔

ایک بار آپ نے فرمایا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا حاشیہ شرح معانی الآثار ایک زمانے سے رکھا ہوا ہے ہندو بیرون ہند سے اس کی طباعت واشاعت کا پیہم اصرار ہوتا ہے مگر اس میں ابھی بہت سا کام باقی ہے مثلاً آغاز میں احادیث کی تخریج مذکور نہیں اسماء رجال پر گفتگو نہیں مزید بعض مقامات میں خود احادیث کی شروح میں بھی اضافہ ضروری ہے۔

لہٰذا یہ سب کام پہلے کر لیا جائے تاکہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا یہ علمی شاہکار منظر عام پر لایا جا سکے۔ اس طرح شرح ترمذی کا کام ملتوی کر کے مذکورہ امور کی تکمیل میں مصروف ہو گئے۔

حضرت محدث کبیر نے شرح معانی الآثار پر بزبان عربی حاشیہ کا حق ادا کر دیا۔ حاشیہ نگاری کے وقت میں استفادہ کی غرض سے اپنا پورا وقت صرف کرتا تھا کبھی کبھی بعض حدود فقہیہ میں حضرت کسی چیز کی تعریف بولتے ہیں مگر قصور نظر کی وجہ سے مجھے اطمینان نہیں ہوتا لیکن جب میں کتابیں اٹھا کر دیکھتا تو بعینہ وہی تعریف ملتی جو حضرت نے فی البدیہہ لکھوائی۔

"ایک بار کا واقعہ ہے لفظ نجاست ایک حدیث میں آیا نجاست کی تعریف کی ضرورت پڑی، حضرت نے فرمایا لکھو اس کی تعریف "ما یستقذر شرعا" مگر میرا دل اس تعریف سے مطمئن نہیں ہوا۔ میں نے سوچا کہ استقذار کے لئے نجاست لازم نہیں ہے۔ پھر میں نے الاشباہ والنظائر کے آخر میں علامہ زین بن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کا اکتالیسواں رسالہ (جو حدود فقہیہ کے بیان میں ہے) دیکھا تو اس میں بھی مجھے نجاست کی وہی تعریف ملی جو حضرت نے فرمائی تھی صاحب اشباہ رقمطراز ہیں۔ النجاسة لغة ما استقذرته واصطلاحا مستقذرة شرعا (الرسالۃ الحادی والاربعون اشباہ ۴۱۹)

اس وقت میں دنگ رہ گیا فیصلہ نہیں کر سکا کہ یہ حضرت کی وسعت نظر ہے یا توارد ذہنی؟ بہر حال حضرت محدث کبیر قبلہ کا یہ حاشیہ طحاوی مندرجہ ذیل خوبیوں پر مشتمل ہے۔

(۱) حدیث کی جامع شرح
(۲) احکام شرع کا استنباط
(۳) اصطلاحات فقہیہ کی تعریف
(۴) متعارض احادیث کے درمیان تطبیق
(۵) اپنے مسلک کی تائید
(۶) حدیث کی تخریج
(۷) اسماء رجال پر کلام
(۸) صدر الشریعہ کے حواشی کی تنقیح
(۹) اپنی خداداد تحقیق

یہ سب ایسے عناصر ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر مستقل مضمون لکھا جا سکتا ہے مگر قلت وقت پھر تنگی مقام دامن گیر ہے۔

بحث و مناظرہ : حضرت محدث کبیر قبلہ ایک اچھے مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دندان شکن مناظر بھی ہیں ملک کے مختلف حصوں میں آپ نے متعدد بار مناظرے کئے جن میں باطل فرقوں کو لاجواب کرکے رکھدیا غیر مقلدوں سے مناظرہ کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ وہ لوگ قرآن وحدیث کے علاوہ کسی کتاب کو مانتے نہیں جن سے ان کے خلاف حجت قائم کی جائے۔ مگر ۱۹۷۸ء میں آپ نے سرزمین بجرڈیہہ بنارس میں ایک زبردست غیر مقلد عالم صفی الرحمن سے بہت ہی کامیاب مناظرہ کیا جس میں عبادت کی تعریف غیر مقلد سے طلب کی گئی مگر اسے ناکوں چنے چبانا پڑا اخیر دم تک عبادت کی تعریف نہ کر سکا بالآخر شرک کی تعریف کی اور وہ بھی غلط کی اس مناظرہ کی روداد "صارم الحق القاتل علی قلب حازم الباطل" کے نام سے شائع ہوکر مقبول خاص وعام ہو چکی ہے۔

پھر ۱۳۹۹ھ میں حفظ الایمان کی مشہور کفری عبارت پر خلیل احمد جبوری سے بدایوں میں مناظرہ ہوا۔ اس میں مخالفین کی ایسی شکست فاش ہوئی کہ ان کے ہزاروں اپنے بیگانے ہوگئے۔ اس میں خلیل احمد جبوری نے اشرف علی کی عبارت کفری کی تاویل میں حاشیہ حموی غمز العیون کی عبارت ذیل پیش کی "يدل على ذالك اشتراط كون مايوجب الكفر مجمعا عليه" (ص ۲۸۹ ج ۱)

اس عبارت سے اس نے یہ کہا کہ تکفیر کے لئے اجماع درکار ہے اور اشرف علی تھانوی کی تکفیر پر اجماع نہیں ہوا لہذا اس کی تکفیر نہیں ہوگی۔

اس پر حضرت محدث کبیر قبلہ نے فوراً معارضہ کیا کہ زید اپنے کو "اللہ" مانتا ہے اس وقت آپ اجماع کا انتظار کریں گے یا فوراً اس کی تکفیر کریں گے۔ اگر تکفیر کریں تو پوری امت کو ابھی اطلاع نہیں ہوئی کہ اجماع منعقد ہو پھر بغیر اجماع کے یہ تکفیر کیسے ہوئی؟۔

پھر حضرت نے اس عبارت کی تشریح فرمائی کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس وجہ سے کسی کی تکفیر ہوگی اس وجہ پر اجماع ضروری ہے اس طرح خلیل احمد جبوری ایسا خاموش ہوا کہ اس سے کوئی جواب نہ بن سکا اور اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

کلیا چک مالدہ میں بھی آپ نے دیوبندیوں سے "حاضر وناظر" کے موضوع پر مناظرہ کیا وہاں بھی مخالفین کو لاجواب کر کے رکھدیا۔

پھر ڈربن ساؤتھ افریقہ میں بھی مناظرہ ہونے والا تھا مگر جب حزب مخالف کے مناظر طاہر القادری کو معلوم ہوا کہ سنیوں کی جانب سے علامہ ضیاء المصطفے قادری مناظر ہیں تو اسے راہ فرار اختیار کرنی پڑی سامنے آنے کی جرأت نہ کی اس طرح اور بھی مقامات میں آپ نے متعدد بار مناظرے کئے یہی وجہ ہے کہ میدان مناظرہ میں بھی آپ نمایاں شان رکھتے ہیں۔

جامعہ امجدیہ کا قیام : ہر دور میں زبان وقلم کی اہمیت مسلم رہی ہے باطل عناصر زبان وقلم ہی کے زور پر سر اٹھائے ہوئے ہیں۔ حضرت محدث کبیر نے دیکھا کہ فتنہ وہابیت اپنی قلمی ولسانی مہارت کی بنیاد پر ہمیں دانت دکھا رہا ہے ہمارے خلاف ورق کے ورق دفتر کے دفتر سیاہ کئے جارہے ہیں، زبان وقلم کا ناجائز استعمال کر کے عوام الناس کو یہ باور کرایا جارہا ہے کہ بریلویہ شرک کرتے ہیں قبر پوجتے ہیں۔

اب ایسی صورت حال میں ضروری ہے کہ نئی پود کو زبان وقلم دونوں ہتھیار سے مسلح کیا جائے تاکہ اسلام کے خلاف تمام سامراجی عناصر اور طاغوتی قوتوں کا ہر موڑ پر مقابلہ کر سکیں۔

اس مقصد سے طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ قائم کیا اور ۱۹۸۵ء میں سیدی ومرشدی حضرت علامہ اختر رضا خان ازہری دامت برکاتہم القدسیہ کی زبان فیض ترجمان سے اس کا افتتاح کیا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ فضل واحسان کہ مختصر سی مدت میں یہ ادارہ اپنی ترقی کر گیا کہ درجہ فضیلت تک باقاعدہ تعلیمی سلسلہ جاری ہے تقریباً ڈھائی سو طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

اس ادارہ کا سارا انتظام وانصرام حضرت کے خلف اکبر حضرت مولانا علاء المصطفےٰ قادری صاحب کے سر ہے۔ موصوف جامعہ کی تقدیم وترقی میں ہمہ دم مصروف عمل رہتے ہیں۔

جامعہ امجدیہ ہی سے منسلک لڑکیوں کا بھی ایک تعلیمی ادارہ ہے جو بنام کلیۃ البنات الامجدیہ پورے ملک میں معروف ومشہور ہے اس میں بخاری شریف تک باضابطہ بچیوں کا تعلیمی سلسلہ جاری ہے لڑکیوں کے کئی قافلے وہاں سے فضیلت کا کورس پورا کرنے کے بعد سند فضیلت وردائے فضیلت حاصل کر چکی ہیں۔ فارغ التحصیل طالبات ملک کے طول وعرض میں دینی خدمات انجام دے رہی ہیں اس ادارہ کا بھی سارا انتظام شہزادۂ گرامی حضرت مولانا علاء المصطفےٰ قادری صاحب ہی کے سر ہے۔ اخیر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مخدوم گرام حضرت محدث کبیر قبلہ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کا سایہ پس ماندگان پر دراز فرمائے۔

آمین بجاہ حبیبہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم۔

☆☆☆

جامعہ امجدیہ رضویہ۔ گھوسی
کلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی
DAERATUL-MAARI FIL AMJADIA
AT/PO GHOSI, DISTT. MAU (U.P.) PIN-275304
PH: 05474 - 22046